پچاس موضوعات پر سو واقعات

ہر موضوع کے ذیل میں

۵ آیات ۵ روایات ۲ واقعات

تالیف:

مولانا سیّد علی افضل زیدی قمی

ناشر: باب العلم دار التحقیق

(فروغِ ایمان ٹرسٹ، کراچی، پاکستان)

یہ کتاب

اپنے بچوں کے لیے scan کی بیرونِ ملک مقیم ھیں

مو منین بھی اس سے استفادہ حاصل کرسکتے ھیں.

منجانب.

سبیلِ سکینہ

یونٹ نمبر ۸ لطیف آباد حیدر آباد پاکستان

پچاس موضوعات پر سو واقعات

ہر موضوع کے ذیل میں

۵ آیات

۵ روایات

۲ واقعات

تالیف:

مولانا سیّد علی افضل زیدی قمی

ناشر: باب العلم دار التحقیق (فروغِ ایمان ٹرسٹ، کراچی، پاکستان)

مشخصات کتاب

اسم کتاب	:	پچاس موضوعات پر سو واقعات
تالیف	:	مولانا سیّد علی افضل زیدی قمی
نظر ثانی	:	مولانا سید شہنشاہ حسین نقوی
تصحیح	:	حافظ خدا بخش
		سیّد ذوالفقار حسین نقوی
کمپوزنگ	:	مبارک حسنین زیدی
ناشر	:	باب العلم دار التحقیق
		(فروغِ ایمان ٹرسٹ، کراچی، پاکستان)
طبع	:	۲۰۱۱ء ش، ۱۴۳۲ھ ق
ہدیہ	:	مطالعہ اور تبلیغ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

میری انتہائے نگارش یہی ہے

ترے نام سے ابتدا کر رہا ہوں

پچاس موضوعات پر سو واقعات

انتساب

میں اپنی اس کاوش کو وقت کے امامؑ یعنی امام صاحب العصر و زماںؑ کہ جن کی معرفت حاصل کرنا ہر ایک پر واجب ہے، کی ملکوتی بارگاہ میں ہدیہ کرتا ہوں۔

دُعا گو ہوں کہ پروردگارِ عالم بندے کی اس کاوش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور امام زمانہؑ کا حقیقی سپاہی بننے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور جملہ مؤمنین و مؤمنات کی شرعی حاجات کو مستجاب فرمائے اور ہم سب کو اعمال صالحہ بجا لانے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین یا ربّ العالمین بحقِ حضرت محمدؐ و آلِ محمدؐ

قطعہ

ہم تو جن کے ہیں شیدا جلد آنے والے ہیں
سُو بسُو ہے یہ چرچا، جلد آنے والے ہیں
انتظار جن کا ہے، ہم فدائی جن کے ہیں
وہ حسینؑ کے شیدا جلد آنے والے ہیں

فہرستِ موضوعات

بیانِ مؤلف

ناچیز راقم اطروف ہم نے اس کتاب سے پہلے ایک اور کتاب ''انسان ساز واقعات'' تحریر کی تھی، جو الحمدللہ کافی لوگوں نے پسند کی۔ لیکن تمنا اور آرزو یہ تھی کہ واقعات کو موضوع کے ساتھ تحریر کیا جائے اور آیات و روایات کو بھی ذکر کیا جائے۔ اس کتاب کو لکھنے سے پہلے جناب حسن علی جیوانی صاحب سے مشورہ کیا تو انہوں نے فرمایا کہ آج کل لوگ واقعات کی کتابیں بہت خریدتے ہیں اور واقعات کو پڑھنے میں کافی دلچسپی لیتے ہیں۔ گویا انہوں نے میری خواہش اور آرزو کی تائید فرمائی، اس لیے پاکستان سے ایران واپسی پر بندے نے اس کتاب کو لکھنا شروع کیا۔

اس کتاب میں پچاس مختلف موضوعات ہیں اور ہر موضوع میں پانچ آیات، پانچ روایات کو ذکر کیا گیا ہے اور مختصر سی تشریح و توضیح بھی بیان کی گئی ہے اور ہر موضوع پر دو واقعات کا بھی ذکر کیا گیا ہے، خصوصاً اہلِ منبر کے لئے یہ کتاب کافی مفید ثابت ہوگی، کوشش کی گئی ہے کہ ایسے موضوعات کو بیان کیا جائے کہ جن کو پڑھ کر ہم اپنی اصلاح کر سکیں۔

الحمدللہ کتاب ''انسان ساز واقعات'' اور ''اسرارِ ولایت'' کے بعد یہ تیسری کاوش ہے، جو اس وقت قارئینِ کرام کے ہاتھوں میں موجود ہے۔ اس کاوش کو پایۂ

تکمیل تک پہنچانے میں جن افراد نے حصہ لیا ہے اُن کا میں تہہِ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں، جیسے مولانا مبارک حسنین زیدی صاحب کہ جنہوں نے دن رات محنت کر کے اس کی کمپوزنگ کی، اسی طرح مولانا نادر صادقی، مولانا سیّد ناصر حسین زیدی، مولانا ذیشان حیدر نقوی، مولانا رضوان علی علوی، مولانا شجاعت علی ہندی، جناب حافظ خدا بخش، جناب سیّد ذولفقار حسین نقوی صاحبان کہ جنہوں نے دس دس موضوعات کو لے کر تصحیح کا کام انجام دیا، اسی طرح تمام ساتھیوں کا ممنون ہوں جنہوں نے اس کاوش کو شائع کرنے میں میرے ساتھ تعاون کیا۔ بالخصوص نظر ثانی اور طباعت کے مراحل میں اعانت کرنے والے میرے عزیز دوست مولانا سید شہنشاہ حسین نقوی اور مولانا مہدی ایمانی کا شکر گزار ہوں

خدا سے دعا گو ہوں، بحق محمدؐ و آل محمدؐ جن افراد نے جس طرح کا بھی اس کتاب میں تعاون کیا ہے بحق محمدؐ و آل محمدؐ اُن کی توفیقات میں اضافہ فرمائے، اسی طرح کار خیر کرنے کی ہم سب کو توفیق عطا فرمائے اور ہم سب کے مرحومین کی مغفرت فرمائے، ہمارا حشر ونشر قرآن واہلِ بیتؑ کے ساتھ فرمائے۔

آمین یارب العالمین۔ بحقِ حضرت محمدؐ وآلِ محمدؐ

سید علی افضل زیدی

عرضِ ناشر

باب العلم دار التحقیق اہل علم وقلم و تحقیق کے لیے ایک ایسا زینہ ہے جس کے ذریعے وہ اپنی صلاحیتوں کو بروکار لاتے ہوئے قوم وملت کے شعور اور دین سوچ میں اضافہ کا کردار ادا کر سکتے ہیں۔ چنانچہ اب تک بیس سے زیادہ کتابوں کی تعالیف اور سیکڑوں سوالات کے جوابات اسی ادارے سے نشر کیے گئے ہیں، علماء قم و نجف حدتا پاکستان میں مقیم اہل قلم کو دعوت تحقیق دیتے ہوئے امید کرتے ہیں کہ اس ادارے کے ساتھ تعاون اور اس کے لیے خیر خواہ رہیں گے، مولانا سید علی افضل زیدی قم کے پاک دل اور مخلص علماء اکرام میں شمار ہوتے ہیں۔ آپ کی پیشتر تعالیفات کے علاوہ دردست تعالیف ''پچاس موضوعات پر سو واقعات'' ہے جس کی تصحیح جناب حافظ خدا بخش، اور جناب ذوالفقار حسین نقوی نے کی جبکہ کمپوزنگ جناب مبارک حسنین زیدی اور مرزا محمد علی صاحب نے انجام دی، اور باب العلم دار التحقیق اسے پیش کرر ہا ہے۔ یہ کتاب کیوں کہ پچاس اخلاقی، سماجی اور گھریلو مسائل پر مشتمل مختلف موضوعات پر مرتب کی گئی ہے۔ جو کہ مبلغین، مقررین اور مدرسین کے علاوہ تمام اہل مطالعہ افراد کے لے مفید ثابت ہوگی جس میں مولانا نے ہر موضوع پر پانچ آیات اور اُن کی مختصر تفسیر، پانچ روایات اور ہر موضوع پر دو واقعات ذکر کیے ہیں۔

اللہ کرے زور قلم اور زیادہ۔

مولانا سید شہنشاہ حسین نقوی

سربراہ باب العلم دار التحقیق، کراچی

(۱)

آخرت

آیات

۱۔تمام مرجائیں گے:

﴿ إِنَّکَ مَيِّتٌ وَإِنَّهُمْ مَيِّتُونَ ﴾(سورۂ زمر آیت۳۰)

''پیغمبرؐ آپ کو بھی موت آنے والی ہے اور یہ سب مرجانے والے ہیں۔''

۲۔موت مخلوقِ خداوند:

﴿الَّذِی خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيَاةَ لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلاً ﴾(سورۂ مُلک آیت۲)

''اس نے موت و حیات کو اس لئے پیدا کیا ہے تا کہ تمھاری آزمائش کرے کہ تم میں حُسنِ عمل کے اعتبار سے سب سے بہتر کون ہے۔''

۳۔موت سے ڈرنے کی وجہ:

﴿قُلْ إِنْ كَانَتْ لَكُمُ الدَّارُ الْآخِرَةُ عِنْدَ اللهِ خَالِصَةً مِنْ دُونِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ إِنْ كُنتُمْ صَادِقِينَ ☆ وَلَنْ يَتَمَنَّوْهُ أَبَدًا بِمَا قَدَّمَتْ

أَيْدِيهِمْ ﴾(سورۂ بقرہ آیات۹۵،۹۴)

''ان سے کہو کہ اگر سارے انسانوں میں دار آخرت فقط تمہارے لئے ہے اور تم اپنے دعوے میں سچے ہو تو موت کی تمنّا کرو اور یہ اپنے پچھلے اعمال کی بنا پر ہرگز موت کی تمنا نہیں کریں گے۔''

۴۔موت کے بعد زندگی:

﴿ فَانظُرْ إِلَى آثَارِ رَحْمَةِ اللهِ كَيْفَ يُحْيِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا إِنَّ ذَلِكَ لَمُحْيِي الْمَوْتَى وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴾(سورہ روم آیت ۵۰)

''اب تم رحمتِ خدا کے ان آثار کو دیکھو کہ وہ کس طرح زمین کو مردہ ہو جانے کے بعد زندہ کر دیتا ہے بے شک وہی مُردوں کو زندہ کرنے والا ہے اور وہی ہر شئے پر قدرت رکھنے والا ہے۔''

۵۔آخرت بہتر ہے:

﴿وَالْآخِرَةُ خَيْرٌ وَأَبْقَى﴾(سورۂ اعلیٰ آیت ۱۷)

آخرت بہتر اور ہمیشہ رہنے والی ہے۔

روایات

۱۔آخرت کے لئے عمل انجام دو۔

قال علی علیہ السلام: ''اِنَّکَ مَخْلُوقٌ لِلْاٰخِرَةِ فَاعْمَلْ لَهَا''(غرر الحکم، ج۱،

ص ۱۷)

حضرت علیؑ نے فرمایا: ''بے شک تم آخرت کے لئے پیدا کیے گئے ہو اسی کے لئے عمل انجام دو۔''

۲۔ آخرت نیک لوگوں کے لئے

قال علی علیه السلام: ''اَلْاٰخِرَةُ فَوْزُ السُّعَدَاءِ'' (غرر الحکم، ج ۱، ص ۱۶)

حضرت علیؑ نے فرمایا: ''آخرت نیک لوگوں کی کامیابی ہے۔''

۳۔ دنیا کی زینت:

قال علی علیه السلام: ''اَلْمَالُ وَ الْبَنُوْنُ زِيْنَةُ الدُّنْيَا وَ الْعَمَلُ الصَّالِحُ حَرْثُ الْاٰخِرَةِ'' (غرر الحکم، ج ۱، ص ۱۶)

حضرت امیر المؤمنینؑ نے فرمایا: ''مال اور اولاد دنیا کی زینت ہے اور نیک عمل آخرت کی کھیتی ہے۔''

۴۔ آخرت پر یقین

قال علی علیه السلام: ''مَنْ اَيْقَنَ بِالْاٰخِرَةِ لَمْ يَحْرِصْ عَلَى الدُّنْيَا'' (غرر الحکم، ج ۱، ص ۱۹)

مولا علیؑ نے فرمایا: ''جو شخص آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ دنیا کی حرص نہیں کرتا۔''

۵۔ آخرت باقی رہنے والی:

قال علی علیه السلام: ''غَايَةُ الْاٰخِرَةِ الْبَقَاءُ'' (غرر الحکم، ج ۱، ص ۱۸)

حضرت علیؑ نے فرمایا: ''آخرت کی غرض بقا ہے۔''

تشریح

اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ دنیا فانی ہے اس دنیا کو دوام نہیں۔قرآن و روایات اس بات کی تائید کرتے ہیں کہ انسان اس دنیا میں ہمیشہ رہنے کے لئے نہیں آیا، یہ دنیا فقط ایک گزرگاہ ہے انسان کو ہمیشہ آخرت کی فکر میں رہنا چاہیے، آج عمل کا دن ہے اور کل حساب کا۔ جزا و سزا کا دار و مدار عمل پر ہے۔ جیسا عمل ویسی ہی جزا و سزا۔ مندرجہ بالا آیات و روایات سے بھی پتہ چلتا ہے کہ دنیا سے بہتر آخرت ہے۔

خدا سے دعا ہے بحق محمدؐ و آل محمدؑ ہمیں آخرت میں بہترین جزا و پاداش عطا فرمائے۔ اور ہمیں آخرت کو یاد کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

واقعات

ا۔نادان عابد

بنی اسرائیل میں ایک متقی و پرہیزگار عابد دو سو سال اپنی عمر عبادت الٰہی میں گزار چکا تھا۔ اس نے خدا سے دعا کی کہ خدایا! ابلیس کو دکھا، اچانک اس کے قریب ایک بوڑھا شخص ظاہر ہوا۔

عابد نے پوچھا: تم کون ہو؟

بوڑھے نے کہا: میں ابلیس ہوں۔

عابد: تم میرے پاس اس سے پہلے کیوں نہیں آئے، مجھے فریب دینے کے لئے؟

ابلیس نے کہا: کئی بار آیا لیکن تم میرے جال میں نہ پھنس سکے۔

عابد: کیوں؟

ابلیس: کیوں کہ تم ہمیشہ عبادتِ الٰہی میں مشغول رہتے اور ہمیشہ اس فکر میں رہتے کہیں عزرائیل نہ آجائے اور میں گناہ و معصیت میں مبتلا ہوں، اس وجہ سے میں تم پر مسلط نہ ہوسکا اور اسی وجہ سے خدا نے تمھاری دوسو سال عمر کی اور مزید تمھاری دوسو سال کی بڑھادی ہے (گویا تمھاری عمر چار سو سال ہے) یہ کہہ کر ابلیس غائب ہوگیا۔

عابد سوچنے لگا اور اپنے آپ سے کہنے لگا کہ دوسو سال میری عمر ابھی باقی ہے، کیوں اپنے آپ کو دنیاوی لذت سے محروم رکھوں (گویا عابد آخرت کو بھول گیا) سو سال عیش و عشرت میں گذارتا ہوں اور باقی سو سال عبادت و اطاعت میں گذاردوں گا۔ اس غلط فکر نے عابد کو عبادت سے دور کردیا اور دنیا کی طرف متوجہ ہوا۔ آہستہ آہستہ گناہ کا مرتکب ہوتا رہا۔ ایک دفعہ اچانک اس نے محسوس کیا کہ ملک الموت عزرائیل اس کے قریب آرہا ہے۔

عابد نے عزرائیل سے کہا: میری دوسو سال عمر ہے۔

عزرائیل نے کہا: بے شک تمھاری عمر دوسو سال تھی لیکن عبادت کی دوری اور گناہوں کی انجام دہی کی وجہ سے تمھاری عمر کم ہوگئی (تم آخرت کو بھول گئے اور دنیا کی طرف متوجہ ہوگئے) اس طرح نادان عابد کی عاقبت و آخرت خراب ہوگئی۔

''اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ عَوَاقِبَ اُمُورِنَا خیراً''

ترجمہ: خدایا ہماری عاقبت بخیر فرما۔ (عاقبت و کیفر گناہگاران ص ۱۵)

۲۔ حقیقت کو جاننا

ایک شخص مسجد نبوی میں داخل ہوا اور پیغمبرؐ سے عرض کیا: اے رسولِ خداؐ! مجھے قرآن کی تعلیم دیں۔

پیغمبر اکرمؐ نے اپنے اصحاب میں سے اس کو ایک صحابی کے سپرد کیا۔ صحابی اس کا ہاتھ پکڑ کر مسجد کے ایک کونے میں لے گیا اور سورۂ مبارکہ زلزال کی اس کے سامنے تلاوت کی، جب اس آیت پر پہنچا **فمن یعمل مثقال ذرة خیرا یره و من یعمل مثقال ذرة شرا یره** (پھر جس شخص نے ذرّہ برابر نیکی کی ہے وہی اسے دیکھے گا اور جس نے ذرّہ برابر برائی کی ہے وہ اسے دیکھے گا)۔

اس شخص نے تھوڑی فکر کرنے کے بعد کہا: کیا یہ جملہ وحی الٰہی ہے؟ صحابی نے اس شخص کے جواب میں کہا: بے شک۔ اس شخص نے کہا: میں نے اس آیت سے درس لے لیا ہے۔ یعنی یہی آیت میرے راہِ مستقیم پر چلنے اور آخرت کی یاد کے لئے کافی ہے۔ اور یہ کہہ کر وہ شخص چل پڑا۔

صحابی پیغمبرؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور سارا واقعہ بیان کیا۔ پیغمبرؐ نے فرمایا: اس کو آزاد چھوڑ دو اس نے حقیقت کو پالیا ہے۔ (تفسیر نمونہ، ج ۲۷، ص ۲۳۱)

(۲)

احسان

آیات

۱۔ احسان کے لئے حکم الٰہی:

﴿إِنَّ اللهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالإِحْسَانِ﴾ (سورۂ نحل، آیت ۹۰)

"بے شک اللہ عدل اور احسان کا حکم دیتا ہے۔"

۲۔ احسان کا بدلہ:

﴿هَلْ جَزَاءُ الْإِحْسَانِ إِلَّا الْإِحْسَانُ﴾ (سورۂ رحمٰن، آیت ۶۰)

"کیا احسان کا بدلہ احسان کے علاوہ کچھ اور بھی ہو سکتا ہے۔"

۳۔ نیکی کا شوق دلانا:

﴿لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا فِي هَذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ﴾ (سورۂ زمر، آیت ۱۰)

"جن لوگوں نے اس دنیا میں احسان کیا ان کے لئے نیکی ہے۔"

۴۔ رحمت الٰہی احسان کرنے والوں کے قریب ہے:

﴿إِنَّ رَحْمَةَ اللهِ قَرِيبٌ مِنَ الْمُحْسِنِينَ﴾ (سورۂ اعراف، آیت ۵۶)

"اس کی رحمت صاحبانِ حسن عمل سے قریب تر ہے۔"

۵۔خدا احسان کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے:

﴿وَاللّٰہُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ﴾ (سورۂ آل عمران، آیت ۱۴۸)

اور اللہ نیک عمل کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

روایات

۱۔نیک لوگوں کی خصلت:

قال علی علیہ السلام: ''اَلْاِحْسانُ غَرِیْزَۃُ الْاَخْیارِ'' (غرر الحکم، ج۱، ص۲۶۹)

مولا علیؑ نے فرمایا: ''احسان کرنا نیک لوگوں کی خصلت ہے۔''

۲۔بہترین ایمان:

قال علی علیہ السلام: ''اَفْضَلُ الْاِیْمانِ اَلْاِحْسانُ'' (غرر الحکم، ج۱، ص۲۷۱)

مولائے کائنات علیؑ نے فرمایا: ''بہترین ایمان احسان ہے۔''

۳۔احسان محبت کا سبب:

قال علی علیہ السلام: ''اَلْاُحْسانُ مُحَبَّۃٌ'' (غرر الحکم، ج۱، ص۲۷۵)

امیر المؤمنینؑ نے فرمایا: ''احسان محبت کا سبب ہوتا ہے۔''

۴۔گناہگار پر احسان:

قال علی علیہ السلام: ''اَلْاِحْسانُ اِلَی الْمُسِیءِ اَحْسَنُ الْفَضْلِ''

(غرر الحکم، ج ا، ص ۲۷۷)

حضرت علیؑ نے فرمایا: ''گناہگار پر احسان بہترین فضیلت ہے۔''

۵۔غلامی:

قال علی علیه السلام: ''بِالأَحْسانِ يُسْتَعْبَدُ الأنْسانُ'' (غرر الحکم، ج ا، ص ۲۸۰)

مولائے متقیانؑ نے فرمایا: ''احسان سے انسان غلام بن جاتا ہے۔''

تشریح

احسان ہر وہ عملِ نیک ہے جو واقعاً نیک ہو اور نگاہِ قدرت میں نیک کہے جانے کے قابل ہوتا کہ وہ اس کا اجر دے سکے ورنہ خیالی نیکیوں کی کوئی قیمت نہیں ہے۔

هل جزاء الاحسان الّا الاحسان ایک عقلی قانون بھی ہے اور شرعی قانون بھی۔ صاحبانِ عقل بھی اس حقیقت کا اعتراف رکھتے ہیں کہ نیکی کا بدلہ نیکی کے سوا کچھ نہیں ہوسکتا اور حکمِ شریعت بھی ہے کہ اگر کوئی شخص تمہارے ساتھ نیک برتاؤ کرے تو اس کی نیکی کا جواب نیکی ہی سے دو۔ اگر چہ بدسرشت افراد نے اس قانون کا بھی خیال نہیں رکھا اور پروردگار جیسے احسان کرنے والوں کے ساتھ بھی اچھا برتاؤ نہیں کیا اور اس کی بندگی سے کنارہ کش ہو گئے بلکہ اس کے وجود تک کا انکار کر دیا۔ خدا سے دعا ہے بحق چہاردہ معصومین علیہم السلام ہم سب کو احسان و نیکی کرنے کی توفیق عطا فرما۔ (آمین)

واقعات

۱۔احسان اور نیکی:

معمر بن خلود امام رضاؑ سے روایت نقل کرتا ہے کہ حضرت نے فرمایا: بنی اسرائیل میں ایک شخص نے خواب میں دیکھا کہ اس کے پاس کوئی شخص آیا اور اس نے کہا: تیری عمر میں آدھی زندگی آرام وسکون اور خوشی میں گزرے گی اور آدھی دوسری زندگی پریشانی وتنگدستی میں۔اب تیری مرضی ہے جس کو چاہے پہلے انتخاب کرلے۔اس شخص نے کہا: میرے ساتھ میری شریک حیات ہے بہتر ہے پہلے اس سے مشورہ کرلوں۔جب صبح ہوئی تو اس نے بیوی سے کہا: رات خواب میں، میں نے ایک شخص کو دیکھا اور اس نے مجھ سے کہا: تیری آدھی زندگی میں خوشیاں ہیں اور آدھی زندگی میں پریشانیاں ہیں۔اب تیری مرضی جس کو چاہے پہلے انتخاب کر۔اس کی بیوی نے کہا: پہلے خوشی کو انتخاب کرلو۔اس نے اپنی شریک حیات کی بات پر عمل کیا اور پہلے خوشی کو انتخاب کیا۔جب اس نے یہ کام کیا اور دنیا اس کی طرف آئی تو جب اسے کوئی نعمت ملتی تو اس کی زوجہ اس سے کہتی تمہارا فلاں ہمسایہ وپڑوسی ضرورت مند ومحتاج ہے اس کے ساتھ احسان کردیا اس سے کہتی تمہارا فلاں رشتہ دار نیاز مند اور ضرورت مند ہے اس کی مدد کرو۔اسی طرح ہمیشہ جو بھی اس کو نعمت ملتی وہ غریبوں اور محتاجوں کی مدد کرتا اور اس نعمت کا شکرادا کرتا اس طرح اس کی آدھی زندگی خوشیوں اور فراوانی میں گذری اور جب دوسری آدھی زندگی شروع ہوئی تو اس کی بیوی نے کہا:

قد انعم الله علینا فشکرنا والله اولیٰ بالوفاء یعنی: خدا نے ہمیں نعمت سے نوازا اور ہم نے اس کا شکر ادا کیا اور خدا یقیناً اپنے وعدے پر وفا کرنے والا ہے۔

یہی احسان، شکرِ نعمت، غریبوں، محتاجوں عزیز اقارب کی مدد کرنا سبب بنا کہ اس کی دوسری آدھی زندگی بھی خوشیوں اور فراوانی میں گزری۔ (بحار الانوار، ج ۷۷، ص ۵۵۔ شرح زیارت امین اللہ، ص ۳۱۵)

۲۔ احسان اور خدمتِ خلق

ابن عباس کہتے ہیں: میں مسجد الحرام میں امام حسنؑ کے قریب بیٹھا تھا اور آنحضرتؑ مسجد میں اعتکاف میں بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک دن امامؑ طواف کر رہے تھے کہ اتنے میں ایک شخص آنحضرتؑ کے پاس آیا اور عرض کی: اے فرزندِ رسولؐ میں مقروض ہوں مجھے اس قدر رقم چاہیے، اگر ممکن ہو تو میرا قرض ادا کر دیں۔

حضرتؑ نے فرمایا: اس خانہ کے رب کی قسم! میں نے اس حال میں صبح کی ہے کہ میرے پاس کچھ بھی نہیں۔ اس شخص سے کہا: اگر ممکن ہو تو مجھے صاحبِ قرض سے وقت لے کر دے دیں کیونکہ وہ مجھے ڈراتا اور دھمکاتا ہے۔ ابن عباس کہتے ہیں: امامؑ نے اپنے طواف کو چھوڑا اور اس شخص کے ساتھ اس کی حاجت روائی کے لئے چل پڑے۔ میں نے عرض کیا: اے فرزندِ رسولؐ! آپ اعتکاف میں ہیں۔ حضرت نے فرمایا: میں نے اپنے والدِ گرامی سے سنا ہے کہ رسولِ خداؐ نے فرمایا: جو بھی کسی مؤمن کی حاجت پوری کرے گا گویا اس نے نوّے ہزار سال خدا کی عبادت کی، ایسی عبادت کہ دن کو روزے سے اور راتوں کو قیام میں۔ (گنجینۂ معارف، ج ۱، ص ۴۵)

(۳)

اِخلاص

آیات

۱۔خالص عبادت

﴿وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ﴾ (سورۂ بینہ آیت ۵)

''اورانہیں صرف اس بات کا حکم دیا گیا تھا کہ خدا کی عبادت کریں اوراس عبادت کواسی کے لئے خالص رکھیں۔''

۲۔سب کچھ خدا کے لئے

﴿قُلْ إِنَّ صَلاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ﴾ (سورۂ انعام، آیت ۱۶۲)

''کہہ دیجئے کہ میری نماز، میری عبادتیں، میری زندگی، میری موت سب اللہ کے لئے ہے۔ جو عالمین کا پالنے والا ہے۔''

۳۔شیطان سے محفوظ

﴿وَلَأُغْوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ ☆ إِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِينَ﴾ (سورۂ

حجر، آیات ۴۰،۳۹)

''اور سب کو اکٹھا گمراہ کروں گا علاوہ تیرے ان بندوں کے جنہیں تو نے خالص بنایا ہے۔''

۴۔ نجات یافتہ

﴿فَانظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُنذَرِينَ ☆ إِلَّا عِبَادَ اللهِ الْمُخْلَصِينَ ﴾

(سورۂ صافات، آیات ۷۴،۷۳)

''تو اب دیکھو کہ جنہیں ڈرایا جاتا ہے ان کے نہ ماننے کا انجام کیا ہوتا ہے علاوہ ان لوگوں کے جو اللہ کے مخلص بندے ہوتے ہیں۔''

۵۔ مخلص بندوں کے سوا کوئی خدا کی توصیف نہیں کر سکتا

﴿سُبْحَانَ اللهِ عَمَّا يَصِفُونَ ☆ إِلَّا عِبَادَ اللهِ الْمُخْلَصِينَ ﴾ (سورۂ صافات، آیت ۱۶۰)

''ذات خدا پاک و منزہ ہے تمام صفات سے مگر خدا کے مخلص بندے اس کی توصیف کریں گے۔''

روایات

۱۔ کامیابی

قال علی علیہ السلام: ''اَلْإِخْلَاصُ فَوْزٌ'' (غرر الحکم، ج ۱، ص ۴۰۴)

مولائے کائنات علیؑ نے فرمایا: ''اخلاص کامیابی ہے۔''

۲۔عبادت کا معیار

قال علی علیه السلام: ''اَلۡاِخۡلَاصُ مِلَاکُ الۡعِبَادَةِ'' (غرر الحکم، ج۱، ص۴۰۵)

حضرت علیؑ نے فرمایا: ''اخلاص عبادت کا معیار ہے۔''

۳۔مقربین کی عبادت

قال علی علیه السلام: ''اَلۡاِخۡلَاصُ عِبَادَةُ الۡمُقَرَّبِیۡنَ'' (غرر الحکم، ج۱، ص۴۰۵)

امام علیؑ نے فرمایا: ''اخلاص مقربین کی عبادت ہے۔''

۴۔آزادی

قال علی علیه السلام: ''غَایَةُ الۡاِخۡلَاصِ اَلۡخَلَاصُ'' (غرر الحکم، ج۱، ص۴۰۷)

امیر المومنینؑ نے فرمایا: ''اخلاص کا نتیجہ (عذابِ خدا سے) خلاصی و رہائی ہے۔''

۵۔مراد پالینا

قال علی علیه السلام: ''مَنۡ اَخۡلَصَ بَلَغَ الۡآمالَ'' (غرر الحکم، ج۱، ص۴۰۸)

امیر المومنینؑ نے فرمایا: ''جس نے اپنے عمل و نیت میں خلوص پیدا کیا وہ اپنے مقصد و مراد کو پا گیا۔''

تشریح:

اخلاص اور خلوصِ نیت ایک بہت عظیم مسئلہ ہے جس پر قرآن مجید کی آیات و روایاتِ معصومینؑ میں بہت زور دیا گیا ہے۔

صرف مخلص افراد ہی کی فکر و نیت، عمل اور اخلاق قابل اہمیت ہیں اور صرف وہی لوگ اجرِ عظیم اور رضوانِ الٰہی کے مستحق ہوتے ہیں۔

اگر ہماری کوشش، اعمال اور اخلاقی امور غیر خدا کے لئے ہوں تو ان کی کوئی اہمیت نہیں اور خدا کے نزدیک اس کا کوئی ثواب نہیں ہے۔

اخلاص بہترین عمل ہے۔ اخلاص بہت بڑی کامیابی ہے۔ اخلاص عبادت کا ثمرہ ہے اور اسی اخلاص کے ذریعے انسانوں کے اعمال بلندیوں کی طرف جاتے ہیں اور پروردگار عالم مخلص بندوں کی دعاؤں کو بہت جلد مستجاب کرتا ہے۔

خدا سے دعا کرتے ہیں بحقِ محمدؐ و آلِ محمدؐ ہمیں خلوص نیت سے ہر نیک کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

واقعات

ا۔ شیطان کا وعدہ اور عابد کی شکست

کتاب خلاصۃ الاخیار اور دوسری معتبر کتابوں میں ملتا ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک درخت تھا جس میں سے شیطان آواز نکال کر لوگوں سے باتیں کیا کرتا تھا۔ اور کافی

لوگ اس درخت کے بارے میں الوہیت کے قائل ہو گئے تھے۔ ایک عابد کو جب اس ماجرے کے بارے میں پتہ چلا تو خلوصِ نیت سے اس درخت کو کاٹنے کا ارادہ کیا۔ پس اس عابد نے کلہاڑی اٹھائی اور اس درخت کے قریب آیا کہ اس کو کاٹ دے۔ اچانک شیطان انسانی صورت میں مجسم ہوا اور عابد کو درخت کاٹنے سے منع کیا۔ (مگر عابد نے کہا میں ضرور اس درخت کو کاٹوں گا) آپس میں جھگڑا ہوا اور عابد شیطان پر غالب آگیا اور شیطان کو زمین پہ گرا دیا۔ شیطان نے جب دیکھا کہ عابد اپنے ارادہ سے منحرف نہیں ہو رہا ہے تو اس نے عابد سے کہا: اگر اس درخت کو کاٹنے سے تمہارا مقصود ثواب ہے تو میں تمہارے لئے ایک ایسا فعل انجام دیتا ہوں جس کا ثواب اور اجر اس سے بہتر ہے۔ عابد نے کہا: وہ کون سا عمل ہے؟ شیطان نے کہا: جب تک تم زندہ ہو میں وعدہ کرتا ہوں کہ تمہارے مصلّے کے نیچے سے تمہیں ہر روز دو دینار سونے کے ملیں گے اور تم وہ دینار فقراء میں تقسیم کر دینا۔ عابد بیچارہ شیطان کے فریب میں آگیا اور درخت کو کاٹنے سے منحرف ہو گیا۔ شیطان نے چند دنوں تک تو اپنے وعدے پر عمل کیا لیکن کچھ دنوں کے بعد جب عابد کو مصلّے کے نیچے سے دینار نہ ملے تو دوبارہ درخت کو کاٹنے کے لئے چل پڑا۔ شیطان پھر عابد کے راستہ میں آیا اور درخت کاٹنے سے روکا لیکن عابد نے انکار کیا، دونوں میں دوبارہ جھگڑا ہوا۔ اس دفعہ شیطان نے عابد پر غلبہ پایا اور عابد کو زیر کر دیا۔ عابد نے تعجب کیا اور شیطان سے سوال کیا کہ کیا وجہ ہے اُس دفعہ میں غالب آیا تھا اور اِس دفعہ تو غالب ہوا؟ شیطان نے کہا: اُس دفعہ تیری نیت خالص تھی اور اللہ تعالیٰ کے لئے تو کام انجام دینا چاہتا تھا

لیکن اس دفعہ تیری نیت خالص نہ تھی بلکہ دینار نہ ملنے کی وجہ سے تو یہ کام انجام دینا چاہتا تھا۔ (خزینۃ الجواہر فی لینۃ المنابر، ج ۲، ص ۱۰۱۲)

۲۔ اخلاص کی بقا:

شیخ عباسی قمی (قدس سرہ) نے سفینۃ البحار کی جلد دوم صفحہ ۶۶۸ (لفظِ خلص) میں شیخ شرف الدین بن مونس کی کتاب مختصر الاحیاء سے نقل کیا ہے کہ: انہوں نے اخلاص کے باب میں تحریر کیا ہے: جو بھی اپنے عمل کو خلوصِ نیت سے اللہ کے لئے انجام دے گا اگرچہ نیت نہ ہو تو اس کے آثار اور برکات اس کے لئے اور اسی طرح اس کے لواحقین و پسماندگان کے لئے روزِ قیامت تک باقی و قائم رہیں گے۔ جیسا کہ نقل کرتے ہیں کہ: جب حضرت آدمؑ زمین پر تشریف لائے تو زمین پر رہنے والے مختلف حیوانات ان کی زیارت اور سلام کے لئے حاضر ہوئے۔ آپؑ نے آنے والے جانوروں کو ان کی حیثیت اور منزلت کے مطابق دعا فرمائی۔

ہرنوں کا ایک دستہ آدمؑ کے سلام کے لئے ان کے پاس آیا، حضرت آدمؑ نے ان کی پشت پر شفقت سے ہاتھ پھیرا اور ان کے حق میں دعا فرمائی، جس کے نتیجے میں حق تعالیٰ نے انہیں نافہ مشک عطا فرمایا۔

جب یہ ہرن مشک کے امین بن کے اپنی قوم میں گئے تو دوسرے ہرنوں نے کہا: آج ہمیں تم سے عجیب سی خوشبو محسوس ہو رہی ہے اور آج سے قبل یہ خوشبو تم میں نہیں پائی جاتی تھی یہ خوشبو کہاں سے لائے ہو؟

ہرنوں نے کہا: ہم خدا کے برگزیدہ حضرت آدمؑ کی زیارت کے لئے گئے تھے

انہوں نے ہماری پشت پر دست شفقت پھیرا اور ہمارے حق میں دعا فرمائی، اللہ تعالیٰ نے ہمیں نافہ مشک کا حامل بنا دیا۔

جب دوسرے ہرنوں نے یہ سنا تو انہوں نے کہا: ہم بھی آدمؑ کے پاس نافہ مشک حاصل کرنے کو جاتے ہیں۔ یہ کہہ کر وہ حضرت آدمؑ کے پاس آئے اور ان کو سلام کیا۔ حضرتؑ نے ان کی پشت پر شفقت کا ہاتھ پھیرا اور ان کے لئے دعا فرمائی مگر ان میں وہ خوشبو پیدا نہ ہوئی۔

انہوں نے واپس آ کر ہرنوں کی پہلی ٹولی سے کہا: ہم نے بھی آدمؑ کی زیارت کی، انہوں نے ہماری پشت پر دستِ شفقت پھیرا اور دعا بھی کی، مگر ہمارے اندر وہ خوشبو پیدا نہیں ہوئی جو تمہارے اندر ہے۔

تو دوسرے ہرنوں نے جواب دیا: ہماری اور تمہاری نیت میں فرق تھا تم نے حضرت آدمؑ کی زیارت کو خلوصِ نیت سے انجام نہیں دیا بلکہ تمہاری نیت یہ تھی کہ پروردگار تم کو بھی صاحب نافہ مشک عطا کرے، اس لئے تم محروم رہے اور ہماری نیت خالص تھی لہٰذا حق تعالیٰ نے ہمیں اس خوشبو سے نوازا اور یہ خوشبو قیامت تک ان کی نسلوں میں باقی اور قائم رہے گی۔ (ہزار و یک حکایت اخلاقی، ص ۲۰۸)

(۴)

اخلاق

آیات

۱۔ حُسنِ خلق:

﴿إِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیمٍ﴾

(سورۂ قلم، آیت ۴)

آپ بلندترین اخلاق کے درجہ پر ہیں۔

۲۔ بہترین کلام:

﴿وَقُلْ لِعِبَادِی یَقُولُوا الَّتِی هِیَ أَحْسَنُ﴾ (سورۂ اسراء، آیت ۵۳)

اور میرے بندوں سے کہہ دیجئے کہ صرف اچھی باتیں کیا کریں۔

۳۔ بہترین جواب:

﴿وَإِذَا حُیِّیتُمْ بِتَحِیَّةٍ فَحَیُّوا بِأَحْسَنَ مِنْهَا أَوْ رُدُّوهَا﴾ (سورۂ نساء، آیت ۸۶)

اور جب تم لوگوں کو کوئی تحفہ (سلام) پیش کیا جائے تو اس سے بہتر یا (کم سے کم) ویسا ہی واپس کرو۔

۴۔وہ کہو جس پر خود عمل کرتے ہو:

﴿یاأَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوا لِمَ تَقُولُونَ مَا لاتَفْعَلُون﴾ (سورۂ صف، آیت ۲)

ایمان والو آخر وہ بات کیوں کہتے ہو جس پر عمل نہیں کرتے ہو۔

۵۔ با اَخلاق بندوں کی صفت

﴿وَإِذَا مَرُّوا بِاللَّغْوِ مَرُّوا كِرَامًا﴾ (سورۂ فرقان، آیت ۷۲)

اور جب لغو کاموں کے قریب سے گزرتے ہیں تو بزرگانہ انداز سے گزر جاتے ہیں۔

روایات

۱۔کمال ایمان کی نشانی:

قَالَ الْبَاقِرُ: "اِنَّ اَكْمَلَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِيْمَاناً اَحْسَنُهُم خُلْقاً" (اصول کافی ج۲، ص۹۹)

حضرت امام محمد باقرؑ نے فرمایا: "بے شک از روئے ایمان سب سے زیادہ کامل وہ ہے جو از روئے خلق سب سے اچھا ہو۔

۲۔بہترین نیکی:

قَالَ الْحَسَنُ: "اِنَّ اَحْسَنَ الْحَسَنِ اَلْخُلُقُ الْحَسَنُ" (خصال ص۲۹، وسائل ج۱۲، ص۱۵۳)

امام حسنؑ نے فرمایا: ''بہترین نیکی اور خوبی بہترین اخلاق ہے۔

۳۔افضل عمل:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِؐ: ''مَا یُوْضَعُ فِیْ مِیْزَانَ امْرِیءٍ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ اَفْضَلُ مِنْ حُسْنِ الْخُلْقِ'' (اصولِ کافی ج۲،ص۹۹)

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا: روزِ قیامت میزان میں کسی کا کوئی عمل حُسن خلق سے زیادہ افضل نہ ہوگا۔

۴۔طولانی عمر کا سبب:

قَالَ الصَّادِقُؑ: '' اَلْبِرُّ وَ حُسْنُ الْخُلْقِ یَعْمُرَانِ الدِّیَارَ وَ یَزِیْدَانِ فِی الْاَعْمَارِ'' (اصول کافی ۲،ص۱۰۰)

حضرت امام صادقؑ نے فرمایا: نیکی اور حُسن خُلق شہروں کو آباد کرتے ہیں اور عمروں کو بڑھاتے ہیں۔

۵۔بہترین دوست:

قَالَ عَلِیٌؑ: لَا قَرِیْنَ کَحُسْنِ الْخُلْقِ (غرر الحکم ج۱،ص۴۲۰)

حضرت امیر المومنینؑ نے فرمایا: ''حسن خلق جیسا کوئی رفیق وساتھی نہیں۔

تشریح:

انسان کی شناخت اس کے اخلاق اور کردار سے ہوتی ہے۔جس کا اخلاق بہترین

ہوگا اس کے ساتھی اور دوست زیادہ ہوں گے۔ اسی لئے خدا نے انسان کی ہدایت کے لئے جتنے بھی ہادی بھیجے، تمام کے تمام اخلاق کے اعلیٰ درجہ پر فائز تھے اور انسان کو اپنے اخلاق ہی کے ذریعہ مقام و منزلت ملتی ہے اور بہترین اخلاق ہی باعث بنتا ہے کہ اس کے رزق میں وسعت اور عمر طولانی ہو۔ بیہودہ اور بری باتوں سے پرہیز کریں اور اچھے اخلاق کی طرف مائل ہوں، کیونکہ بہترین ساتھی اخلاق ہے اور ہر مقام و جگہ پر اخلاق حسنہ کے حامل افراد کو لوگ پسند کرتے ہیں۔ ہمیں چاہیے کہ ہمیشہ اخلاقِ حسنہ کو اپنائیں خدا سے دعا ہے کہ بحقِ محمدؐ و آلِ محمدؐ ہمیں بہترین اخلاق اپنانے کی توفیق عطا فرما۔ (آمین)

واقعات

ا۔امام موسیٰ کاظمؑ کا اخلاق:

شیخ مفیدؒ اور دوسرے علماء نے روایت کی ہے کہ مدینہ طیبہ میں ایک شخص خلیفہ دوم کی اولاد میں سے رہتا تھا جو ہمیشہ امام موسیٰ کاظمؑ کو تکلیف دیتا اور آپؑ کو برا بھلا کہتا اور جب حضرت کو دیکھتا تو حضرت امیر المومنین علیؑ کو گالی دیتا۔ یہاں تک کہ آپؑ کے متعلقین میں سے کچھ لوگ کہنے لگے کہ ہمیں اجازت دیجئے کہ ہم اس فاجر کو قتل کر دیں۔ آپؑ نے انہیں سختی کے ساتھ اس کام سے منع کیا اور انہیں جھڑک دیا اور پوچھا کہ وہ شخص کہاں ہے۔ عرض کیا گیا کہ مدینہ کی فلاں طرف زراعت میں مشغول

ہے۔ حضرتؑ سوار ہوئے اور مدینہ سے اسے دیکھنے کے لئے تشریف لے گئے۔

جب پہنچے تو وہ اپنے کھیت میں کھڑا تھا۔ حضرت اپنی سواری پر اس کے کھیت میں داخل ہو گئے۔ وہ چلاّنے لگا کہ ہماری زراعت کو خراب نہ کرو اور اس راستہ سے نہ آؤ۔ حضرت جس طرح جا رہے تھے، چلتے رہے، یہاں تک کہ اس کے قریب جا کر بیٹھ گئے اور اس سے کشادہ روئی کے ساتھ باتیں کرنے لگے اور اس سے سوال کیا کہ تو نے اس کھیت پر کتنا خرچ کیا ہے۔ کہنے لگا کہ سو اشرفی۔ آپؑ نے فرمایا: کتنی امید ہے کہ اس سے منافع حاصل کر لے گا۔ کہنے لگا میں غیب نہیں جانتا۔ آپؑ نے فرمایا: میں نے کہا کتنی آمدنی کی تجھے امید ہے، کہنے لگا امید ہے کہ دو سو اشرفی آمدنی ہو گی۔

بس آپؑ نے کیسہ زر نکالا کہ جس میں تین سو اشرفیاں تھیں اور اس کو دے دیں اور فرمایا: اسے لے اور تیری زراعت بھی تیرے لئے ہے اور خدا تجھے اس سے اتنی ہی روزی دے گا کہ جس کی تو امید رکھتا ہے۔ وہ عمری شخص کھڑا ہو گیا اور اس نے آپؑ کے سر کا بوسہ لیا اور حضرت سے درخواست کی کہ اس کی تقصیرات سے درگزر کرتے ہوئے اسے معاف کر دیں۔ حضرت نے تبسم فرمایا اور واپس تشریف لائے۔ پھر اس عمری کو مسجد میں بیٹھے ہوئے لوگوں نے دیکھا کہ جب اس کی نگاہ حضرت پر پڑی تو کہنے لگا **اللّٰہ اعلم حیث یجعل رسالتہ** خدا بہتر جانتا ہے کہ وہ اپنی رسالت کہاں قرار دے۔ اس کے ساتھیوں نے اس سے کہا تجھے کیا ہو گیا تو پہلے تو کچھ اور کہتا تھا۔ کہنے لگا تم نے سنا ہے جو میں نے کہا اب پھر سنو۔ پس اس نے آپؑ کو دعا دینا شروع کی۔ اس کے ساتھیوں نے اس سے جھگڑا کیا وہ بھی اُن سے جھگڑتا رہا۔ پس

حضرتؑ نے اپنے اصحاب سے کہا کہ کون سا طریقہ بہتر ہے وہ جو تم نے ارادہ کیا تھا یا وہ جو میں نے اختیار کیا۔ میں نے اپنے احسان و اخلاق کے ذریعہ اس کی اصلاح کر دی اور اس سے شر دور کر دیا۔ (احسن المقال ج ۲، ص ۱۹)

۲۔ مالکِ اشترؒ کا اخلاق:

منقول ہے کہ مالک اشترؒ ایک روز بازار کوفہ سے عام لباس پہنے ہوئے گزر رہے تھے۔ ایک بازاری مرد نے جب ان کو دیکھا تو اپنی نگاہ میں حقیر اور پست جانا اور حقارت سے ان کی طرف ایک پتھر پھینکا۔ مالک اشترؒ نے اس کی طرف کوئی توجہ نہ دی۔ کسی نے اس بازاری شخص سے کہا: تجھ پر وائے ہو تو نے یہ کیا کیا؟ تم جانتے ہو کس کی طرف پتھر پھینکا ہے؟ اس نے کہا: نہیں! کہا: یہ مالک اشترؒ حضرت امیر المومنینؑ کے اصحاب میں سے ہیں۔

اس شخص کا بدن لرزنے لگا اور مالکِ اشترؒ سے عذر خواہی کے لئے چل پڑا۔ دیکھا کہ مالک اشترؒ مسجد میں نماز پڑھ رہے ہیں۔ جب مالک اشترؒ نماز سے فارغ ہوئے تو وہ بازاری شخص مالک اشترؒ کے پیروں میں گر گیا اور عذر خواہی کرنے لگا۔ مالک اشترؒ نے کہا: کوئی بات نہیں (نہ ڈرو) خدا کی قسم میں مسجد میں فقط تمہاری وجہ سے آیا ہوں اور خدا سے تمہارے لئے مغفرت کی دعا کی ہے۔ (آمال الواعظین ج ۱، ص ۱۲۳)

(۵)

اسراف

آیات

۱۔اسراف نہ کرو:

﴿وَکُلُوا وَاشْرَبُوا وَلاتُسْرِفُوا إِنَّهُ لایُحِبُّ الْمُسْرِفِينَ ﴾(سورۂ اعراف آیت ۳۱)

''اور کھاؤ پیو مگر اسراف نہ کرو کہ خدا اسراف کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا ہے۔''

۲۔فرعون اسراف کرنے والوں میں سے تھا:

﴿وَإِنَّ فِرْعَوْنَ لَعَالٍ فِي الْأَرْضِ وَإِنَّهُ لَمِنَ الْمُسْرِفِينَ ﴾(سورۂ یونس آیت ۸۳)

''اور فرعون بہت اونچا ہے اور وہ اسراف اور زیادتی کرنے والا بھی ہے۔''

۳۔اسراف کرنے والوں کی اطاعت نہ کرو:

﴿وَلاتُطِيعُوا أَمْرَ الْمُسْرِفِينَ ☆ الَّذِينَ يُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ

وَلاَيُصْلِحُونَ ﴾(سورۂ شعراء آیت ۱۵۲،۱۵۱)

''اور اسراف وزیادتی کرنے والوں کی بات نہ مانو جو زمین پر فساد برپا کرتے ہیں اور اصلاح نہیں کرتے ہیں۔

۴۔ اہلِ اسراف کی ہلاکت:

﴿وَأَهْلَكْنَا الْمُسْرِفِينَ ﴾(سورۂ انبیاء آیت ۹)

''اور اسراف وزیادتی کرنے والوں کو ہم نے تباہ وبرباد کردیا۔

۵۔ اسراف اور عذابِ الٰہی:

﴿وَكَذٰلِكَ نَجْزِي مَنْ أَسْرَفَ وَلَمْ يُؤْمِنْ بِآيَاتِ رَبِّهِ وَلَعَذَابُ الْآخِرَةِ أَشَدُّ وَأَبْقَى ﴾(سورۂ طٰہٰ آیت ۱۲۷)

''اور ہم اسراف وزیادتی کرنے والے اور اپنے رب کی نشانیوں پر ایمان نہ لانے والوں کو اسی طرح سزا دیتے ہیں اور آخرت کا عذاب یقیناً سخت ترین اور ہمیشہ باقی رہنے والا ہے۔

روایات:

۱۔ اسراف مذموم ہے:

قَالَ عليٌّ عليه السلام: اَلاِسْرَافُ مَذْمُومٌ فِيْ كُلِّ شَيْءٍ اِلَّا فِي اَفْعَالِ الْخَيْرِ (غرر الحکم ج۱، ص۶۴۹)

مولائے کائنات علیؑ نے فرمایا: اسراف ہر چیز میں مذموم ہے، مگر نیک کام میں نہیں۔

۲۔ نعمت کا زائل ہونا:

قَالَ الْكَاظِمُ علیہ السلام: مَنْ بَذَّرَ وَ اَسْرَفَ زَالَتْ عَنْهُ النِّعْمَةُ (بحار الانوار ج ۷۵، ص ۳۲۷)

امام موسیٰ کاظمؑ نے فرمایا: جو شخص فضول خرچی اور اسراف کرتا ہے اس سے نعمت زائل ہو جاتی ہے۔

۳۔ برکت کم ہونا:

قَالَ الصَّادِقُ علیہ السلام: اِنَّ مَعَ الْاِسْرَافِ قِلَّةُ الْبَرَكَةِ (وسائل الشیعہ ج ۲۱، ص ۵۵۶)

امام جعفر صادقؑ نے فرمایا: بے شک اسراف کرنے سے برکت کم ہو جاتی ہے۔

۴۔ کم ترین اسراف:

قَالَ الصَّادِقُ علیہ السلام: اَدْنَى الْاِسْرَافِ هِرَاقَةُ فَضْلِ الْاِنَاءِ (اصول کافی ج ۶، ص ۲۴۰)

امام صادقؑ نے فرمایا: کم ترین اسراف یہ ہے کہ اپنے برتن (کھانے یا پینے) کا بچا ہوا پھینک دینا۔

۵۔ فقر کا سبب

قَالَ عَلِيٌّ علیہ السلام: سَبَبُ الْفَقْرِ الْاِسْرَافُ (غرر الحکم ج ۱، ص ۶۵۰)

مولا علیؑ نے فرمایا: اسراف ناداری اور فقر کا سبب ہے۔

تشریح:

کھانے پینے، بخشش، انفاق میں اسراف کرنا ایک برا فعل اور عمل ہے، انسان کو چاہیے کہ اسراف اور زیادہ روی، فضول خرچی سے پرہیز کرے۔ قرآن اور روایات میں اسراف کرنے والے کی مذمت کی گئی ہے اور اسراف کرنے سے رزق میں تنگی اور نعمت زائل ہو جاتی ہے۔ امام رضاؑ ایک شخص کو دیکھ رہے تھے کہ جو پھل کھا رہا تھا وہ شخص پورا پھل نہ کھاتا (مثلاً آدھا سیب کھاتا اور آدھا پھینک دیتا) امامؑ اس پر ناراض ہوئے اور فرمایا: اگر تم بے نیاز اور غنی ہو تو معاشرے میں نیازمند و فقیر افراد موجود ہیں، ان میں تقسیم کرو۔

ہمیں کوشش کرنی چاہیے کہ اسراف نہ کریں، اگر اسراف کا اپنے معاشرے میں مشاہدہ کرنا ہو تو شادیوں، دعوتوں وغیرہ میں دیکھ لیں کہ ہم لوگ کتنا اسراف کرتے ہیں۔ اس کو چھوڑیے پانی کے استعمال میں ہم کتنا اسراف کرتے ہیں۔

خدا سے دعا کرتے ہیں بحق چہاردہ معصومینؑ ہمیں اسراف سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

واقعات:

ا۔ پانی کا اسراف:

حسن بصری ایک دن مولائے کائنات علیؑ کے ساتھ فرات کے کنارے جا رہے تھے۔ انہیں پیاس محسوس ہوئی تو انہوں نے ایک برتن میں پانی بھرا اور کچھ پانی پی کر باقی پانی زمین پر انڈیل دیا۔

حضرت علیؑ نے فرمایا: تو نے پانی زمین پر انڈیل کر اسراف کیا۔ تیرے لیے بہتر تھا کہ باقی پانی کو دریا میں انڈیل دیتا۔

حضرت علیؑ کی نصیحت سن کر حسن بصری کو غصہ آیا اور کہا: اگر میں نے تھوڑا سا پانی زمین پر انڈیل دیا ہے تو آپؑ اسے فضول خرچی اور اسراف قرار دیتے ہیں جب کہ آپؑ کی تلوار سے مسلمانوں کا خون ٹپک رہا ہے کیا وہ اسراف نہیں ہے؟

حضرت علیؑ نے فرمایا: تجھے باغیوں سے اتنی ہمدردی تھی تو تو نے ان کی مدد کیوں نہ کی؟

حسن بصری نے کہا: میرا ارادہ تھا کہ میں تلوار لے کر آپؑ کے باغیوں کی مدد کروں لیکن اس وقت میں نے ایک غیبی آواز سنی تھی کہ قاتل و مقتول دونوں دوزخی ہیں۔ اسی لئے میں اپنے گھر میں بیٹھ گیا تھا۔

امیر المومنینؑ نے پوچھا: تو نے سچ کہا اور کیا تو جانتا ہے کہ وہ آواز کس کی تھی؟

حسن بصری نے کہا: نہیں۔

حضرت علیؑ نے فرمایا: وہ ابلیس کی آواز تھی۔

پھر آپؑ نے فرمایا: ہر امت میں ایک سامری ہوتا ہے اور حسن بصری اس امت کا سامری ہے۔ (پند تاریخ ج۳، ص۲۲۰)

۲۔ اسراف نہ کرو:

ایک شخص امام صادقؑ کی خدمت میں آیا اور عرض کیا: مجھے کچھ مقدار قرض چاہیے جب مستطیع ہو جاؤں گا تو آپؑ کا قرضہ ادا کر دوں گا۔

امامؑ نے فرمایا: کیا تمہارے پاس زراعت ہے، جس کے ذریعہ میرا قرض ادا کر سکو؟

اس شخص نے کہا: خدا کی قسم میرے پاس کوئی زراعت وکھیتی باڑی نہیں۔

امامؑ نے فرمایا: کیا کوئی تجارت وغیرہ کرتے ہو کہ جس کو بیچ کر میرا قرض ادا کر سکو؟

کہا: نہیں۔

امامؑ نے فرمایا: یا تمہارے پاس کوئی مِلک یا جائیداد ہے جس کو فروخت کر کے میرا قرض ادا کر سکو؟

کہا: خدا کی قسم ایسی بھی کوئی چیز میرے پاس نہیں۔

امامؑ نے فرمایا: خداوند متعال نے ہمارے مال وثروت میں سے تم جیسے لوگوں کے لئے حق رکھا ہے۔

اس وقت امامؑ نے (خادم) کو حکم دیا کہ وہ کیسہ لے کر آئے جس میں پیسے رکھے ہوئے ہیں۔ (کیسہ لایا گیا) امامؑ نے کیسہ میں ہاتھ ڈال کر ایک مٹھی اس شخص کو پیسے

دیے اور اس کے بعد فرمایا:

خدا سے ڈرو اور اسراف نہ کرو، سختی سے کام نہ لو، میانہ روی اختیار کرو، فضول خرچی اور زیادہ روی اسراف ہے کیونکہ خداوند متعال فرماتا ہے زیادہ روی نہ کرو۔ (ہزار و یک حکایت اخلاقی ص ۵۲۸)

(۶)

آزمائش وامتحان

آیات:

۱۔آزمائش وامتحان الٰہی:

﴿ أَحَسِبَ النَّاسُ أَنْ يُتْرَكُوا أَنْ يَقُولُوا آمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُونَ ﴾(سورۂ عنکبوت آیت۲)

کیالوگوں نے یہ خیال کر رکھا ہے کہ وہ صرف اس پر چھوڑ دیے جائیں گے کہ وہ یہ کہہ دیں ہم ایمان لے آئے ہیں اور ان کا امتحان نہیں ہوگا۔

۲۔امتحان میں گمراہی کا خطرہ:

﴿قَالَ فَإِنَّا قَدْ فَتَنَّا قَوْمَكَ مِنْ بَعْدِكَ وَأَضَلَّهُمُ السَّامِرِيُّ ﴾(سورۂ طٰہٰ آیت۸۵)

ارشاد ہوا کہ ہم نے تمہارے بعد تمہاری قوم کا امتحان لیا اور سامری نے انہیں گمراہ کر دیا ہے۔

۳۔وسائل آزمائش وامتحان:

﴿وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِنَ الْأَمْوَالِ

وَالْأَنفُسِ وَالثَّمَرَاتِ وَبَشِّرْ الصَّابِرِينَ ﴾ (سورۂ بقرہ آیت ۱۵۵)

اور یقیناً ہم تمہیں تھوڑے خوف، تھوڑی بھوک اور اموال، نفوس اور ثمرات کی کمی سے آزمائیں گے اور اے پیغمبر آپ ان صبر کرنے والوں کو بشارت دے دیں۔

۴۔ آزمائش و امتحان کی جگہ:

﴿إِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْأَرْضِ زِينَةً لَهَا لِنَبْلُوَهُمْ أَيُّهُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا ﴾ (سورۂ کہف آیت ۷)

بے شک ہم نے رُوئے زمین کی ہر چیز کو زمین کی زینت قرار دے دیا ہے تاکہ ان لوگوں کا امتحان لیں کہ ان میں عمل کے اعتبار سے سب سے بہتر کون ہے۔

۵۔ مال اور اولاد آزمائش کا ذریعہ:

﴿وَاعْلَمُوا أَنَّمَا أَمْوَالُكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ﴾ (سورۂ انفال آیت ۲۸)

اور جان لو کہ یہ تمہاری اولاد اور تمہارے اموال ایک آزمائش ہیں۔

روایات:

ا۔ ایمان کے حساب سے امتحان:

قَالَ الصَّادِق علیه السلام: اِنَّ اَشَدَّ النَّاسِ بَلَاءً الْاَنْبِیَاءُ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الْاَمْثَلُ فَالْاَمْثَلُ (اصول کافی ج ۲، ص ۲۵۲)

حضرت امام صادق ؑ نے فرمایا: لوگوں میں سب سے زیادہ سخت امتحان انبیاء کا

ہے اس کے بعد جو ان سے قریب ہوں اور اس کے بعد جس کا رتبہ بلند ہوگا۔

۲۔ایمان اور امتحان:

قَالَ الْبَاقِرُ علیہ السلام: اِنَّمَا الْمُؤْمِنُ بِمَنْزِلَۃَ کَفَّۃَ الْمِیْزَانِ کُلَّمَا زِیْدَ فِیْ اِیْمَانِہٖ زِیْدَ فِی بَلَائِہٖ (اصول کافی ج ۲، ص ۲۵۳)

امام محمد باقرؑ نے فرمایا: مومن کی مثال ترازو کے پلڑے کی سی ہے جتنا ایمان زیادہ ہوتا ہے اتنی مصیبت زیادہ ہوتی ہے۔

۳۔آزمائش بقدر دین:

قَالَ الْبَاقِرُ علیہ السلام: اِنَّمَا یُبْتَلَی الْمُؤْمِنُ فِی الدُّنْیَا عَلٰی قَدْرِ دِیْنِہٖ (اصول کافی ج ۲، ص ۲۵۳)

امام باقرؑ نے فرمایا: دنیا میں مومن بقدر اپنے دین کے آزمائش کیا جاتا ہے۔

۴۔جنت میں مقام:

قَالَ الصَّادِقُ علیہ السلام: اِنَّ فِی الْجَنَّۃِ مَنْزِلَۃَ مَنْزِلَۃً لَا یَبْلُغُھَا عَبْدٌ اِلَّا بِالْاِبْتَلَاءِ فِی جَسَدِہٖ (اصول کافی ج ۲، ص ۲۵۵)

امام جعفر صادقؑ نے فرمایا: جنت میں ایک مقام ہے جسے انسان نہیں پاتا جب تک اس کا جسم مبتلائے امتحان ومصیبت نہ ہو۔

۵۔خدا کے دوست:

قَالَ الصَّادِقُ علیہ السلام: اِنَّ عَظِیْمَ الْاَجْرِ لَمَعَ عَظِیْمِ الْبَلَاءِ وَ مَا اَحَبَّ اللّٰہُ قَوْماً اِلَّا ابْتَلَاھُمْ (اصول کافی ج ۲، ص ۲۵۲)

امام صادقؑ نے فرمایا: جتنی مصیبت زیادہ ہوگی اتنا ہی اجر زیادہ ہوگا خدا جن لوگوں کو دوست رکھتا ہے ان کو مصیبت میں ضرور مبتلا کرتا ہے۔

تشریح:

پروردگار عالم نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا۔ انسان یہ سوچتا ہے کہ بس ہم اس دنیا میں آ گئے اور ہماری کسی قسم کی آزمائش نہ ہوگی اور بس یہی دنیا ہے اس کے علاوہ کچھ نہیں۔ یہ انسان کی بھول ہے، قرآن و روایات میں آزمائش و امتحان اور مصیبت کا ذکر ہوا ہے اور انسان کا امتحان اس کے ایمان کے اعتبار سے ہوگا جتنا ایمان قوی اتنا ہی امتحان سخت ہوگا۔ اب یہ کس طرح پتہ چلے کہ مثلاً مال اور اولاد ہمارے لئے امتحان ہے یا مصیبت۔ اگر شکر الٰہی اور عبادات میں ان کے بعد کمی آجائے اور زبان پر شکوہ اور شکایت جاری ہو تو سمجھنا کہ مصیبت ہے اور اگر شکر اور عبادات میں کمی نہ آئے بلکہ اضافہ ہو جائے تو سمجھنا کہ یہ امتحان ہے۔ کسی نے پیغمبر اکرمؐ سے سوال کیا کہ دنیا میں سب سے زیادہ سخت امتحان کس کا ہوتا ہے، حضرت نے فرمایا: انبیاء پھر اوصیاء اور پھر مومنین اور اس کے بعد مومنین بقدر اپنے ایمان اور حسنِ عمل معرضِ امتحان میں آئیں گے جس کا امتحان اور عمل صحیح ہوگا اتنی ہی اس کی مصیبت سخت ہوگی اور جس کا ایمان ہلکا اور کمزور ہوگا اتنی ہی اس کی مصیبت کم ہوگی۔

بہر حال ہمیں ہمیشہ امتحان و آزمائش کے لئے تیار رہنا چاہیے۔ خدا سے دعا

کرتے ہیں بحقِ شہدائے کربلا ہمیں ہر امتحان میں کامیابی عطا فرمائے۔ (آمین)

واقعات:

ا۔ مال امتحانِ الٰہی کا وسیلہ:

خداوند متعال نے ایک صحرائی گوسفند حضرت ابراہیمؑ کو دیا۔ ایک روز معمول کے مطابق حضرت ابراہیمؑ صحرا میں گوسفند چرا رہے تھے کہ اچانک اس بیابان وصحرا میں ایک دل ربا معشوق کی آواز سنی کہ کوئی کہہ رہا ہے "سبوح قدوس، ربنا و رب الملائکۃ و الروح "حضرت ابراہیمؑ نے آواز دی: اے بندۂ خدا تو نے میرے محبوب کا نام لیا۔ اگر ایک دفعہ اور کہو تو اس گوسفند کا تیسرا حصہ تمہیں دے دوں گا۔ دوبارہ آواز آئی "سبوح قدوس، ربنا و رب الملائکۃ و الروح "پھر جناب ابراہیمؑ نے کہا: ایک دفعہ اور میرے محبوب کا نام لے تو آدھا گوسفند تجھے دے دوں گا۔ میں اس ذکر کا عاشق ہوں اور اس ذکر سے لذت حاصل کر رہا ہوں کہ کوئی کہے آواز بلند ہوئی "سبوح قدوس، ربنا و رب الملائکۃ و الروح "۔ حضرت ابراہیمؑ نے کہا: ایک دفعہ اور کہو، تمام گوسفند میں تم کو دے دوں گا۔ اس نے پھر کہا۔ حضرت ابراہیمؑ نے آواز دی: اے صاحبِ صدا و ذکر (یہ ذکر کہنے والے) آؤ اور یہ گوسفند اپنا مجھ سے لے جاؤ۔ دیکھا کہ حسین وجمیل جوان بہترین لباس پہنے ہوئے نکل کے سامنے آیا اور کہا: اے ابراہیمؑ وہ میں تھا۔

حضرت ابراہیمؑ نے کہا: یہ تمہارا گوسفند، خدا حافظ! حضرت ابراہیمؑ چند قدم ہی چلے تھے کہ جوان نے آواز دی: ''ابراہیم ادھر آؤ''۔ جناب ابراہیمؑ جوان کے قریب آئے۔ جوان نے کہا: کہاں جا رہے ہو؟ اپنا گوسفند تو لے جاؤ! ابراہیمؑ نے کہا: میں نے یہ گوسفند آپ کو بخش دیا ہے۔ جوان نے کہا: میں اس کا کیا کروں گا؟ میں جبرائیل ہوں۔ میں تمہارے امتحان کے لئے آیا تھا۔ (گنجینۂ معارف ج ۱، ص ۱۱۳)

قومِ موسیٰؑ کا امتحان:

علی ابن ابراہیم نے روایت کی ہے کہ حق تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ سے وعدہ کیا کہ تیس روز میں توریت اور لوحیں اُن کے پاس بھیجی جائیں گی آپ نے بنی اسرائیل کو وعدۂ خدا کی اطلاع دی اور کوہ طور کی جانب روانہ ہوئے اور اپنی قوم میں ہارون کو اپنا خلیفہ بنایا جب تیس روز گزر گئے اور موسیٰؑ واپس نہ آئے تو اُن لوگوں نے ہارون کی اطاعت ترک کردی اور چاہا کہ ان کو مار ڈالیں اور کہنے لگے کہ موسیٰؑ نے ہم سے غلط کہا اور ہمارے پاس سے بھاگ گئے۔ اس وقت شیطان ایک مرد کی صورت میں ان کے پاس آیا اور ان سے کہا کہ موسیٰ تمہارے درمیان سے بھاگ گئے اور اب واپس نہ آئیں گے۔ لہٰذا اپنے زیورات جمع کرو تا کہ میں تمہارے لیے ایک خدا بنا دوں۔ سامری، موسیٰؑ کے قلب لشکر کا سردار تھا۔ جس روز کہ خدا نے فرعون اور اس کے ساتھیوں کو غرق کیا اس نے جبرائیلؑ کو دیکھا کہ ایک مادہ حیوان پر سوار ہیں اور وہ جانور جس جگہ قدم رکھتا ہے وہ زمین حرکت کرنے لگتی ہے تو سامری

نے جبرائیلؑ کے گھوڑے کے ٹاپ کے نیچے کی خاک اٹھالی دیکھا کہ وہ حرکت کررہی ہے اُس نے اُس کو ایک تھیلی میں رکھ لیا اور بنی اسرائیل پر ہمیشہ فخر کیا کرتا تھا کہ میرے پاس ایسی خاک ہے۔ جب شیطان نے بنی اسرائیل کو فریب دیا تو ان لوگوں نے بچھڑا بنایا۔ پھر وہ سامری کے پاس آیا اور کہا وہ خاک جو تیرے پاس ہے وہ لے آ اور اُس سے لے کر بچھڑے کے شکم میں رکھ دی تو اُسی وقت وہ بچھڑا حرکت میں آیا اور بولنے لگا اور بال اور دُم اُس کے پیدا ہوگئے۔ اس وقت بنی اسرائیل نے اس کو سجدہ کیا وہ ستّر ہزار اشخاص تھے۔ ہر چند ہارون ان کو نصیحت فرماتے تھے لیکن کوئی فائدہ نہیں ہوا وہ لوگ کہنے لگے کہ ہم اس بچھڑے کی پرستش ترک نہ کریں گے۔ جب تک موسیٰؑ نہیں آئیں گے اور چاہا کہ ہارون کو ہلاک کریں۔ ہارونؑ نے اُن سے دوری اختیار کی۔ غرض وہ اسی حال پر قائم رہے یہاں تک کہ موسیٰؑ کو چالیس روز طور پر گزر گئے۔ خدا نے اُن کو دس ذی الحج کو توریت عطا فرمائی جو تختیوں پر نقش تھی۔ اُس میں وہ سب کچھ مثل احکام وموعظہ اور قصے موجود تھے جن کی اُن لوگوں کو ضرورت تھی۔ پھر خدا نے موسیٰؑ کو وحی کی کہ ہم نے تمہاری قوم کا امتحان لیا۔ سامری نے ان لوگوں کو گمراہ کیا اور وہ لوگ سونے کے بچھڑے کی پرستش کرنے لگے جو بولتا ہے۔ موسیٰؑ نے عرض کی، الٰہی گوسالہ تو سامری نے بنایا آواز اُس میں کس نے پیدا کی۔ فرمایا: مَیں نے، اے موسیٰؑ جب مَیں نے دیکھا کہ ان لوگوں نے میری جانب سے منہ پھیر لیا اور گوسالہ کی طرف مائل ہوگئے ہیں تو میں نے اُن کے امتحان کو اور زیادہ کردیا۔ (حیات القلوب ج۱، ص۴۵۴)

(۷)

امر بہ معروف و نہی از منکر

آیات

۱۔ نیکی کی دعوت دینا:

﴿یَابُنَیَّ أَقِمِ الصَّلاۃَ وَأْمُرْ بِالْمَعْرُوفِ وَانْہَ عَنِ الْمُنکَرِ﴾ (سورہ لقمان آیت ۱۷)

بیٹا نماز قائم کرو، نیکیوں کا حکم دو اور برائیوں سے منع کرو۔

۲۔ بہترین امت:

﴿وَلْتَکُنْ مِنْکُمْ أُمَّۃٌ یَدْعُونَ إِلَی الْخَیْرِ وَیَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَیَنْہَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ وَأُوْلَئِکَ ہُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾ (سورہ آلِ عمران آیت ۱۰۴)

اور تم میں سے ایک گروہ کو ایسا ہونا چاہیے جو خیر کی دعوت دے، نیکیوں کا حکم دے، برائیوں سے منع کرے اور یہی لوگ نجات یافتہ ہیں۔

۳۔ نیکی کی طرف بلانا رسولؐ کی خاص صفت:

﴿الَّـذِینَ یَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِیَّ الْأُمِّیَّ الَّذِی یَجِدُونَہُ مَکْتُوبًا عِنْدَہُمْ

فِی التَّوْرَاةِ وَالْإِنْجِيلِ يَأْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنكَرِ ﴾ (سورہ اعراف آیت ۱۵۷)

جولوگ رسول نبی امّیؐ کا اتباع کرتے ہیں، جس کا ذکر اپنے پاس توریت اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں کہ وہ نیکیوں کا حکم دیتا ہے اور برائیوں سے روکتا ہے۔

۴۔ مومنین کی صفت:

﴿ وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ ﴾ (سورۂ توبہ آیت ۷۱)

مومن مرد اور مومن عورتیں آپس میں سب ایک دوسرے کے ولی اور مددگار ہیں کہ یہ سب ایک دوسرے کو نیکیوں کا حکم دیتے ہیں اور برائیوں سے روکتے ہیں۔

۵۔ منافقین کی صفت:

﴿ الْمُنَافِقُونَ وَالْمُنَافِقَاتُ بَعْضُهُمْ مِنْ بَعْضٍ يَأْمُرُونَ بِالْمُنْكَرِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوفِ ﴾ (سورۂ توبہ آیت ٦٧)

منافق مرد اور منافق عورتیں آپس میں سب ایک دوسرے سے ہیں۔ سب برائیوں کا حکم دیتے ہیں اور نیکیوں سے روکتے ہیں۔

روایات:

۱۔افضل عمل:

قَالَ عَلِیٌّ علیہ السلام: اَلْاَمْرُ بِالْمَعْرُوْفِ اَفْضَلُ اَعْمَالِ الْخَلْقِ (غرر الحکم ج۱،ص۸۷)

حضرت علیؑ نے فرمایا: نیکی کا حکم دینا مخلوق کا افضل ترین عمل ہے۔

۲۔مومنین کے مددگار:

قَالَ عَلِیٌّ علیہ السلام: مَنْ عَمِلَ (اَمَرَ) بِالْمَعْرُوْفِ شَدَّ ظُهُوْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ (غرر الحکم ج۱،ص۹۱)

حضرت علیؑ نے فرمایا: جو شخص معروف پر عمل کرتا یا اس کا حکم دیتا ہے وہ مومنوں کی پشت کو مضبوط بناتا ہے۔

۳۔نیکی کا حکم دینے والے بنو:

قَالَ عَلِیٌّ علیہ السلام: کن بالمعروف آمرا و عن المنکر ناھیا (غرر الحکم ج۱،ص۹۱)

مولا علیؑ نے فرمایا: نیکی کا حکم دینے اور بُرائی سے روکنے والے ہو جاؤ۔

۴۔امر بالمعروف کو ترک کرنے کی سزا:

لا تَتْرِکُوْا الْاَمْرَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ النَّهْیَ عَنِ الْمُنْکَرِ فَیُوَلّٰی عَلَیْکُمْ شِرَارُکُمْ ثُمَّ تَدْعُوْنَ فَلَا یُسْتَجَابَ لَکُمْ (نہج البلاغہ خطبہ نمبر ۴۷)

امر بالمعروف اور نہی از منکر کو ترک مت کرو ورنہ تم پر برے افراد (حکمران) مسلط ہو جائیں گے پھر تم دعا کرو گے مگر مستجاب نہ ہوگی۔

۵۔خلیفۂ خدا:

قال رسول اللہ ؐ: مَنْ اَمَرَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ نَهیٰ عَنِ الْمُنْكَرِ فَهُوَ خَلِيْفَةُ اللّٰهِ فِيْ اَرْضِهِ وَ خَلِيْفَةُ رَسُوْلِهِ وَ خَلِيْفَةُ كِتَابِهِ (مجمع البیان ج۲،ص۳۵۹، مستدرک الوسائل ج۱۲،ص۱۷۹)

رسول خدا ﷺ نے فرمایا: جو شخص امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتا ہے وہ زمین میں خدا کا جانشین اور اُس کے رسولؐ اور اُس کی کتاب کا جانشین ہے۔

تشریح:

نیکیوں کا حکم دینا اور برائیوں سے روکنا ہر شخص کی ذمہ داری ہے لیکن اس فروعِ دین پر عمل کرنے سے پہلے ضروری ہے کہ جس طرح نماز کے مسائل یاد کرتے ہیں اسی طریقہ سے امر بہ معروف اور نہی از منکر کے مسائل یاد کریں کہ کہاں نیکیوں کا حکم دینا ہے اور کہاں برائیوں سے روکنا ہے کیوں کہ معروف اور منکر کا دائرہ بہت وسیع ہے ہر امرِ نیک پسندیدہ ہے اور ہر امرِ بد ناپسندیدہ ہے۔ یہ کام وہی کر سکتا ہے جو خود پہلے معروف پر عمل کرتا ہو اور منکرات سے بچتا ہو اور مومنین کی علامت امر بالمعروف، نہی عن المنکر، نماز کا قیام، زکوٰۃ کی ادائیگی اور اللہ و رسولؐ کی اطاعت ہے

جو لوگ یہ کام کرتے ہیں وہی مومن ہیں، ورنہ ان کا شمار فاسقین و منافقین میں ہوگا۔

شیطان کو شکست دینے کا طریقہ:

ایک بادیہ نشین حضرت محمد ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی: مجھے ایسے امور کی تعلیم دیں جن کے ذریعہ میں بہشت کو حاصل کرسکوں۔ پیغمبر اکرم ﷺ نے پانچ اخلاقی دستور کی اس کو تعلیم دی اور فرمایا:

۱۔ بھوکے کو سیر کرو۔

۲۔ پیاسے کو سیراب کرو۔

۳۔ امر بالمعروف کرو۔

۴۔ نہی عن المنکر کرو۔

۵۔ اگر ان تمام چیزوں کا انجام دینے کی قدرت نہیں رکھتے تو اپنی زبان پر کنٹرول رکھو کہ نیکی اور خیر کے علاوہ حرکت نہ کرے۔ اس صورت میں تم شیطان کو شکست دے سکتے ہو اور کامیابی حاصل کرسکتے ہو۔ (گنجینۂ معارف ج۱، ص۱۲۴)

خدا سے دعا کرتے ہیں بحق محمدؐ و آل محمدؐ ہم سب کو نیکیوں کا حکم دینے اور برائیوں سے روکنے کی توفیق عطا فرما۔ (آمین)

واقعات:

۱۔ امام صادقؑ کا نہی از منکر طریقہ:

حضرت رسولِ خدا ﷺ نے اپنے چند غلام آزاد فرمائے تھے۔ ان میں سے ایک آزاد ہونے والے غلام کا ایک بیٹا تھا جس کا نام شقرانی تھا۔

سبطِ ابن جوزی تذکرۃ الخواص میں تحریر کرتے ہیں کہ شقرانی کہتا ہے کہ ایک دن منصور دوانیقی لوگوں میں انعام تقسیم کر رہا تھا لیکن میرے پاس کسی بھی شخص کی سفارش موجود نہ تھی جس کی سفارش مؤثر ہوتی۔ میں منصور کے محل کے سامنے حیران و پریشان کھڑا تھا کہ امام جعفر صادقؑ تشریف لائے، میں امامؑ کے سامنے گیا اور اپنی درخواست ان کے گوش گزار کی، امامؑ منصور کے پاس گئے کچھ دیر بعد واپس آئے تو میرا انعام بھی ساتھ لے کر آئے اور مجھ سے فرمایا:

ہر شخص کے لئے نیکی اچھی ہے لیکن تیرے لئے زیادہ اچھی ہے اور ہر شخص کی برائی بری ہے اور تمہاری برائی زیادہ بری ہے کیونکہ تم ہم سے نسبت رکھتے ہو (کیونکہ تم ہماری طرف منسوب ہو اور آزاد کردۂ رسول کے بیٹے ہو اسی لئے نیکی تمہارے لئے اوروں کی بہ نسبت ضروری ہے اور تمہارے لئے برائی زیادہ باعث ننگ و عار ہے)

امام عالی مقام نے شقرانی کو یہ نصیحت اس لئے کی تھی کہ آپؑ کو اس کی شراب نوشی کا علم ہو چکا تھا اور آپؑ نے حسین کنایہ سے اسے نصیحت فرمائی۔ (پندِ تاریخ ج ۵، ص ۱۷)

۲۔ امر بالمعروف و نہی از منکر کے مقدمات:

ایک شخص نے عبداللہ بن عباس سے کہا: میں چاہتا ہوں کہ لوگوں کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کروں اور لوگوں کو وعظ و نصیحت کروں۔

ابن عباس نے سوال کیا: شروع کیا یا نہیں؟

اس شخص نے کہا: ارادہ کیا ہے۔

ابن عباس نے کہا: کوئی بات نہیں مگر ہوشیار رہنا کہ کہیں یہ تین آیتیں تجھے رسوا نہ کر دیں۔

اس شخص نے کہا: کون سی تین آیات؟

ابن عباس نے کہا: پہلی یہ آیت ہے:

﴿أَتَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنسَوْنَ أَنفُسَكُمْ﴾ (سورۂ بقرہ آیت ۴۴)

کیا تم لوگوں کو نیکیوں کا حکم دیتے ہو اور خود اپنے کو بھول جاتے ہو کیا تم مطمئن ہو کہ اس آیت کے مصداق نہیں ہو؟

اس شخص نے کہا: نہیں، دوسری آیت پڑھو۔

ابن عباس نے کہا: دوسری آیت یہ ہے:

﴿لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ ☆ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللهِ أَنْ تَقُولُوا مَا لَا تَفْعَلُونَ﴾ (سورۂ صف آیات ۲،۳)

اے ایمان والو تم ایسی باتیں کیوں کہتے ہو جس پر خود عمل نہیں کرتے ہو اللہ کے نزدیک یہ سخت ناراضگی کا سبب ہے کہ تم وہ کہتے ہو جس پر خود عمل نہیں کرتے ہو۔

اس آیت کے بارے میں کیا خیال ہے، کیا تم مطمئن ہو کہ تم اس آیت کے مصداق نہیں ہو۔

کہا: نہیں، تیسری آیت پڑھو۔

ابنِ عباس نے کہا: یہ آیت حضرت شعیب کے بارے میں ہے جب وہ اپنی قوم سے مخاطب تھے:

﴿ما ارید ان اخالفکم الیٰ ما انھاکم عنه﴾

میں تو یہ نہیں چاہتا کہ جس کام سے تم کو روکوں تمہارے برخلاف خود اس کو کرنے لگوں۔

کیا تو اس آیت پر عامل ہے؟

کہا: نہیں۔

ابن عباس! تو سب سے پہلے خود سے شروع کرو۔ (قرآنی لطیفے ص ۸۸؛ گنجینۂ معارف ج۱، ص۱۲۱)

(۸)

انفاق

آیات:

۱۔حکمِ انفاق:

﴿وَأَنفِقُوا فِي سَبِيلِ اللهِ وَلَاتُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ وَأَحْسِنُوا إِنَّ اللهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ﴾ (سورۂ بقرہ آیات ۱۹۵)

اور راہِ خدا میں خرچ کرو اور اپنے نفس کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔ نیک برتاؤ کرو کہ خدا نیک عمل کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

۲۔بہترین مال میں سے انفاق:

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنفِقُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّا أَخْرَجْنَا لَكُمْ مِنَ الْأَرْضِ وَلَاتَيَمَّمُوا الْخَبِيثَ مِنْهُ تُنفِقُونَ وَلَسْتُمْ بِآخِذِيهِ إِلَّا أَنْ تُغْمِضُوا فِيهِ﴾ (سورۂ بقرہ آیات ۲۶۷)

اے ایمان والو! اپنی پاکیزہ کمائی اور جو کچھ ہم نے زمین سے تمہارے لئے پیدا کیا ہے سب میں سے راہِ خدا میں خرچ کرو اور خبردار انفاق کے ارادے سے خراب مال کو ہاتھ بھی نہ لگانا اگر یہ مال تم کو دیا جائے تو تم لینے والے نہیں ہو، مگر یہ کہ (مروّت کی وجہ سے) چشم پوشی کر جاؤ۔

۳۔ پرہیز گار اہل انفاق ہیں:

﴿هُدًى لِلْمُتَّقِينَ ☆ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيمُونَ الصَّلاةَ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ ﴾ (سورۂ بقرہ آیات ۳۔۲)

یہ صاحبان تقویٰ اور پرہیز گار لوگوں کے لئے مجسم ہدایت ہے جو غیب پر ایمان رکھتے ہیں، پابندی سے پورے اہتمام کے ساتھ نماز ادا کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے رزق دیا ہے اس میں سے ہماری راہ میں خرچ بھی کرتے ہیں۔

۴۔ افسوس

﴿وَأَنْفِقُوا مِنْ مَا رَزَقْنَاكُمْ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَيَقُولَ رَبِّ لَوْلاَ أَخَّرْتَنِي إِلَى أَجَلٍ قَرِيبٍ فَأَصَّدَّقَ وَأَكُنْ مِنَ الصَّالِحِينَ ﴾ (سورۂ منافقون آیت ۱۰)

اور جو رزق ہم نے عطا کیا ہے اس میں سے ہماری راہ میں خرچ کرو قبل اس کے کہ تم میں سے کسی کو موت آجائے اور یہ کہتے ہیں خدایا ہمیں تھوڑے دنوں کی مہلت کیوں نہیں دے دیتا ہے کہ ہم خیرات نکالیں اور نیک بندوں میں شامل ہو جائیں۔

۵۔ پسندیدہ چیز میں سے انفاق

﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ وَمَا تُنْفِقُوا مِنْ شَيْءٍ فَإِنَّ اللّٰهَ بِهِ عَلِيمٌ ﴾ (سورۂ آلِ عمران آیت ۹۲)

تم نیکی کی منزل تک نہیں پہنچ سکتے جب تک اپنی محبوب چیزوں میں سے راہِ خدا میں انفاق نہ کرو اور جو کچھ بھی انفاق کرو گے خدا اس سے بالکل باخبر ہے۔

روایات:

۱۔اہمیتِ انفاق:

قالَ رسولُ اللّٰہؐ: مَنْ اَعْطٰی دِرْھَمًا فِی سَبِیْلِ اللّٰہِ کَتَبَ لَہٗ سَبْعَ مِائَۃِ حَسَنَۃٍ (میزان الحکمۃ ج۴،ص۳۳۵۰)

پیغمبر اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو اللہ کی راہ میں ایک درہم دے گا خداوند متعال اس کے لئے سات نیکیاں (اسکے نامۂ اعمال میں) لکھے گا۔

۲۔اپنے مال میں سے انفاق:

قال علیؑ: اِنَّکُمْ اِلیٰ اِنْفَاقِ مَا اکْتَسَبْتُمْ اَحْوَجُ مِنْکُمْ اِلَی اکْتِسَابِ مَا تَجْمَعُوْنَ (غرر الحکم ج۱،ص۲۶۸)

مولائے متقیان امیر المومنینؑ نے فرمایا: تم اپنی کمائی میں سے انفاق کرنے کے جمع کرنے سے زیادہ محتاج ہو۔

۳۔انفاقِ امام سجادؑ

قال الباقرؑ: اِنَّ عَلِیَّ ابْنَ الْحُسَیْنِ قَاسَمَ اللّٰہَ مَا لَہٗ مَرَّتَیْنِ (بحارالانوار ج۴۶،ص۹۰)

امام محمد باقرؑ نے فرمایا: امام زین العابدینؑ نے اپنا مال دو مرتبہ راہِ خدا میں انفاق کیا۔

۴۔آخرت کی جزا پر یقین:

قال علیؑ: مَنْ اَیْقَنَ بِالْخَلْفِ جَادَ بِالْعَطِیَّۃِ (امالی ۵۳۲)

امام علیؑ نے فرمایا: جو شخص آخرت کی جزا پر یقین رکھتا ہے وہ اپنا مال راہ خدا میں بخشش و انفاق کرتا ہے۔

۵۔ انفاق بہت بڑی نعمت ہے:

قال علیؑ: اِنَّ اِنْفَاقَ هَذَا الْمَالِ فِي طَاعَةِ اللّٰهِ اَعْظَمُ نِعْمَةٌ وَ اِنْفَاقَهُ فِي مَعْصِيَّةِ اللّٰهِ اَعْظَمُ مِحْنَةٌ (جامع احادیث شیعہ ج ۱۷، ص ۸۶)

امام علیؑ نے فرمایا: بے شک اللہ کی اطاعت میں مال کا انفاق کرنا بہت بڑی نعمت ہے اور گناہ کے راستہ میں مال کا خرچ کرنا بہت بڑی گرفتاری ہے۔

تشریح:

جس وقت کوئی حاجت مند تمہارے پاس آئے تو جب تک وہ اپنی بات پوری نہ کرے اس کی بات کو نہ کاٹو۔ جب وہ اپنی بات یا کلام پورا کر لے تو اس کو نرم مزاجی اور وقار کے ساتھ جواب دو۔ اگر تمہارے اختیار اور استطاعت میں کچھ ہے تو اس کو دے دو یا آرام سے منع کر دو کیونکہ ممکن ہے کہ سوال کرنے والا فرشتہ ہو جو اللہ کی طرف سے تمہاری آزمائش و امتحان کے لئے آیا ہو تا کہ تم کو دیکھے کہ خدا کی نعمتوں کے بدلہ میں تم کس طرح عمل کرتے ہو۔ انفاق اپنی محبوب ترین چیزوں میں کرنا چاہیے۔ کیونکہ انفاق کرنا پرہیز گاروں کی نشانی، قرآن کا حکم اور انبیاء و ائمہ طاہرین کی سیرت ہے۔

یہ انسانی ذہن کی اصلاح ہے کہ انسان انفاق کر کے مغرور نہ ہو جائے کہ ہم نے کوئی کام کیا ہے۔ نہیں۔ اس نے اسی مال میں سے انفاق کیا ہے جسے خدا نے پہلے

بطور رزق دیا ہے پھر انفاق کرتے وقت رزق اور انفاق کے تناسب پر بھی نگاہ رکھے کہ خدا نے اسے رزق کتنا دیا ہے اور اس نے اس کی راہ میں کتنا خرچ کیا ہے۔ انسان کارِ خیر کرتے وقت اس نکتہ کی طرف سے بالکل غافل ہو جاتا ہے اور اپنے عمل کی مقدار کو دیکھنے لگتا ہے کہ ہم نے سب سے زیادہ چندہ دیا ہے۔ وہ یہ بھول جاتا ہے کہ خدا نے بھی اسے سب سے زیادہ رزق دیا ہے اور خدا کی عطا کے مقابلہ میں اس کے عمل کی کوئی قیمت نہیں ہے۔

یہی وجہ ہے کہ جب انسان اللہ کی راہ میں انفاق کرتا ہے تو مال گویا ہوتا ہے میں فانی تھا مجھے بقاؑ دے دی، میں حقیر تھا مجھے بزرگی بخشی، میں دشمن تھا مجھے دوست بنالیا، تو میرا محافظ و نگہبان تھا اب میں تیرا محافظ و نگہبان ہوں۔

خدا سے دعا کرتے ہیں بحقِ پنجتن پاکؑ ہمیں اللہ کی راہ میں انفاق کرنے کی توفیق عطا فرما۔ (آمین)

واقعات:

ا۔ حیرت انگیز انفاق:

پیغمبرِ اکرمؐ کے اصحاب میں سے ایک صحابی جن کا نام ابوطلحہ انصاری ہے، مدینے میں ان کا ایک سرسبز و شاداب اور حسین و جمیل باغ تھا اور مدینہ میں کسی کا اتنا خوبصورت باغ نہ تھا۔ تمام مدینہ میں ان کے باغ کے بارے میں لوگ ایک

دوسرے سے گفتگو اور تعریف کیا کرتے تھے۔ اس باغ میں ایک صاف شفاف چشمہ بھی تھا کہ جب بھی پیغمبرؐ اس باغ میں تشریف لاتے اس چشمہ کا پانی نوش فرماتے اور اس سے وضو کیا کرتے۔ اس کے علاوہ اس باغ کی درآمد بھی ابوطلحہ انصاری کیے لئے بہت اچھی تھی۔ جس وقت یہ آیت ﴿لن تنالوا البرا حتٰی تنفقوا مما تحبون ﴾ (سورۂ آل عمران آیت ۹۲) نازل ہوئی تو ابوطلحہ انصاری خدمتِ رسولؐ میں شرفِ زیارت کے لئے آئے اور عرض کیا: اے اللہ کے حبیبؐ کیا آپ جانتے ہیں میرے اموال میں سے محبوب ترین مال یہی باغ ہے؟

پیغمبرؐ نے فرمایا: جانتا ہوں۔

ابوطلحہ نے عرض کیا اے اللہ کے رسولؐ! میں چاہتا ہوں کہ اس باغ کو اللہ کی راہ میں انفاق کردوں تا کہ آخرت کے لئے ذخیرہ ہو جائے۔

پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا:

''بَخٍّ بَخٍّ ذٰلِکَ مَالٌ رَابِحٌ لَکَ ''

مبارک ہو مبارک ہو یہ مال تمہارے لئے سود مند ہوگا۔

اس کے بعد فرمایا: اے ابوطلحہ! میں تمہارے لئے اس میں بہتری دیکھ رہا ہوں کہ تم اس باغ کو اپنے قریبی نیازمند و محتاج رشتے داروں میں انفاق کردو۔ ابوطلحہ انصاری نے پیغمبر اکرمؐ کے حکم کی تعمیل کی اور اس باغ کو اپنے رشتے داروں میں انفاق و تقسیم کردیا۔ (گنج ہائی بہشتی ص ۳۳۶)

۲۔ امام محمد تقی ؑ کے نام امام رضا ؑ کا ایک اہم خط:

بزنطی جو شیعہ دانشور، راوی اور امام علی رضاؑ کے معتبر اور مورِدِ اعتماد صحابی ہیں، بیان کرتے ہیں: میں نے اس خط کو پڑھا جو امام رضاؑ نے خراسان سے حضرت امام جوادؑ کو مدینہ بھیجا تھا، جس میں تحریر تھا:

''مجھے معلوم ہوا ہے کہ جب آپ بیت الشرف سے باہر نکلتے ہیں تو خادمین آپ کو چھوٹے دروازے سے باہر نکالتے ہیں اور سواری پر سوار ہوتے ہیں۔ یہ ان کا بخل ہے تا کہ آپ کا خیر دوسروں تک نہ پہنچے، میں بعنوانِ امام اور پدر تم سے یہ چاہتا ہوں کہ بڑے دروازے سے رفت وآمد کیا کرو اور رفت وآمد کے وقت اپنے پاس درہم و دینار رکھ لیا کرو تا کہ اگر کسی نے تم سے سوال کیا تو اس کو عطا کر دو۔ اگر تمہارے چچا تم سے سوال کریں تو ان کو پچاس دینار سے کم نہ دینا اور زیادہ دینے میں تم خود مختار ہو۔ اگر تمہاری پھوپھیاں تم سے سوال کریں تو پچیس درہم سے کم نہیں دینا اگر زیادہ دینا چاہو تو تمہاری مرضی۔

میری آرزو ہے کہ اللہ تعالیٰ تم کو بلند مرتبہ پر فائز کرے، لہٰذا راہِ خدا میں انفاق کرو اور خدا کی طرف سے تنگدستی سے نہ ڈرو''۔ (توبہ آغوشِ رحمت بزبانِ اُردو ص ۳۲۵)

(۹)

امامت

آیات:

ا۔امامت منصب الٰہی:

﴿وَإِذْ ابْتَلَى إِبْرَاهِيمَ رَبُّهُ بِكَلِمَاتٍ فَأَتَمَّهُنَّ قَالَ إِنِّي جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ إِمَامًا قَالَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِي قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِي الظَّالِمِينَ ﴾(سورۂ بقرہ آیت ۱۲۴)

اور اس وقت کو یاد کرو جب خدا نے چند کلمات کے ذریعہ ابراہیمؑ کا امتحان لیا اور انہوں نے پورا کر دیا تو اس نے کہا کہ تم کو لوگوں کا امام بنا رہے ہیں، انہوں نے عرض کی میری ذرّیت؟ ارشاد ہوا کہ یہ عہدۂ امامت ظالمین تک نہیں جائے گا۔

۲۔عصمت امام واہل بیتؑ

﴿إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا ﴾(سورۂ احزاب آیت ۳۳)

بس اللہ کا ارادہ یہ ہے کہ اہل بیتؑ تم سے ہر برائی کو دور رکھے اور اس طرح پاک و

پاکیزہ رکھے جو پاک و پاکیزہ رکھنے کا حق ہے۔

۳۔ وجوبِ اطاعت:

﴿یَا أَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوا أَطِیعُوا اللهَ وَأَطِیعُوا الرَّسُولَ وَأُوْلِی الْأَمْرِ مِنْکُمْ﴾ (سورۂ نساء آیت ۵۹)

ایمان والو اللہ کی اطاعت کرو، رسول اور صاحبانِ امر کی اطاعت کرو۔

۴۔ اکمال دین:

﴿الْیَوْمَ أَکْمَلْتُ لَکُمْ دِینَکُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِی وَرَضِیتُ لَکُمُ الْإِسْلاَمَ دِینًا﴾ (سورۂ مائدہ آیت ۳)

آج میں نے تمہارے دین کو کامل کردیا اور اپنی نعمتوں کو تمام کردیا اور تمہارے لئے دین اسلام کو پسندیدہ بنادیا ہے۔

۵۔ ہدایت:

﴿وَجَعَلْنَاهُمْ أَئِمَّةً یَهْدُونَ بِأَمْرِنَا وَأَوْحَیْنَا إِلَیْهِمْ فِعْلَ الْخَیْرَاتِ وَإِقَامَ الصَّلاَةِ وَإِیتَاءَ الزَّکَاةِ وَکَانُوا لَنَا عَابِدِینَ﴾ سورۂ انبیاء آیت ۷۳)

اور ہم نے ان کو پیشوا اور امام قرار دیا ہے جو ہمارے حکم سے ہدایت کرتے ہیں اور ان کی طرف کار خیر کرنے، نماز قائم کرنے اور زکوۃ ادا کرنے کی وحی کی اور یہ سب کے سب ہمارے عبادت گزار بندے تھے۔

روایات:

ا۔زمین پرامام کا ہونا ضروری ہے:

قال الصادق علیه السلام: لَوْ لَمْ یَکُنْ فِی الْاَرْضِ اِلَّا اِثْنَانِ لَکَانَ اِلَّا اَمَامُ اَحَدَهُمَا (کتاب الشافی ج۲،ص۳۲)

امام صادقؑ نے فرمایا: اگر زمین پر صرف دو آدمی باقی رہیں گے تو ایک ان میں سے امام ہوگا۔

۲۔اطاعت امام:

قال علی علیه السلام: مَنْ اَطَاعَ اِمَامَهُ فَقَدْ اَطَاعَ رَبَّهُ (غررالحکم،ج ا، ص ۱۰۷)

حضرت علیؑ نے فرمایا: جس نے اپنے امام کی اطاعت کی درحقیقت اس نے اپنے رب کی اطاعت کی۔

۳۔امامِ عادل:

قال علی علیه السلام: اِمَامٌ عَادِلٌ خَیْرٌ مِّنْ مَطَرٍ وَ ابِلٍ (غررالحکم،ج ا، ص ۱۰۷)

حضرت علیؑ نے فرمایا: عادل امام اچھی بارش سے بہتر ہے۔

۴۔امام حسنؑ وامام حسینؑ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ: اَلْحَسَنُؑ وَ الْحُسَیْنُؑ اِمَامَانِ قَامَا او قَعَدَا (مناقب

آلِ ابی طالب، ص ۱۳۷)

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا: حسنؑ اور حسینؑ دو امام ہیں چاہے قیام کریں یا قیام نہ کریں۔

۵۔ امام حسینؑ کی نسل سے:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ: اَلْاَئِمَۃُ مِنْ وُلْدِ الْحُسَیْنِ مَنْ اَطَاعَھُمْ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ وَ مَنْ عَصَاھُمْ فَقَدْ عَصَی اللّٰہَ ھُمُ الْعُرْوَۃُ الْوُثْقٰی وَھُمُ الْوَسِیْلَۃُ اِلَی اللّٰہِ تَعَالٰی (تفسیر برہان، ج۱، ص۲۴۳)

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا: ائمہ طاہرینؑ حسینؑ کی اولاد میں سے ہیں جس نے ان کی اطاعت کی گویا اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے ان کی نافرمانی کی گویا اس نے اللہ کی نافرمانی کی۔ وہ خدا کی مضبوط رسّی ہیں اور خدا تک پہنچانے کا وسیلہ ہیں۔

تشریح:

نبوت کے خاتمہ پر ہدایت کو باقی رکھنے کے لئے امامت کا سلسلہ شروع کیا اور اس سلسلہ کو قیامت سے ملا دیا اور یہی وجہ ہے کہ قیامت میں ہر گروہ کو اس کے امام کے ساتھ بلایا جائے گا۔ امام خدا کے اعتبار سے ولی اور حاکم ہوتا ہے اور نبی کے اعتبار سے وصی اور جانشین۔ امام خلیفۂ خدا اور رسولؐ ہے تو اسے دونوں کے کمالات کا آئینہ

دار ہونا چاہیے یہی وجہ ہے کہ پروردگار نے ہجرت میں امام کے نفس کو اپنا نفس قرار دیا اور مباہلہ میں اسے نفسِ رسول قرار دیا۔ امام حافظ شریعت بھی ہے اور قائدِ امت بھی۔ حفظ شریعت کے لئے علم لازم ہے اور حفظ امت کے لئے قوت وطاقت۔ اب امامِ امت وہی ہوگا جو علم میں ساری امت سے بالاتر ہو یعنی باب مدینۃ العلم ہو اور طاقت میں ساری دنیا سے قوی تر ہو یعنی لافتی الا علیؑ ہو۔ امامت اور قیادتِ امت کے لئے پانچ باتوں کا ہونا ضروری ہے:

۱۔ حکم خدا سے ہدایت کرے۔

۲۔ نیکیاں انجام دے۔

۳۔ نماز قائم کرے۔

۴۔ زکوۃ ادا کرے۔

۵۔ ہر حال میں عبادت الٰہی انجام دیتا رہے اور کوئی کام اس کی مرضی کے خلاف نہ کرے۔

اسی لئے قرآن نے دو اماموں کا تذکرہ کیا ہے ایک وہ امام ہے جو ہمارے حکم سے ہدایت کرتے ہیں اور دوسرے وہ امام ہیں جو لوگوں کو جہنم کی طرف بلاتے ہیں۔ اب ہمیں خود فیصلہ کرنا ہے کہ ہم کن اماموں کی اطاعت کریں۔ اور کن اماموں کو اپنا امام و قائد بنائیں۔

خدا سے دعا کرتے ہیں کہ بحقِ محمدؐ وآلِ محمدؐ ہمیں حقیقی ائمہؑ کی اطاعت کرنے اور ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

واقعات:

۱۔حضرت علیؑ چوتھے خلیفہ:

شیخ صدوقؒ نے اپنے استاد سے حضرت امام علی رضاؑ سے نقل کیا۔امام علی رضاؑ نے اپنے آبائے طاہرینؑ کی سند سے حضرت علیؑ سے روایت کی۔آپؑ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ میں رسولِ اکرمؐ کے ساتھ مدینہ کے راستے پر چل رہا تھا کہ ایک طویل القامت گھنی داڑھی اور چوڑے شانوں والے بزرگ ہمیں ملے اور انھوں نے رسولؐ خدا پر سلام کیا اور آنحضرت کو خوش آمدید کہا۔پھر وہ بزرگ میری طرف متوجہ ہوئے اور کہا:

السلام علیک یا رابع الخلفاء و رحمة اللّٰه و بر کاته

چوتھے خلیفہ آپ پر سلام ہو اور اللہ کی رحمت اور برکتیں ہوں

پھر اس نے رسول خداؐ سے کہا کہ یارسول اللہؐ! کیا یہ چوتھے خلیفہ نہیں ہیں؟

رسولِ خدا نے فرمایا: جی ہاں۔

پھر وہ بزرگ روانہ ہو گئے۔ان کے جانے کے بعد میں نے رسولِ خداؐ سے عرض کی کہ یہ بزرگ کیا کہہ رہے تھے اور آپؐ نے کس بات کی تصدیق کی؟

رسولِ خداؐ نے فرمایا: حقیقت یہی ہے (کہ تم چوتھے خلیفہ ہو) کیونکہ اللہ نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے:

انی جاعل فی الارض خلیفه (سورۂ بقرہ آیت ۳۰)

میں زمین میں اپنا خلیفہ بنا رہا ہوں۔

ان الفاظ کے ذریعہ آدمؑ کی خلافت کا اعلان کیا گیا۔لہٰذا پہلی خلافت حضرت آدمؑ کی ہے پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کہ موسیٰؑ نے اپنے بھائی ہارونؑ سے کہا تھا:

اخلفنی فی قومی و اصلح (سورۂ اعراف آیت۱۴۲)

میری قوم میں میرا خلیفہ بن جاؤ اور اصلاح کرو۔

دوسری خلافت ہارونؑ کی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تیسرے خلیفہ کا ذکر ان الفاظ میں بیان کیا:

یاداؤد انا جعلنک خلیفة فی الارض فاحکم بین الناس بالحق (سورۂ ص آیت ۲۶)

اے داود! بے شک ہم نے آپ کو زمین میں خلیفہ بنایا ہے تم لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کرو۔لہٰذا تیسری خلافت حضرت داوٗدؑ کی ہے۔

ان تین خلفاء کے بعد اللہ نے فرمایا:

و اذان من اللّٰہ و رسولہ الیٰ الناس یوم الحج الاکبر (سورۂ اعراف آیت۱۴۲)

حج اکبر کے دن اللہ اور اس کے رسولؐ کی طرف سے لوگوں کے لئے اعلان کیا جاتا ہے۔

خدا اور اس کے رسولؐ کے اعلان کرنے والے تم ہو اور تم ہی میرے وصی، وزیر، جانشین اور میرے قرض ادا کرنے والے اور میری طرف سے دین پہنچانے والے ہو اور تمہیں مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارونؑ کو موسیٰؑ سے تھی لیکن میرے بعد کوئی نبی

نہیں آئے گا جیسا کہ اس بزرگ نے کہا ہے تم چوتھے خلیفہ ہو۔ اور کیا تمھیں معلوم ہے کہ وہ بزرگ کون تھے؟

میں نے کہا: نہیں! مجھے معلوم نہیں ہے۔

آنحضرتؐ نے فرمایا: پھر تمھیں معلوم ہونا چاہیے وہ تمہارے بھائی حضرت خضرؑ تھے۔ (معجزاتِ آلِ محمدؐ، ج ۱، ص ۳۸۷)

۲۔ اعجازِ امامت:

ابن شہر آشوب نے جابر انصاری سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا! امیر المؤمنین علیؑ نے ہمیں نماز فجر پڑھائی۔ پھر آپؑ ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: لوگو! اللہ تمھیں تمہارے بھائی سلمان کی موت پر صبر عطا کرے اور تمہارے اجر میں اضافہ کرے۔

اس کے بعد آپؑ نے رسول خداؐ کا عمامہ اور چادر زیب تن فرمائی اور رسولِ خداؐ کا عصا اور تلوار اٹھائی اور ناقہ عضباءٔ پر سوار ہوئے اور قنبر سے فرمایا کہ تم ایک سے دس تک کی گنتی گنو۔

قنبر کہتے ہیں کہ میں نے دس تک گنتی گنی تو میں نے دیکھا کہ ہم سلمان فارسیؓ کے دروازے پر کھڑے تھے۔

زاذان کا بیان ہے کہ جب سلمان فارسیؓ کی موت کا وقت قریب ہوا تو میں نے ان سے کہا تمہیں غسل کون دے گا؟

انہوں نے کہا: جس نے رسول خداؐ کو غسل دیا تھا وہی مجھے غسل دے گا۔ میں نے

کہا کہ رسول خداؐ کو تو حضرت علیؑ نے غسل دیا تھا مگر وہ اس وقت مدینہ میں ہیں اور آپ مدائن میں ہیں۔

انہوں نے کہا تھا کہ اے زاذان! جب تو میری تحت الحنک باندھے گا تو اس وقت تجھے قدموں کی آواز سنائی دے گی۔

زاذان کہتے ہیں کہ کہ جیسے ہی میں نے سلمان کی تحت الحنک باندھی تو میں نے قدموں کی آہٹ سنی اور میں دروازہ پر گیا تو امیر المؤمنین علیؑ کو موجود پایا۔ آپؑ نے فرمایا: زاذان! سلمانؓ اللہ کو پیارے ہو گئے۔

میں نے کہا: جی ہاں میرے سردار۔ پھر آپؑ اندر آ گئے اور سلمانؓ کے چہرے سے چادر ہٹائی تو سلمانؓ نے تبسم کیا۔ حضرت علیؑ نے فرمایا:

ابوعبداللہ! جب تم رسول خدا ﷺ کے پاس جاؤ تو ان کو بتانا کہ ان کی قوم نے آپ کے بھائی سے کیا سلوک کیا ہے۔

پھر امیر المؤمنینؑ نے ان کی تجہیز و تکفین کی اور پھر آپؑ نے ان کا جنازہ پڑھا۔ ہم امیر المؤمنینؑ سے انتہائی بلند آواز میں تکبیر سنتے رہے اور مجھے حضرتؑ کے ساتھ دو آدمی بھی دکھائی دیے۔ جب میں نے آپؑ سے ان کے متعلق پوچھا تو آپؑ نے فرمایا: ایک میرے بھائی جعفرؑ تھے اور دوسرے خضرؑ تھے اور ہر ایک کے ساتھ فرشتوں کی ستر صفیں تھیں اور ہر صف میں دس دس لاکھ فرشتے شامل تھے۔ (معجزات آلِ محمدؐ، ج ۱، ص ۳۸۵)

(۱۰)

ایمان

آیات:

۱۔بہترین پاداش:

﴿الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ طُوبَى لَهُمْ وَحُسْنُ مَآبٍ﴾(سورۂ رعدآیت۲۹)

جولوگ ایمان لائے اورانہوں نے نیک اعمال کئے ان کے لئے بہترین جگہ (بہشت)اوربہترین بازگشت ہے۔

۲۔فائدہ ایمان:

﴿وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ الْقُرَى آمَنُوا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكَاتٍ مِنْ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ وَلَكِنْ كَذَّبُوا فَأَخَذْنَاهُمْ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ﴾(سورۂ اعراف آیت۹۶)

اوراگراہل قریہ ایمان لے آتے اورتقویٰ اختیار کرلیتے توہم ان کے لئے زمین اورآسمان سے برکتوں کے دروازے کھول دیتے لیکن انہوں نے تکذیب کی توہم

نے ان کوان کے اعمال کی گرفت میں لے لیا۔

۳۔بہترین مخلوق:

﴿إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أُوْلَئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ﴾ (سورۂ بینہ آیت ۷)

بے شک جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کیے وہ بہترین خلائق ہیں۔

۴۔محبوبِ مخلوق الٰہی:

﴿إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمَانُ وُدًّا﴾ (سورۂ مریم آیت ۹۶)

بے شک جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کیے عنقریب رحمٰن لوگوں کے دلوں میں ان کی محبت پیدا کر دے گا۔

۵۔کامیاب ترین افراد:

﴿قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ ☆ الَّذِينَ هُمْ فِي صَلاتِهِمْ خَاشِعُونَ ☆ وَالَّذِينَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُونَ ☆ وَالَّذِينَ هُمْ لِلزَّكَاةِ فَاعِلُونَ﴾ (سورۂ مؤمنون آیات ۴-۱)

یقیناً صاحبانِ ایمان کامیاب ہو گئے جو اپنی نمازوں میں گڑگڑانے والے ہیں اور لغو باتوں سے اعراض کرنے والے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرنے والے ہیں۔

روایات

۱۔ایمان بغیر عمل قابل قبول نہیں:

قال رسول اللّٰہؐ: لَا یَقْبَلُ الْاِیْمَانُ بِلا عَمَلٍ وَ لَا عَمَلُ بِلا اِیْمَانٍ (کنز العمال ج۱،ص ۶۸)

حضرت محمدؐ نے فرمایا: ایمان بغیر عمل کے اور عمل بغیر ایمان کے قابل قبول نہیں۔

۲۔اخلاص:

قال علیؑ: اَلْاِیْمَانُ اِخْلاصُ الْعَمَلِ (غرر الحکم۔ج۱،ص۱۱۶)

حضرت علیؑ نے فرمایا: ایمان، عمل کو خالص کر دیتا ہے۔

۳۔صاحبِ ایمان کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا:

قَالَ الصَّادِقُؑ: اَلْاِیْمَانُ لَا یَضُرُّ مَعَهٗ عَمَلٌ وَ کَذٰلِکَ الْکُفْرُ لَا یَنْفَعُ مَعَهٗ عَمَلٌ (کتاب الشافی، ج۵،ص۷۸)

امام صادقؑ نے فرمایا: ایمان کے ہوتے ہوئے کوئی عمل نقصان نہیں پہنچاتا اور کفر کے ہوتے ہوئے کوئی عمل فائدہ نہیں دیتا۔

۴۔نجات:

قال علیؑ: اَلنَّجَاةُ مَعَ الْاِیْمَانِ (غرر الحکم، ج۱،ص۱۱۷)

حضرت علیؑ نے فرمایا: ایمان کے ساتھ نجات ہے

۵۔جنت کا راستہ:

قال امیر المومنینؑ: عَلَیْکُمْ بِاِخْلَاصِ الْاِیْمَانِ فَاِنَّهُ السَّبِیْلُ اِلٰی

الْجَنَّةِ وَ النَّجَاةُ مِنَ النَّارِ (غررالحکم، ج۱،ص۱۲۰)

مولائے متقیان علیؑ ابن ابی طالبؑ نے فرمایا: تم پر ضروری ہے کہ ایمان کو خالص کرو کیونکہ یہ جنت کا راستہ اور جہنم سے نجات کا طریقہ ہے۔

تشریح:

ایمان کا مطلب ہے کہ انسان دل کی گہرائیوں سے حقائق کا اقرار کرے اور ان تمام تقاضوں پر عمل کرنا ضروری ہوگا جو ایمانِ حقیقی کے تقاضے ہیں اور جن کے بغیر ایمان، ایمان کہے جانے کے قابل نہیں ہے عمل صالح درحقیقت ایمان کے تقاضوں ہی کا نام ہے۔ ایمان اور عمل صالح کا اثر صرف آخرت میں نہیں ہوتا ہے بلکہ دنیا میں بھی اس کے اثرات ظاہر ہوتے ہیں اور وہ اثرات مادی وسائل کا نتیجہ نہیں ہیں۔ مادی وسائل شرق وغرب اور جنوب وشمال میں کام کرتے ہیں اور قدرتی وسائل زمین وآسمان کی برکتوں سے نواز دیتے ہیں اور انہیں کسی کا محتاج نہیں رکھتا ہے اور نہ ان کے حالات کو دنیا کی کوئی طاقت چیلنج کرسکتی ہے ان کا مددگار خدا ہے۔ صاحبانِ ایمان محبوب الٰہی بھی اور محبوب مخلوق خدا بھی۔ جتنا ایمان پختہ ہوگا اتنا ہی عمل محکم ہوگا۔ جہاں عمل میں کمزوری دکھائی دے تو سمجھ جائیں کہ اس کا ایمان کمزور ہے۔

خدا سے دعا کرتے ہیں بحق امام المتقینؑ، امیر المومنین حضرت علیؑ بن ابی طالبؑ ہم سب کے ایمان میں روز بروز اضافہ فرمائے۔

واقعات:

ا۔ابوذر غفاریؓ کے ایمان کی بلندی:

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ جناب ابوذر غفاریؓ خدمتِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے۔ سلام کے بعد عرض کی اے اللہ کے رسولؐ میں جنگل میں اپنی بھیڑیں چرا رہا تھا اور جب نماز کا وقت ہوا تو میں نماز پڑھنے لگا۔ اس وقت ایک بھیڑیا آیا اور اس نے ایک دنبہ اٹھالیا، ناگاہ ایک شیر نے اس بھیڑیے پر حملہ کیا اور دنبہ کو چھڑا کر میری بھیڑوں کی رکھوالی کرنے لگا۔ جب میں نماز سے فارغ ہوا تو شیر نے مجھ سے کہا: اے ابوذر! ابھی جاؤ اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کر آؤ۔ آپ کی بھیڑوں کی میں حفاظت کر رہا ہوں۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مسکرا کر فرمایا: اے ابوذر یہ سب تمہارے ایمان کی بدولت ہے۔

اس کے بعد روایت بتاتی ہے کہ بیس منافقین نے کہا: ابوذر ہم میں اپنی بڑائی بیان کرتا ہے چلو آج جنگل میں جا کر ابوذر کی بھیڑیں چُراتے ہیں۔ جب یہ منافقین جنگل میں پہنچے تو کیا دیکھا کہ ابوذر کے بھیڑوں کو ایک شیر چَرا رہا ہے جو بھی دنبہ گلہ سے الگ ہو جاتا ہے اسے شیر ہنکا کر گلہ میں لے آتا ہے۔ منافقین کو دیکھ کر شیر بقدرتِ خدا گویا ہوا: اے گروہِ منافقین! یہ تو ابوذر کے ایمان اور معرفت کی بلندی ہے کہ میں اس کے جانوروں کو چَرا رہا ہوں۔ یاد رکھو! اگر ابوذر ہمیں حکم دیں کہ ان منافقوں کو پکڑ لو تو خدا کی قسم! ایک لمحہ میں سب کو اس طرح نگل جاؤں گا جس طرح دورِ موسیٰؑ میں قالین

کے شیر نے جادوگروں کے اژدہے کو نگل لیا تھا۔ (مجالس بنی ہاشم ص ۹۷)

۲۔ نورِ ایمان سے منور دل:

اسحاق بن عمار سے مروی ہے کہ حضرت ابوعبداللہ نے فرمایا: رسول خداؐ نے لوگوں کے ساتھ نمازِ صبح پڑھی آپؐ نے سجدہ میں ایک جوان کو دیکھا وہ اپنا سر ادھر اُدھر ہلا رہا ہے اس کا رنگ زرد ہے اور جسم نحیف ولاغر ہے، آنکھیں سر میں گڑ گئی ہیں۔

حضرت نے فرمایا: اے شخص تیرا کیا حال ہے۔

اس نے کہا: میں یقین پر ہوں۔

رسولؐ نے اس کے کہنے پر تعجب کیا اور فرمایا: یقین کی ایک حقیقت ہوتی ہے تمہارے یقین کی حقیقت کیا ہے۔

اس نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ! وہ امر جس نے مجھے محزون کیا اور راتوں میں جگایا ہے اور سخت گرم دنوں میں پیاسا رکھا ہے وہ غمِ آخرت ہے۔ گویا عرش الٰہی میری نظر کے سامنے ہے اور میں موقفِ حساب ہوں لوگ محشور ہو رہے ہیں۔ میں بھی ان میں ہوں اور گویا میں اہل جنت کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ نعماتِ جنت سے فیضیاب ہیں اور تختوں میں تکیہ لگائے ہوئے ایک دوسرے سے تعارف کر رہے ہیں اور گویا دوزخیوں کو دیکھتا ہوں کہ وہ عذابِ الٰہی میں مبتلا چیخ و پکار کر رہے ہیں گویا میں اب بھی اہل نارِ جہنم کی چیخ و پکار کو سن رہا ہوں اور وہ آوازیں میرے کانوں میں گونج رہی ہیں۔

حضرت رسولِ خدا ﷺ نے اپنے اصحاب سے فرمایا: یہ ہے وہ بندہ جس کے دل

کو اللہ نے نورِ ایمان سے منور کر دیا ہے۔

حضرت نے اس سے فرمایا: تم اپنے حال پر قائم رہو۔

اس نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ! آپ دعا کریں کہ خدا مجھے شہادت کا درجہ دے۔

حضرت نے دعا فرمائی چنانچہ ایک غزوہ میں وہ نو شہیدوں کے بعد دسویں نمبر پر شہید ہوا۔ (کتاب الشافی ج ۳، ص ۳۱۸)

(۱۱)

بخیل (کنجوس)

آیات:

۱۔ کنجوس کی سزا:

﴿وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَبْخَلُونَ بِمَا آتَاهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهِ هُوَ خَيْرًا لَهُمْ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَهُمْ سَيُطَوَّقُونَ مَا بَخِلُوا بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ﴾ (سورۂ آلِ عمران آیت ۱۸۰)

جولوگ خدا کی دی ہوئی نعمتوں کو خرچ کرنے میں بخل سے کام لیتے ہیں انہیں ہرگز یہ نہیں سوچنا چاہیے کہ یہ اچھا کام ہے بلکہ یہ بہت بُرا کام ہے عنقریب قیامت کے دن وہی چیزیں ان کی گردنوں میں طوق کی طرح لٹکا دی جائیں گی جن میں وہ بخل کیا کرتے تھے۔

۲۔ کنجوس خدا کا محبوب نہیں:

﴿وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ ☆ الَّذِينَ يَبْخَلُونَ وَيَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ وَمَنْ يَتَوَلَّ فَإِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ﴾ (سورۂ حدید آیات ۲۴، ۲۳)

اللہ اکڑنے والے مغرور افراد کو پسند نہیں کرتا کہ جو خود بھی بخل کرتے ہیں اور دوسروں کو بھی بخل کا حکم دیتے ہیں اور جو بھی خدا کے حکم سے روگردانی کرتا ہے، اسے معلوم ہونا چاہیے کہ خدا سب سے بے نیاز اور قابلِ حمد وستائش ہے۔

۳۔ بخیل کافروں کی صف میں:

﴿الَّذِينَ يَبْخَلُونَ وَيَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ وَيَكْتُمُونَ مَا آتَاهُمُ اللهُ مِنْ فَضْلِهِ وَأَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ عَذَابًا مُهِينًا﴾ (سورۂ نساء آیت ۳۷)

جو لوگ خود بھی بخل کرتے ہیں اور دوسروں کو بھی بخل کا حکم دیتے ہیں اور جو کچھ خدا نے اپنے فضل وکرم سے انہیں عطا کیا ہے اس پر (اپنے کفر کی وجہ سے) پردہ ڈالتے ہیں (تو انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ) ہم نے کافروں کے واسطے رسوا کر دینے والا عذاب مہیا کر رکھا ہے۔

۴۔ بخل اپنے ہی لئے:

﴿هَاأَنْتُمْ هَؤُلاَءِ تُدْعَوْنَ لِتُنفِقُوا فِي سَبِيلِ اللهِ فَمِنْكُمْ مَنْ يَبْخَلُ وَمَنْ يَبْخَلْ فَإِنَّمَا يَبْخَلُ عَنْ نَفْسِهِ وَاللهُ الْغَنِيُّ وَأَنْتُمُ الْفُقَرَاءُ﴾ (سورۂ محمدؐ آیت ۳۸)

ہاں ہاں! تم وہی لوگ ہو جنہیں راہِ خدا میں خرچ کرنے کے لئے بلایا جاتا ہے تو تم میں سے بعض لوگ بخل کرنے لگتے ہیں اور جو بخل کرتے ہیں وہ اپنے ہی حق میں بخل کرتے ہیں اور خدا سب سے بے نیاز ہے تم ہی لوگ اس کے محتاج ہو۔

۵۔ بخل سختی کا سبب:

﴿وَأَمَّا مَنْ بَخِلَ وَاسْتَغْنَى☆ وَكَذَّبَ بِالْحُسْنَى☆ فَسَنُيَسِّرُهُ

لِلْعُسْرَىٰ ﴾ (سورۂ لیل آیات ۱۰،۹،۸)

جس نے بخل کیا اور لاپروائی برتی اور نیکی کو جھٹلایا ہے اس کے لئے سختی کی راہ ہموار کردیں گے۔

روایات:

۱۔ بخل ایک عیب:

قال علیؑ: اَلْبُخْلُ عَارٌ (نہج البلاغہ کلمات قصار نمبر ۳)

حضرت علیؑ نے فرمایا: بخل (کنجوسی) ننگ و عار ہے۔

۲۔ بخل فقیری کا سبب:

قال علیؑ: اَلْبُخْلُ فَقْرٌ (غرر الحکم ج۱، ص ۱۴۵)

حضرت علیؑ نے فرمایا: بخل ناداری وفقیری ہے۔

۳۔ بدترین بخل:

قال علیؑ: اَقْبَحَ الْبُخْلِ مَنْعُ الْاَمْوَالِ مِنْ مُسْتَحِقِّهَا (غرر الحکم ج۱، ص ۱۴۵)

امام علیؑ نے فرمایا: مستحق لوگوں تک مال نہ پہنچانا بدترین کنجوسی ہے۔

۴۔ بخل بہت بری عادت:

قال علیؑ: بِئْسَ الْخَلِيْقَةُ الْبُخْلُ (غرر الحکم ج۱، ص ۱۴۶)

امیر المومنینؑ نے فرمایا: کنجوسی بہت بری عادت ہے۔

۵۔ بخیل کا کوئی چاہنے والا نہیں:

قال علیؑ: لَیسَ لِبَخیلٍ حَبیبٌ (غرر الحکم ج ا، ص ۱۴۹)

مولائے کائنات علیؑ نے فرمایا: بخیل کا کوئی دوست نہیں ہوتا۔

تشریح:

بخل اور کنجوسی ایک بری اور مذموم صفت ہے۔ انسان جو کچھ کماتا ہے اور جو کچھ مال وثروت جمع کرتا ہے وہ یہ فکر کرتا ہے کہ یہ مال ہمیشہ اس کے پاس رہے گا اگر خرچ کر دیا تو کیا ہوگا؟ گویا کنجوس اپنے لئے بھی اپنی دنیا کی چھوٹی سی چیز میں بھی کنجوسی کرتا ہے اور اپنی ساری دنیا کو اپنے وارثوں کے لئے چھوڑ دیتا ہے۔ بخیل اس لئے فقیروں کی طرح زندگی گزارتا ہے کہ کہیں نادار وفقیر نہ ہو جائے یا اس لئے فقیروں کی طرح زندگی بسر کرتا ہے کہ زیادہ مال جمع کر سکے۔ کنجوسی کرنے والا دنیا میں مذموم اور آخرت میں معذّب اور سزا کا مستحق ہوگا۔ بخیل انسان کو یہ یاد رکھنا چاہیے کہ مال یہ جمع کرے گا فائدہ کوئی اور اٹھائے گا۔ اس لئے کنجوسی سے بہتر ہے کہ انسان مال کو اللہ کی راہ میں خرچ کرے۔

خدا سے دعا کرتے ہیں بحق محمدؐ وآل محمدؑ ہم سب کو بخل و کنجوسی سے دور رہنے کی توفیق عطا فرما۔ (آمین)

واقعات:

ا۔ چالاک کنجوس (بخیل):

ایک کنجوس نے کوزہ بنانے والے سے کہا: میرے لئے ایک کوزہ اور ایک پیالہ بنادو۔

کوزہ بنانے والے نے کنجوس سے پوچھا: تمہارے کوزے پر کیا لکھوں؟

کنجوس نے کہا: ﴿فمن شرب منه فليس منى﴾ (۱)

لکھو جو شخص اس میں سے (پانی) پیئے گا وہ مجھ سے نہ ہوگا۔

دوبارہ کوزہ بنانے والے نے کنجوس سے پوچھا کہ تمہارے پیالے پر کیا لکھوں؟

کنجوس نے کہا: ﴿و من لم يطعمه فانه منى﴾ (۲)

لکھو اور جو شخص اس میں سے نہیں چکھے گا بے شک وہ مجھ سے ہوگا۔ (گنجینۂ معارف ج ا، ص ۷۸، قرآنی لطیفے ص ۲۶)

۲۔ بخیل کا گناہ:

پیغمبر اکرم ﷺ خانہ کعبہ کے طواف میں مشغول تھے۔ ایک مرد کو دیکھا جو غلاف کعبہ کو پکڑے دعا کر رہا تھا: خدایا! اس گھر کا واسطہ مجھے بخش دے۔

رسول خدا ﷺ نے فرمایا: تیرا گناہ کیا ہے؟ اس شخص نے کہا:

ا۔ سورۂ بقرہ آیت ۲۴۹۔

۲۔ سورۂ بقرہ آیت ۲۴۹۔

میرا گناہ اتنا بڑا ہے کہ میں اس کو بیان نہیں کر سکتا۔

رسول خدا ﷺ: تیرا گناہ بڑا ہے یا زمین؟

شخص: میرا گناہ۔

رسول خدا ﷺ: تیرا گناہ بڑا ہے یا پہاڑ؟

شخص: میرا گناہ۔

رسول خدا ﷺ: تیرا گناہ بڑا ہے یا آسمان؟

شخص: میرا گناہ۔

رسول خدا ﷺ: تیرا گناہ بڑا ہے یا خدا؟

شخص: خدا اعلیٰ اور اجل ہے۔

رسول خدا ﷺ: تجھ پر وائے ہو! اپنے گناہ کو بیان کر۔

شخص: اے رسول اللہ ﷺ میں ایک دولت مند شخص ہوں اور جب بھی میرے پاس کوئی سائل آتا ہے اور مجھ سے کسی چیز کا سوال کرتا ہے تو مجھے ایسا لگتا ہے جیسے آگ کا شعلہ میری طرف آرہا ہے۔

پیغمبر اکرم ﷺ نے فرمایا: مجھ سے دور ہو جا اور مجھے اپنی آگ میں نہ جلا اُس خدا کی قسم جس نے مجھے ہدایت اور کرامت کے ساتھ مبعوث کیا، اگر تو رکن و مقام کے درمیان کھڑا ہو اور دو ہزار سال نماز پڑھے اور اس قدر گریہ وزاری کرے کہ تیرے آنسوؤں سے نہریں جاری ہو جائیں اور ان آنسوؤں سے درخت سیراب ہوں پھر اس وقت تو بخل اور کنجوسی کی حالت میں مر جائے تو خداوند متعال تجھ کو جہنم کی آگ

میں ڈال دے گا۔

تجھ پر وائے ہو! کیا تو نے قرآن نہیں پڑھا کہ خدا فرماتا ہے: ''جو بخل کرتے ہیں وہ اپنے ہی حق میں بخل کرتے ہیں''۔ (سورۂ محمدؐ آیت ۳۸)

جو شخص اپنے نفس کو بخل سے دور رکھے گا وہی کامیاب و کامران ہے۔ (ہزار و یک حکایت اخلاقی ص ۴۵۶)

(۱۲)

بیماری

آیات:

۱۔ بیمار عذر رکھتا ہے:

﴿لَيْسَ عَلَى الضُّعَفَاءِ وَلاَعَلَى الْمَرْضَى وَلاَعَلَى الَّذِينَ لاَيَجِدُونَ مَا يُنفِقُونَ حَرَجٌ إِذَا نَصَحُوا لِلَّهِ وَرَسُولِهِ مَا عَلَى الْمُحْسِنِينَ مِنْ سَبِيلٍ وَاللهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴾ (سورۂ توبہ آیت ۹۱)

جو لوگ کمزور یا بیمار ہیں اور وہ لوگ جن کے پاس راہِ خدا میں خرچ کرنے کے لئے کچھ نہیں ہے جنگ سے باز رہنے میں یا جنگ پر نہ جانے میں کوئی حرج نہیں ہے بشرطیکہ خدا اور رسول کے حق میں اخلاص رکھتے ہوں کہ نیک کردار لوگوں سے کوئی پوچھ گچھ نہیں ہے اور اللہ بہت بخشنے والا مہربان ہے۔

۲۔ روحی بیماری کی طرف توجہ:

﴿يَاأَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَائَتْكُمْ مَوْعِظَةٌ مِنْ رَبِّكُمْ وَشِفَاءٌ لِمَا فِي الصُّدُورِ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِلْمُؤْمِنِينَ ﴾ (سورۂ یونس آیت ۵۷)

اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے نصیحت اور دلوں کی شفا کا سامان اور ہدایت اور رحمت صاحبانِ ایمان کے لئے "قرآن کی صورت میں" آچکا ہے۔

۳۔

﴿وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَرَحْمَةٌ لِلْمُؤْمِنِينَ وَلاَيَزِيدُ الظَّالِمِينَ إِلَّا خَسَارًا ﴾ (سورۂ اسراء آیت ۸۲)

اور ہم قرآن میں وہ سب کچھ نازل کر رہے ہیں جو صاحبانِ ایمان کے لئے شفا اور رحمت ہے اور ظالمین کے لئے خسارہ میں اضافہ کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔

۴۔ شفا دینے والا خدا ہے:

﴿وَإِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِينِ ﴾ (سورۂ شعراء آیت ۸۰)

اور جب بیمار ہو جاتا ہوں تو وہی مجھے شفا بھی دیتا ہے۔

۵۔ مریض (بیمار) اور روزہ:

﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِى أُنزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِنْ الْهُدَى وَالْفُرْقَانِ فَمَنْ شَهِدَ مِنكُمْ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ وَمَنْ كَانَ مَرِيضًا أَوْ عَلَى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ يُرِيدُ اللهُ بِكُمْ الْيُسْرَ وَلاَيُرِيدُ بِكُمْ الْعُسْرَ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللهَ عَلَى مَا هَدَاكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴾

(سورۂ بقرہ ۱۸۵)

ماہ رمضان وہ مہینہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا ہے جو لوگوں کے لئے ہدایت ہے اور اس میں ہدایت اور حق و باطل کے امتیاز کی واضح نشانیاں موجود ہیں لہٰذا جو

شخص اس مہینہ میں حاضر رہے اس کا فرض ہے کہ روزہ رکھے اور جو مریض یا مسافر ہو وہ اتنے ہی دن دوسرے دنوں میں روزہ رکھے خدا تمہارے بارے میں آسانی چاہتا ہے زحمت نہیں چاہتا۔ اور اتنے ہی دن کا حکم اس لئے ہے کہ تم عدد پورے کردو اور اللہ کی دی ہوئی ہدایت پر اس کی کبریائی کا اقرار کرو اور شاید تم اس طرح شکر گزار بندے بن جاؤ۔

روایات:

۱۔ بیماری کی سختی:

قال علیؑ: اَلْمَرَضُ حَبْسُ الْبَدَنِ (غرر الحکم ج۲، ص۵۳۷)

حضرت علیؑ نے فرمایا: بیماری بدن کی قید ہے۔

۲۔ بیمار:

قال علیؑ: کَمْ دَنِفٍ نَجَا وَ صَحِیحٍ هَوىٰ (غرر الحکم ج۱، ص۴۶۲)

حضرت علیؑ نے فرمایا: بہت سے بیمار نجات پا لیتے ہیں اور بہت سے صحت مند گر پڑتے (یا مر جاتے) ہیں۔

۳۔ بیماری گناہوں کا کفارہ:

قال رسول اللّٰهؐ: اَلْمَرِیْضُ تَحَاتُّ خَطَایَاهُ کَمَا یَتَحَاتُّ وَرَقُ الشَّجَرِ (میزان الحکمۃ ج۴، ص۲۸۸۵)

رسول خدا ﷺ نے فرمایا: بیماری میں (بیمار کے) گناہ اس طرح جھڑتے ہیں جس طرح (خزاں میں) درخت کے پتے جھڑتے ہیں۔

۴۔علاج کی اہمیت:

قال علیؑ: مَنْ كَتَمَ الْاَطِبَّاءَ مَرَضَهُ خَانَ بَدَنَهُ (غرر الحکم ج۲، ص۵۳۷)

حضرت علیؑ نے فرمایا: جو شخص اپنی بیماری کو ڈاکٹروں (طبیب) سے چھپائے اس نے اپنے بدن سے خیانت کی۔

۵۔بخار:

قال الامام زین العابدینؑ: حُمّٰى لَيْلَةٍ كَفَّارَةُ سَنَةٍ (آمال الواعظین ج۱، ص۵۱۷)

امام زین العابدینؑ نے فرمایا: ایک رات کا بخار ایک سال کے گناہوں کا کفارہ ہے۔

تشریح:

بیماری بھی ایک نعمت ہے۔ بیماری بندہ کی کمزوری ہے اور شفا دینا پروردگار کا کرم ہے اور بیماری کا بہترین علاج پرہیز ہے۔ بیماری کی حالت میں بھی انسان کو شکر خدا بجالانا چاہیے نہ کہ زبان پر ایسے جملے لائے جس سے شرک کی بو آتی ہو۔ جس طرح روایت میں ذکر ہے کہ ایک رات کا بخار ایک سال کے گناہوں کا کفارہ ہے۔ بعض

اوقات یہی بیماری خدا کی طرف سے بندہ کا امتحان ہوتی ہے اور بعض اوقات بیماری بد پرہیزی سے وجود میں آتی ہے۔ اس لئے انسان کو چاہیے کہ اپنا علاج کروائے اور اگر کوئی مریض ہوجائے تو لوگوں کو چاہیے کہ اس کی عیادت کے لئے جائیں جو شخص مریض کی عیادت کے لئے جاتا ہے تو ستّر ہزار فرشتے اس کی مشایعت و ہمراہی کرتے ہیں اور اس کے لئے استغفار کرتے ہیں یہاں تک کہ وہ واپس اپنے گھر آجائے۔

واقعات:

ا۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مسکرانا:

ایک روز پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آسمان کی طرف نگاہ کی اور مسکرانے لگے۔ ایک شخص نے آنحضرتؐ سے پوچھا: یا رسول اللہؐ ہم نے دیکھا کہ آپؐ نے آسمان کی طرف نگاہ کی اور مسکرانے لگے اس کی کیا وجہ ہے؟

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک جب میں نے آسمان کی طرف نگاہ کی تو دیکھا دو فرشتے زمین کی طرف آرہے ہیں تاکہ ایک صالح مرد کی شب و روز کی عبادت کا ثواب لکھیں جو اپنی مخصوص جگہ نماز و عبادت میں مشغول رہتا تھا لیکن ان فرشتوں نے اس کو وہاں نہ پایا کیونکہ وہ شخص بسترِ مرض پر پڑا ہوا تھا۔

فرشتے آسمان کی طرف چلے گئے اور خداوند متعال سے عرض کی: ہم حسب معمول

اس صالح مرد کی عبادت کا ثواب لکھنے کے لئے اس کی عبادت کی جگہ گئے تھے لیکن ہم نے اس کو وہاں نہیں پایا کیونکہ وہ بیماری کی وجہ سے بستر پر آرام کر رہا تھا۔

خداوند متعال نے فرشتوں سے فرمایا: اے فرشتو! جب تک میرا بندہ بستر مرض پر ہے مجھ پہ لازم ہے کہ اس کو بیماری میں اتنا ثواب عطا کروں جتنا ثواب تندرستی کی عبادت میں عطا کرتا تھا (کیونکہ وہ میرا بندہ بیماری کی وجہ سے عبادتیں بجالانے سے معذور ہے)۔ (گنجینۂ معارف ج ۲، ص ۱۲۹؛ آمال الواعظین ج ۱، ص ۵۱۷)

۲۔ بیمار کی دیکھ بھال کی اہمیت:

دو ساتھی کافی دور سے مناسک حج کو بجالانے کے لئے مکہ کی طرف روانہ ہوئے جب یہ دونوں مدینہ میں رسول اکرم ﷺ کی زیارت کے لئے آئے تو ان میں سے ایک ساتھی مدینہ کے کسی ہوٹل میں بہت زیادہ بیمار ہو گیا اور اس کا دوسرا ساتھی اس کی دیکھ بھال کرنے میں مشغول ہو گیا۔

ایک دن ہمسفر ساتھی نے بیمار ساتھی سے کہا: مجھے بہت اشتیاق ہے کہ رسول خداؐ کے مزار کی زیارت کروں۔ تم مجھے اجازت دو کہ میں زیارت کے لئے جاؤں۔

بیمار نے کہا: تو میرا یار و مددگار ہے، مجھے تنہا نہ چھوڑ، میری طبیعت بہت خراب ہے، مجھ سے جدا نہ ہو۔

ساتھی نے کہا: میرے بھائی ہم بہت دور سے آئے ہیں میرا دل زیارت کے لئے تڑپ رہا ہے، تم اجازت دو میں بہت جلد زیارت کر کے واپس آجاؤں گا لیکن بیمار ساتھی جس کو دیکھ بھال کی بہت شدید ضرورت تھی وہ نہیں چاہتا تھا کہ اس کا ساتھی

زیارت کے لئے جائے۔

لیکن ہمسفر ساتھی اس کو چھوڑ کر زیارت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے چلا گیا اور زیارت کے بعد امام صادقؑ کے گھر گیا اور آنحضرتؑ کی زیارت سے شرفیاب ہوا اور اپنا اور اپنے ساتھی کا قصہ آنحضرتؑ کے سامنے بیان کیا۔

امام صادقؑ نے فرمایا: اگر تم اپنے دوست کے پاس رہتے اور اس کی دیکھ بھال اور نگرانی کرتے تو تمہارا اجر خدائے بزرگ کی بارگاہ میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار کی زیارت سے زیادہ ہوتا۔ (گنجینۂ معارف ج۲، ص۱۳۰)

(۱۳)

بصارت اور بصیرت

آیات:

۱۔ بصیرت کی اہمیت:

﴿قُلْ هَذِهِ سَبِيلِي أَدْعُو إِلَى اللهِ عَلَى بَصِيرَةٍ أَنَا وَمَنْ اتَّبَعَنِي وَسُبْحَانَ اللهِ وَمَا أَنَا مِنْ الْمُشْرِكِينَ﴾ (سورۂ یوسف آیت ۱۰۸)

آپ کہہ دیجئے کہ یہی میرا راستہ ہے کہ میں اور میری اتباع کرنے والے بصیرت کے ساتھ (لوگوں کو) خدا کی طرف بلاتے ہیں اور خدا پاک و بے نیاز ہے اور میں مشرکین میں سے نہیں ہوں۔

۲۔ بینا اور نابینا مساوی نہیں:

﴿قُلْ لاأَقُولُ لَكُمْ عِندِي خَزائِنُ اللَّهِ وَلاأَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلاأَقُولُ لَكُمْ إِنِّي مَلَكٌ إِنْ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوحَى إِلَيَّ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْأَعْمَى وَالْبَصِيرُ أَفَلاتَتَفَكَّرُونَ﴾ (سورۂ انعام آیت ۵۰)

آپ کہئے کہ ہمارا دعویٰ یہ نہیں ہے کہ ہمارے پاس خدائی خزانے ہیں یا ہم عالم

الغیب ہیں اور نہ ہم یہ کہتے ہیں کہ ہم ملک ہیں ہم تو صرف وحی پروردگار کا اتباع کرتے ہیں اور پوچھئے کہ کیا اندھے اور بینا برابر ہو سکتے ہیں آخر تم کیوں نہیں سوچتے ہو۔

۳۔ قیامت میں نابینا ہونے کا سبب:

﴿وَمَنْ أَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِي فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنْكًا وَنَحْشُرُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَعْمَى ☆ قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِي أَعْمَى وَقَدْ كُنتُ بَصِيرًا ☆ قَالَ كَذَلِكَ أَتَتْكَ آيَاتُنَا فَنَسِيتَهَا وَكَذَلِكَ الْيَوْمَ تُنسَى ﴾ (سورۂ طٰہٰ آیات ۱۲۴ تا ۱۲۶)

اور جو میرے ذکر سے منہ موڑے گا اس کی زندگی تنگ بنادوں گا اور ہم اسے قیامت کے دن اندھا محشور کریں گے (پھر) وہ کہے گا کہ پروردگارا یہ تو نے مجھے اندھا کیوں محشور کیا ہے جب کہ میں دنیا میں صاحب بصارت تھا ارشاد ہوگا کہ جس طرح ہماری آیتیں تیرے پاس آئیں اور تو نے انہیں بھلا دیا اسی طرح آج تو بھی نظر انداز کردیا جائے گا۔

۴۔ اہلِ بصیرت کے لئے عبرت:

﴿يُقَلِّبُ اللهُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَعِبْرَةً لِأُولِي الْأَبْصَارِ ﴾

(سورۂ نور آیت ۴۴)

اللہ (ہی) رات کو دن اور دن کو رات سے تبدیل کرتا ہے اور یقیناً اس میں صاحبان بصارت کے لئے سامانِ عبرت ہے۔

۵۔بصیرت کا سوال:

﴿ وَلاتَقْفُ مَا لَيْسَ لَکَ بِهِ عِلْمٌ إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُوْلَئِکَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُولًا ﴾ (سورۂ اسراء آیت ۳۶)

اور جس چیز کا تمھیں علم نہیں ہے اس کے پیچھے مت جانا کہ (کیونکہ) روز قیامت سماعت، بصارت اور قوتِ قلب سب کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔

روایات:

۱۔بصیرت کی اہمیت:

قال علیؑ: فَقْدُ الْبَصَرِ اَهْوَنُ مِنْ فِقْدَانِ الْبَصِیْرَةِ (غرر الحکم ج۱، ص۱۶۴)

حضرت علیؑ نے فرمایا: آنکھوں کا اندھا ہو جانا بصیرت کے گنوا دینے سے آسان ہے۔

۲۔بصیرت نہ ہونا:

قَالَ علیؑ: لَا بَصِیْرَةَ لِمَنْ لَا فِكْرَ لَهُ (غرر الحکم ج۱، ص۱۶۵)

مولا علیؑ نے فرمایا: جو صاحب فکر نہیں ہے وہ بصیرت سے خالی ہے۔

۳۔دیدۂ بصیرت:

قَال علیؑ: نَظَرُ الْبَصَرِ لَا یُجْدِیْ اِذَا عَمِیَتِ الْبَصِیْرَةُ (غرر الحکم ج۱، ص ۱۶۵)

حضرت علیؑ نے فرمایا: آنکھ سے دیکھنے میں کوئی فائدہ نہیں جب تک کہ بصیرت نہ ہو۔

۴۔ پوشیدہ اَسرار:

قال علیؑ: قَدِ انْجَابَتِ السَّرَائِرُ لِاَهْلِ الْبَصَائِرِ (غررالحکم ج۱،ص۱۶۴)

امام علیؑ نے فرمایا: یقیناً صاحبان بصیرت کے لئے بہت سے پوشیدہ اسرار کھل جاتے ہیں۔

۵۔ بصیرت بہتر ہے یا بصارت؟

قال علیؑ: ذِهَابُ الْبَصَرِ خَيْرٌ مِنْ عَمَى الْبَصِيرَةِ (غررالحکم ج۱،ص ۱۶۳)

امیر المومنینؑ نے فرمایا: بینائی جانا بصیرت ختم ہونے سے بہتر ہے۔

تشریح:

ظاہری نگاہوں سے دیکھنے کا نام ہے بصارت اور دل کی نگاہوں سے دیکھنے کا نام ہے بصیرت۔ بصارت اور بصیرت کا بنیادی فرق یہ ہے کہ بصارت ظاہر کو دیکھتی اور بصیرت باطن کو۔ مولائے کائنات- کا ارشاد ہے کہ بہترین صاحب بصیرت وہ ہے جو اپنے عیوب کو دیکھ لے اور گناہوں سے الگ ہو جائے۔ بصیرت کا بہترین مظہر یہ ہے کہ انسان ظاہری حالات کے مطابق کام نہ کرے بلکہ عقل کے مشورے کے

مطابق عمل کرے اس لئے کہ امیر المومنینؑ کے ارشاد کے مطابق آنکھیں دھوکا دے سکتی ہیں لیکن عقل کسی انسان کو دھوکا نہیں دیتی تو ہمیں بابصیرت ہونے کی کوشش کرنی چاہیئے تا کہ ہمارے لئے پوشیدہ اسرار کھل جائیں۔

خدا سے دعا ہے کہ بحق چہاردہ معصومینؑ ہمیں صاحبِ بصیرت بنا دے۔ (آمین)

واقعات:

ا۔ بابصیرت غلام:

نبی اکرم ﷺ کی حیات طیبہ میں ایک حبشی رہتا تھا۔ جو مسلمانوں کے ساتھ اٹھتا بیٹھتا تھا۔ اس طرح آہستہ آہستہ وہ مسلمانوں کے دینی عقائد سے آشنا ہو گیا۔ جب اسے یقین ہو گیا کہ مسلمانوں کے عقائد برحق ہیں تو وہ رسولِ خدا ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کلمہ شہادتین پڑھا اور اسلام قبول کیا اس کے بعد وہ مسلمانوں سے دینی مسائل حاصل کرنے لگا۔ ایک دن رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا: یا رسول اللہؐ! کیا جہان کا خالق عالم اور خبیر ہے؟

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: جی ہاں اللہ تعالیٰ ہر ظاہر و باطن سے واقف ہے وہ ماضی، حال اور مستقبل کے واقعات سے بھی واقف ہے۔ خدا ہر قول و فعل اور دلوں میں پیدا ہونے والے خیالات سے بھی واقف ہے۔

یہ باتیں سن کر غلام کچھ دیر تک سوچتا رہا۔ پھر اس نے کہا: یا رسول اللہؐ! اس کا

مقصد تو یہ ہے کہ خدا میرے تمام گناہوں سے واقف ہے اور ہر وقت مجھے دیکھ رہا ہے اور میری ہر حرکت وسکون اس کے سامنے ہے؟

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: بے شک ایسا ہی ہے۔ اللہ کو تمہاری زندگی کے ہر لمحہ کا علم ہے۔

یہ سن کر اس نے ایک چیخ ماری اور بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑا اور اسی بے ہوشی کی حالت میں اس کی روح پرواز کر گئی۔ (کشکول دستغیب ج ا، ص ۵۱)

۲۔ بصیرت ابو ہارون مکفوف:

قطب راوندی نے ابو بصیر سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ امام محمد باقرؑ کے ساتھ ہم مسجد میں داخل ہوئے اور کچھ لوگ بھی مسجد میں داخل ہو رہے تھے حضرت نے مجھ سے فرمایا: ذرا لوگوں سے پوچھو کہ وہ مجھے دیکھ رہے ہیں؟ اس کے بعد جس شخص کو میں دیکھتا تھا اس سے یہی پوچھتا تھا کہ کیا تم نے ابو جعفرؑ کو دیکھا ہے تو جواب میں وہ کہتا تھا کہ نہیں۔ حالانکہ حضرت وہیں کھڑے ہوئے تھے۔ یہاں تک کہ ابو ہارون مکفوف (نابینا) داخل مسجد ہوئے۔ حضرت نے فرمایا: اس سے پوچھو، میں نے اس سے پوچھا کہ کیا ابو جعفرؑ کو دیکھا ہے تو اس نے کہا کہ کیا یہ حضرت نہیں کھڑے ہوئے ہیں۔ میں نے کہا تجھے کیسے معلوم ہوا؟ تو اس نے کہا کیسے معلوم نہ ہو وہ تو ایک چمکتا ہوا نور ہیں۔ یعنی جمال امامت کو دیکھنے کے لئے ظاہری آنکھیں کافی نہیں ہیں دل کی آنکھیں درکار ہیں (امام کو دیکھنے کے لئے بصارت نہیں بلکہ بصیرت درکار ہے)۔ (احسن المقال ج ا، ص ۶۷۵)

(۱۴)

تربیت

آیات:

۱۔ تربیت کا نمونہ:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ (سورۂ احزاب آیت ۲۱)

تمہارے لئے رسولؐ کی زندگی بہترین نمونہ عمل ہے۔

۲۔ تربیت انبیاء کا مقصد:

﴿هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُبِينٍ﴾ (سورۂ جمعہ آیت ۲)

اس خدا نے مکہ والوں میں ایک رسول بھیجا ہے جو ان ہی میں سے تھا تا کہ ان کے سامنے آیات کی تلاوت کرے، ان کے نفوس کو پاکیزہ بنائے اورانہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دے اگر چہ یہ لوگ اس سے پہلے بڑی کھلی ہوئی گمراہی میں مبتلا تھے۔

۳۔ اولاد پر والدین کا حق:

﴿ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرًا ﴾ (سورۂ اسراء آیت ۲۴)

اور والدین کے لئے خاکساری کے ساتھ اپنے کاندھوں کو جھکا دو اور ان کے حق میں دعا کرتے رہو کہ پروردگار اُن دونوں پر اس طرح رحمت نازل فرما جس طرح انہوں نے بچپنے میں اپنی رحمتیں نچھاور کر کے مجھے پالا ہے۔

۴۔ تربیت فرزند کی اہمیت:

﴿یا ایھا الذین امنو ... ما یؤمرون﴾ (سورۂ تحریم آیت ۶)

اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہوں گے جس پر ایسے فرشتے، ملائکہ معین ہیں جو سخت مزاج اور تند ہیں وہ خدا کے حکم کی مخالفت نہیں کرتے اور انہیں جو حکم دیا جاتا ہے اسی پر عمل کرتے ہیں۔

۵۔ راہ مستقیم (سیدھا راستہ):

﴿إِنَّ اللّٰهَ رَبِّي وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوهُ هَذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ ﴾ (سورۂ آل عمران آیت ۵۱)

اللہ میرا اور تمہارا (دونوں کا) رب ہے لہٰذا اس کی عبادت کرو کہ یہی صراط مستقیم (سیدھا راستہ) ہے۔

روایات:

۱۔بہترین وارث:

قَالَ الصّادق: اِنَّ خَیْرَ مَا وَرَّثَ الْآبَاءُ لِاَبْنَائِھِمْ اَلْاَدَبُ لَا الْمَالُ (اصول کافی ج ۸، ص ۱۵۰)

حضرت امام صادقؑ نے فرمایا: بہترین میراث جو والدین اپنی اولاد کے لئے چھوڑ کر جاتے ہیں وہ ادب ہے نہ کہ مال و دولت۔

۲۔آغاز تربیت:

قَالَ علیٌّ: اَفْضَلُ الْاَدَبِ مَا بَدَأْتَ بِهٖ نَفْسَکَ (میزان الحکمۃ ج ۱، ص ۵۴)

مولا علیؑ نے فرمایا: بہترین ادب وہ ہے جو اپنے آپ سے شروع ہو۔

۳۔تربیت کے لئے دعا:

قال السجادؑ: وَ اَعِنِّی عَلٰی تَرْبِیَتِھِمْ وَ تَاْدِیْبِھِمْ وَ بِرِّھِمْ (صحیفۂ کاملہ دعا نمبر ۲۵، ص ۲۳۵)

امام سجادؑ نے فرمایا: (خدایا!) بچوں کی تربیت و تادیب اور ان کے ساتھ اچھے برتاؤ کرنے میں میری مدد فرما۔

۴۔تربیت محبت اہل بیتؑ

اَدِّبُوا اَوْلَادَکُمْ عَلٰی ثَلَاثِ خِصَالٍ: حُبِّ نَبِیِّکُمْ، حُبِّ اَھْلِ بَیْتِهٖ وَ

قِرَاءَةِ الْقُرْآنِ (کنز العمال ج۱۶،ص۴۵۶)

رسول خدا ﷺ نے فرمایا: اپنے بچوں کو تین چیزیں سکھاؤ:

۱۔ اپنے نبی (حضرت محمد ﷺ) کی محبت

۲۔ اُن کے اہل بیتؑ کی محبت

۳۔ قرأتِ قرآن

۵۔ فرزند صالح:

اِنَّ الْوَلَدَ الصَّالِحَ رَيْحَانَةٌ مِنْ رِيَاحِيْنِ الْجَنَّةِ (اصول کافی ج۶،ص۳)

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: فرزندِ صالح بہشت کے پھولوں میں سے ایک پھول ہے۔

تشریح:

بچوں کی تربیت میں ہمیں کافی کوشش اور دقت سے کام لینا چاہیے کیونکہ بچے بڑوں کی کردار اور اعمال کو دیکھتے ہیں اور پھر وہی کام کرتے ہیں۔ بچے سمجھتے ہیں کہ جو کچھ بڑوں کے کام کیا ہے اچھا ہے اس لئے ہمیں بھی وہی انجام دینا چاہیے۔ لہٰذا ہمیں ایسے کام اور گفتگو سے پرہیز کرنا چاہیے جن کا بُرا اثر بچوں پر ہو۔ کیوں کہ ہمارے بچے باقیات الصالحات ہیں۔ اگر بچوں کی اچھی تربیت کی تو بڑے ہو کر ہمارے لئے باعث افتخار ہوں گے اور اگر بچوں کی تربیت صحیح نہیں کی تو یہی ہمارے

لئے باعث ذلت وخواری ہوں گے۔

قرآن وروایات کی تاکید ہے کہ اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو جہنم کی آگ سے بچاؤ ان کی تربیت قرآن وحدیث کی روشنی میں کرو کیونکہ بچے جنت کے پھولوں میں سے ایک پھول ہیں کہیں ایسا نہ ہو ہمارے بچے بری راہ کی طرف چلے جائیں آج کل معاشرہ بہت ہی خراب ہوتا جارہا ہے۔ایک بچے کی تربیت کرنا گویا ایک خاندان کی تربیت کرنا ہے۔(آمین)

خدا سے دعا کرتے ہیں بحق محمدؐ وآل محمدؐ ہمیں اپنے بچوں کی صحیح تربیت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

واقعات:

ا۔فرزند صالح کی اہمیت:

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: ایک روز حضرت عیسیٰؑ ایک قبر کے پاس سے گذرے تو آپ نے دیکھا کہ صاحب قبر کو عذاب ہورہا ہے پھر جب دوسرے سال وہاں سے گذرے تو آپ نے دیکھا کہ صاحب قبر سے عذاب ٹل چکا ہے۔حضرت عیسیٰؑ نے بارگاہ ایزدی میں عرض کی اے میرے اللہ! ایک سال قبل میں اسی قبر سے گذر رہا تھا تو صاحب قبر کو عذاب ہورہا تھا لیکن اس سال عذاب اٹھ گیا ہے اس کا راز کیا ہے؟

خداوند عزوجل نے حضرت عیسیٰؑ پر وحی کی: اے روح اللہ اس مرنے والے کا ایک بیٹا تھا جس نے بالغ ہونے کے بعد (لوگوں کے لئے) ایک راستہ بنایا، ایک یتیم کو پناہ دی، پس اس کے بیٹے کے دو نیک کاموں کی وجہ سے اس کو بخش دیا گیا ہے۔ (گنجینۂ معارف ج۳، ص۲۳۶، عبرت انگیز واقعات ص۱۱۸)

۲۔ غذا کا اثر:

علامہ محمد تقیؒ نقل کرتے ہیں جو کہ آیات، روایات اور تجربوں سے بھی مناسبت رکھتی ہے۔ علامہ محمد تقی مجلسیؒ جامع مسجد اصفہان میں نماز پڑھایا کرتے تھے۔ ایک رات اپنے فرزند محمد باقر مجلسیؒ کو مسجد لے آئے، جو کسی وجہ سے صحنِ مسجد میں کھیل کود میں مصروف رہے۔ علامہ محمد تقیؒ نماز میں مصروف تھے کہ محمد باقر مجلسیؒ نے صحنِ مسجد میں رکھی ہوئی پانی سے بھری ہوئی مشک میں سوراخ کر دیا اور بہتے ہوئے پانی سے کھیلنے لگے، نماز کے بعد جب علامہ محمد تقی مجلسیؒ کو علم ہوا تو آپ سخت ناراض ہوئے۔ گھر جا کر اپنی زوجہ کو سامنے بٹھایا اور پوچھا: میں نے حمل ٹھہرنے سے پہلے اور حمل ٹھہرنے کے بعد غذا کے سلسلے میں اسلامی دستورات کی رعایت کی تھی اور اس کی ولادت کے بعد اب تک تربیت کے اصولوں پر عمل کرتا آ رہا ہوں لیکن آج اس کا عمل ہم دونوں میں سے کسی ایک کی کوتاہی کی نشاندہی کر رہا ہے بچے کی ماں نے کہا: ایام حمل میں ایک روز پڑوسی کے گھر جانے کا اتفاق ہوا، جہاں درخت میں لگے ہوئے اناروں نے میری توجہات کو اپنی طرف موڑ دیا۔ اس وقت میں نے ایک انار میں ذائقہ چکھنے کے لئے سوئی چبھو کر اس کا ذائقہ چکھا تھا۔

توجہ کریں: حمل کے زمانے میں ماں کا پڑوسی کے انار کا اس طرح کھانا یا چکھنا بچے کی شخصیت پر اتنا اثر انداز ہوتا ہے تو حرام غذا کا مسلسل استعمال اس آنے والے بچے کو انسانیت اور اسلام سے کتنا دور کر دے گا۔ (تہذیب زندگی ص ۲۰۴)

(۱۵)

تفکّر (غور وفکر)

آیات:

ا۔تفکر (غور وفکر) کی دعوت:

﴿كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللهُ لَكُمُ الْآيَاتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُونَ☆ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ﴾ (سورۂ بقرہ آیات۲۲۰،۲۱۹)

خدااسی طرح اپنی آیات کو واضح کر کے بیان کرتا ہے تاکہ تم فکر کر سکو دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔

۲۔متوجہ کروانا:

﴿اعْلَمُوا أَنَّ اللهَ يُحْيِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْآيَاتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ﴾ (سورۂ حدید آیت ۱۷)

یادرکھو! خدا مردہ زمینوں کو زندہ کرتا ہے اور ہم نے تمام نشانیوں کو واضح کر کے بیان کردیا ہے تاکہ تم عقل سے کام لے سکو۔

۳۔خلقت میں غور وفکر:

﴿وَيَتَفَكَّرُونَ فِي خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هَذَا بَاطِلًا ﴾ (سورۂ آل عمران آیت ۱۹۱)

اور وہ لوگ آسمان و زمین کی خلقت میں غور و فکر کرتے ہیں کہ خدایا تو نے یہ سب بیکار نہیں پیدا کیا ہے۔

۴۔ زمین میں نشانیاں:

﴿إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ﴾ (سورۂ رعد آیت ۳)

اس میں صاحبان فکر و نظر کے لئے بڑی نشانیاں پائی جاتی ہیں۔

۵۔ غلط فکر:

﴿إِنَّهُ فَكَّرَ وَقَدَّرَ ☆ فَقُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ☆ ثُمَّ قُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ﴾ (سورۂ مدثر آیت ۱۸ تا ۲۰)

اس نے فکر کی اور اندازہ لگایا تو اسی میں مارا گیا کہ کیسا اندازہ لگایا پھر اسی میں اور تباہ ہو گیا کہ کیسا اندازہ لگایا۔

روایات:

۱۔ نیکی کی دعوت:

اَلتَّفَكُّرُ يَدْعُوْ اِلَى الْبِرِّ وَ الْعَمَلِ بِهِ (سفینۃ البحار ج ۷، ص ۱۴۴؛ کتاب الشافی ج ۳، ص ۳۲۱)

حضرت علیؑ نے فرمایا: تفکر نیکی کرنے اور اس پر عمل کی دعوت دیتا ہے۔

۲۔اصل عبادت:

قالَ الرضاؑ: لَیسَ الْعِبَادَةُ کَثْرَةَ الصَّلاةِ وَ الصَّوْمِ اِنَّمَا الْعِبَادَةُ التَّفَکُّرُ فِیْ اَمْرِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ (سفینۃ البحار ج ۷، ص ۱۴۵؛ کتاب الشافی ج ۳، ص ۳۲۰)

امام رضاؑ نے فرمایا: کثرت سے نماز پڑھنے اور روزے رکھنے کا نام عبادت نہیں ہے بلکہ امر الٰہی میں غور و فکر کرنا عبادت کہلاتا ہے۔

۳۔آخرت کی فکر:

عَنِ الحَسَنِ الصَّیْقَلِ قَالَ سَاَلْتُ اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ عَلَیْهِ السَّلامُ عَمَّا یَرْوِی النَّاسُ اَنَّ تَفَکُّرَ سَاعَةٍ خَیْرٌ مِنْ قِیَامِ لَیْلَةٍ، قُلْتُ: کَیْفَ یَتفَکَّرُ؟ قَالَ: یَمُرُّ بِالْخَرِبَةِ اَوْ بِالدَّارِ فَیَقُوْلُ: اَیْنَ سَاکِنُوْکِ، اَیْنَ بَانُوکِ مَالَکِ لَا تَتَکَلَّمِیْنَ (سفینۃ البحار ج ۷، ص ۱۴۴؛ کتاب الشافی ج ۳، ص ۳۲۰)

امام صادقؑ نے پوچھا: لوگ بیان کرتے ہیں کہ ایک گھڑی کی فکر بہتر ہے تمام رات کھڑے ہو کر عبادت کرنے سے۔ میں نے کہا: کیسی فکر کرتا ہے؟ فرمایا: جب کسی خرابے یا گھر کی طرف سے گزرتا ہے تو یہ کہتا ہوا گزرتا ہے کہ تیرے ساکن کہاں گئے تیرے بنانے والے کیا ہوئے، تجھے کیا ہو گیا ہے تو بولتا کیوں نہیں؟

۴۔بہترین عبادت:

قال امیر المومنینؑ: اَلتَّفَکُّرُ فِیْ آلاءِ اللّٰهِ نِعْمَ الْعِبَادَةُ (غرر الحکم ج ۲، ص ۳۵۴)

حضرت امیر المومنینؑ نے فرمایا: خدا کی نعمتوں میں غور وفکر کرنا بہترین عبادت ہے۔

۵۔ بصیرت ملنا:

قال علیؑ: تَفَکُّرُکَ یُعِیْدُکَ الْاِسْتِبْصَارَ وَ یُکْسِبُکَ الْاِعْتِبَارَ (غرر الحکم ج ۲، ص ۳۵۶)

مولا علیؑ نے فرمایا: تمہارا غور وفکر کرنا تمہیں بصیرت سے نوازے گا اور تمہیں عبرت حاصل کرنے کی صلاحیت عطا کرے گا۔

تشریح:

انسان کو کسی کام کے انجام دینے سے پہلے غور وفکر کر لینا چاہیے تا کہ بعد میں پشیمان نہ ہو۔ اسی لئے قرآن و روایات میں غور وفکر کرنے کا حکم دیا ہے۔ کام کرنے سے پہلے مشورہ اور غور وفکر انتہائی ضروری ہے ورنہ بعض اوقات مشورہ اور فکر نہ کرنے کی وجہ سے پریشانیاں اٹھانی پڑتی ہیں۔ خدا نے انسان کو عقل سلیم اسی وجہ سے عطا کی ہے کہ وہ زمین و آسمان وغیرہ کی خلقت میں غور وفکر کرے اور بصیرت حاصل کرے۔ غور وفکر کرنے سے انسان ہدایت پاتا ہے اور یہی تفکر انسان کو نیک عمل کی طرف دعوت دیتا ہے اور انسان اس بارے میں فکر کرنے پر مجبور ہوتا ہے کہ خدا نے ہمیں عبث اور بیہودہ خلق نہیں کیا اور اللہ تعالیٰ نے صاحبان فکر و نظر کے لئے قرآن میں

واضح نشانیاں بیان کی ہیں۔

خدا سے دعا کرتے ہیں بحق ابوالفضل العباسؑ ہم سب کو صحیح فکر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

واقعات:

۱۔ جیسی فکر ویسا ثواب:

حضرت علیؑ کے باوفا ساتھی حضرت مقدادؓ کہتے ہیں: میں ابو ہریرہ کے پاس گیا تو میں نے سنا کہ وہ کہہ رہا تھا کہ پیغمبر اکرم ﷺ نے فرمایا: ایک گھڑی فکر کرنا ایک سال کی عبادت سے بہتر ہے۔ (پھر میں) ابن عباس کے پاس گیا تو سنا کہ وہ فرما رہے تھے کہ پیغمبر اکرم ﷺ نے فرمایا: ایک ساعت فکر کرنا سات سال کی عبادت سے بہتر ہے۔ (پھر میں) کسی اور صحابی کے پاس گیا اس سے سنا کہ قولِ رسول خداؐ ہے کہ آنحضرت نے فرمایا: ایک لحہ فکر کرنا ستّر سال کی عبادت سے بہتر ہے۔

مقدادؓ کہتے ہیں میں نے تعجب کیا کہ ہر ایک دوسرے کے خلاف حدیث نقل کر رہا ہے، میں رسول خدا ﷺ کے پاس آیا اور تینوں حدیثوں کو بیان کیا۔ پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا: (اے مقدادؓ) وہ تینوں بالکل صحیح کہہ رہے ہیں۔ اس کے بعد اس مطلب کو واضح کرنے کے لئے پیغمبر اکرم ﷺ نے ان تینوں کو اپنے پاس بلوایا اور وہ تینوں آنحضرتؐ کی خدمت میں آئے۔ میں بھی وہیں موجود تھا۔ رسولِ خدا ﷺ نے

ابو ہریرہ سے فرمایا: تم کیا فکر کرتے ہو، ابو ہریرہ نے کہا: میں قرآن کے مطابق فکر کرتا ہوں جو کچھ قرآن نے کہا ہے: ''صاحبانِ فکر ونظر زمین وآسمان کی تخلیق میں غور وفکر کرتے ہیں'' میں بھی زمین وآسمان کے اسرار اور اس کی تخلیق کے بارے میں غور وفکر کرتا ہوں۔ پیغمبر اکرم ﷺ نے فرمایا: تیری ایک ساعت کی فکر ایک سال کی عبادت سے بہتر ہے۔

اس کے بعد ابن عباس سے فرمایا: تم کیا فکر کرتے ہو؟ ابن عباس نے جواب دیا: ''میں موت اور روزِ قیامت کے بارے میں غور وفکر کرتا ہوں'' پیغمبر اکرم ﷺ نے فرمایا: تمہاری ایک گھڑی کی فکر سات سال کی عبادت سے افضل وبہتر ہے۔

اس کے بعد صحابی سے پوچھا کہ تم کیا فکر کرتے ہو؟ اس نے جواب میں عرض کیا: ''میں جہنم کی آگ اور اس کی سختی اور عذاب کے بارے میں غور وفکر کرتا ہوں''۔
پیغمبر اکرم ﷺ نے فرمایا: تمہاری ایک لمحہ کی فکر ستر سال کی عبادت سے بہتر ہے۔

اس ترتیب کے ساتھ مختلف غور وفکر کا مسئلہ ایک اختلافی مسئلہ بن گیا کہ فکر کرنے کی جزا اور پاداش انسان کی نیت سے وابستہ ہے، جیسی فکر ہوگی ویسا اجر دیا جائے گا!
(گنجینۂ معارف ج۱، ص۲۸۱ نقل از تفسیر روح البیان ج۸ ص۴۴۰)

۲۔ نصیحت پیغمبر اکرم ﷺ:

ایک شخص رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ عرض کی یا رسول اللہؐ مجھے نصیحت فرمائیں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا: اگر میں تجھے نصیحت کروں تو تم اس پر عمل

کرو گے؟ اس مرد نے جواب میں کہا: جی ہاں۔ اس سوال و جواب کا رسولؐ اور اس شخص کے درمیان تین بار ردّ و بدل ہوا، جب بھی رسولِ خدا ﷺ اس سے فرماتے: اگر نصیحت کروں عمل کرو گے؛ تو وہ شخص ہر بار جواب میں کہتا: جی ہاں عمل کروں گا۔

جب رسول اکرم ﷺ نے اس شخص سے تعہد اور اقرار لے لیا تو آپؐ نے اس سے فرمایا: جب بھی کسی کام کا ارادہ کرو تو پہلے تفکر و تدبر کرو اور اس کے نتیجہ کو دیکھو! اگر اس کے نتیجہ میں کامیابی اور ہدایت ہے تو اس کام کے پیچھے جاؤ اور اس کو انجام دو اور اگر اس کا نتیجہ برا اور گمراہ کن ہے تو اس سے دور رہو۔

رسول خدا ﷺ کا اس شخص سے اقرار اور تعہد لینے سے معلوم ہوتا ہے کہ پیغمبر اکرم ﷺ اس (تفکر و تدبر) کے بارے میں کتنی اہمیت کے قائل ہیں اور ہم کو سمجھانا چاہتے ہیں کہ غور و فکر کی اپنے اندر عادت پیدا کرو اور ہر کام کو انجام دینے سے پہلے اس میں غور و فکر کرو اور اس کے نتیجہ و عاقبت کی طرف نظر رکھو ورنہ اس سے پہلے اس کام کو انجام نہ دو۔ (گنجینۂ معارف ج ۱، ص ۲۸۲ نقل از بیست گفتار شہید مطہریؒ ص ۱۹۲)

(۱۶)

تقویٰ

آیات:

۱۔اکرام:

﴿إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللهِ أَتْقَاكُمْ إِنَّ اللهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ ﴾(سورۂ حجرات آیت۱۳)

بے شک تم میں سے خدا کے نزدیک زیادہ محترم وہی ہے جو زیادہ پرہیز گار ہے اور اللہ ہر کا جاننے والا اور ہر بات سے باخبر ہے۔

۲۔تقویٰ بہترین لباس:

﴿ يَابَنِي آدَمَ قَدْ أَنزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُوَارِي سَوْآتِكُمْ وَرِيشًا وَلِبَاسُ التَّقْوَى ذَلِكَ خَيْرٌ ذَلِكَ مِنْ آيَاتِ اللهِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُونَ ﴾(سورۂ اعراف آیت۲۶)

اے اولادِ آدم ہم نے تمہارے لئے لباس نازل کیا ہے جس سے اپنی شرمگاہوں کا پردہ کرو اور زینت کا لباس بھی دیا ہے لیکن تقویٰ کا لباس سب سے بہتر ہے اور یہ اللہ کی نشانیوں میں سے ایک ہے شاید وہ لوگ عبرت حاصل کر سکیں۔

۳۔خدا متقین کے ساتھ:

﴿وَاتَّقُوا اللهَ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللهَ مَعَ الْمُتَّقِينَ﴾ (سورۂ بقرہ آیت۱۹۴)

اور اللہ سے ڈرو اور یہ سمجھ لو کہ خدا پرہیزگاروں کے ساتھ ہے۔

۴۔عدالت:

﴿وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَى أَلَّا تَعْدِلُوا اعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَى وَاتَّقُوا اللهَ﴾ (سورۂ مائدہ آیت۸)

اور خبردار کسی قوم کی عداوت اس بات پر آمادہ نہ کردے کہ انصاف کو ترک کردو انصاف کرو کہ یہی تقویٰ سے قریب ہے اور اللہ سے ڈرتے رہو۔

۵۔تشخیص حق و باطل:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ تَتَّقُوا اللهَ يَجْعَلْ لَكُمْ فُرْقَانًا وَيُكَفِّرْ عَنكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ وَاللهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ﴾ (سورۂ انفال آیت۲۹)

ایمان والو! اگر تم تقویٰ الٰہی اختیار کرو گے تو وہ تمہیں حق و باطل میں فرق کرنے کی صلاحیت عطا کردے گا۔ تمہاری برائیوں کی پردہ پوشی کرے گا۔ تمہارے گناہوں کو معاف کردے گا کہ وہ بڑا فضل کرنے والا ہے۔

روایات:

۱۔اہمیت تقویٰ:

قال امیر المومنینؑ: اَلتَّقْوٰی مِفْتَاحُ الصَّلاَحِ (غررالحکم ج۲،ص۷۴۶)

امیرالمومنین علیؑ نے فرمایا: تقویٰ کامیابی کی چابی ہے۔

۲۔سردارِ اخلاق:

قال امیر المومنینؑ: اَلتَّقْوٰی رَئِیْسُ الْاَخْلَاقِ (غررالحکم ج۲،ص۷۴۶)

حضرت علیؑ نے فرمایا: تقویٰ اخلاق کا سردار ہے۔

۳۔بہترین لباس:

قال امیر المومنینؑ: ثَوْبُ التُّقٰی اَشْرَفُ الْمَلاٰبِسِ (غررالحکم ج۲،ص ۷۴۷)

حضرت علیؑ نے فرمایا: تقویٰ کا لباس شریفانہ اور بہترین لباس ہے۔

۴۔انبیاء کا اخلاق:

قال امیر المومنینؑ: عَلَیْکَ بِالتُّقٰی فَاِنَّہٗ خُلُقُ الْاَنْبِیَاءِ (غررالحکم ج۲، ص۷۴۸)

حضرت علیؑ نے فرمایا: تمہارے لئے ضروری ہے کہ تقویٰ اختیار کرو کہ یہ انبیاء☆ کا اخلاق ہے۔

۵۔بہترین توشہ راہ:

قالَ امیر المومنینؑ: اَلتَّقْوٰی خَیْرُ زَادٍ (غرر الحکم ج ۱ص ۷۴۵)

مولائے کائناتؑ نے فرمایا: تقویٰ بہترین زادِ راہ ہے۔

تشریح:

اسلام میں فضیلت اور شرافت کا معیار قوم وقبیلہ نہیں ہے بلکہ تقویٰ اور کردار ہے جہاں پر پسرِ نوح -کو غرق کر دیا جاتا ہے اور سلمانؓ کو اہلِ بیتؑ میں شامل کرلیا جاتا ہے۔

اپنے کو گناہوں اور معصیتوں سے دور رکھنا اور ہلاک کرنے والی آفتوں اور بلاؤں سے بچانا ایک ایسی حقیقت ہے جس کو قرآن کریم اور روایات نے ''تقویٰ'' کے عنوان سے یاد کیا ہے۔ تقویٰ اس حالت کا نام ہے جو گناہوں سے اجتناب اور عبادتِ خدا سے حاصل ہوتی ہے اور تقویٰ دینی اقدار ومعنوی زیبائی میں ایک خاص عظمت رکھتا ہے۔ صرف متقی وپرہیز گار افراد ہی میں ہدایت الٰہی کے آثار ظاہر ہوتے ہیں اور جنت بھی صرف اور صرف اہل تقویٰ کے لئے بنائی گئی ہے۔

خدا سے دعا کرتے ہیں بحق امام المتقین حضرت علی بن ابی طالبؑ ہمیں متقی و پرہیز گار بننے کی توفیق عطا فرما۔ (آمین)

واقعات:

ا۔ پرہیز گار جوان:

قبیلہ انصار کا ایک شخص کہتا ہے: گرمی کے دنوں میں ایک روز رسولِ خدا ﷺ کے ساتھ ایک درخت کے سایہ میں بیٹھا ہوا تھا۔ ایک شخص آیا جس نے اپنا کرتا اتارا اور گرم ریت پر لوٹنا شروع کر دیا کبھی پیٹھ کے بل اور کبھی پیٹ کے بل اور کبھی چہرہ گرم ریت پر رکھ کر کہتا تھا: اے نفس! اس گرم ریت کا مزہ چکھ کیونکہ خداوند عالم کا عذاب تو اس سے کہیں زیادہ سخت ہے۔

رسولِ اکرم ﷺ اس واقعے کو دیکھ رہے تھے، جس وقت وہ جوان وہاں سے اٹھا اور اپنے کپڑے پہن کر ہماری طرف دیکھ کر جانا چاہا تو پیغمبر اکرم ﷺ نے اس کو اپنے پاس بلایا۔ جب وہ حضرت کے قریب آیا تو آنحضرتؐ نے اس سے فرمایا: اے بندہ خدا! میں نے اب تک کسی کو ایسا کام کرتے ہوئے نہیں دیکھا اس کام کی وجہ کیا ہے؟ تو اس نے عرض کیا: خوفِ خدا، میں نے اپنے دل میں ٹھان لیا ہے تا کہ شہوت اور طغیان سے محفوظ رہے!

پیغمبر اکرم ﷺ نے فرمایا: تو نے خدا سے ڈرنے کا حق ادا کر دیا ہے۔ خداوند عالم تیرے ذریعہ اہلِ آسمان پر فخر ومباہات کرتا ہے، اس کے بعد آنحضرتؐ نے اپنے اصحاب سے فرمایا: سب لوگ اپنے اس دوست کے پاس جمع ہو جاؤ تا کہ یہ تمہارے لئے دعا کرے۔ سب اصحاب جمع ہو گئے تو اس نے اس طرح سے دعا کی: ''پالنے

والے! ہماری زندگی ہدایت پر گامزن رکھ، تقویٰ کو ہمارا زادِ راہ اور بہشت کو ہماری منزلِ مقصود بنادے''۔ (توبہ آغوشِ رحمت (بزبان اردو) ص ۲۴۷)

۲۔ پروردگار متقین کے اعمال کو قبول کرتا ہے:

حضرت امام صادق ؑ نے فرمایا: میں نے اہل سنت افراد سے ایک شخص کی بڑی تعریف سنی اور اس کے اللہ والا اور صاحب کرامت ہونے کی کئی داستانیں سنیں تو مجھے اس کو دیکھنے کا شوق پیدا ہوا۔

اتفاق سے ایک دن میں نے اسے ایک مقام پر دیکھا لوگ اس کے اردگرد جمع تھے اور وہ لوگوں کو اپنے آپ سے دور کر رہا تھا۔ اس نے کپڑے سے اپنا چہرہ چھپا رکھا تھا اور اس کی پیشانی اور آنکھیں ظاہر تھیں وہ اپنے ارادتمندوں کو اپنے آپ سے دور کرتا گیا آخرکار وہ اکیلا ایک راستہ پر چلنے لگا میں بھی خاموشی سے اس کے پیچھے پیچھے چلتا رہا۔ راستے میں نانبائی (روٹی پکانے والا) کی ایک دکان تھی جہاں لوگوں کا کافی ازدحام تھا یہ شخص اس جگہ گیا میں نے دیکھا کہ اس نے وہاں سے دو روٹیاں چرائیں اور چلتا بنا۔ پھر آگے ایک شخص انار بیچ رہا تھا اس نے اس کی غفلت سے فائدہ اٹھایا اور دو انار چوری کر لیے میں یہ ماجرا دیکھ کر سخت متعجب ہوا کہ یہ شخص بھی چوری کرتا ہے۔

چند قدم چلنے کے بعد راستہ میں اس نے ایک مریض کو دیکھا تو وہ دو روٹیاں اور دو انار اسے دے دیے میں نے اسے آواز دی تو وہ رُک گیا۔ میں نے اس سے کہا: اے بندۂ خدا میں نے تیری بہت تعریفیں سنی تھیں اور تجھے دیکھنے کا خواہشمند تھا لیکن آج

میں نے تجھے دیکھا تو مجھے تمہاری اس حالت پر بہت ہی دکھ اور افسوس ہوا۔

اس نے کہا تو نے کیا دیکھا اور میری کس بات سے تمہیں دکھ پہنچا ہے؟

امامؑ نے فرمایا: میں نے تجھے نانبائی (روٹی بیچنے والا) کی دکان سے دو روٹیاں اور انار فروش کی دکان سے دو انار چوری کرتے دیکھا۔ جب میں نے یہ الفاظ کہے تو اس نے مجھے مزید بات کرنے کی مہلت ہی نہ دی اور فوراً بول پڑا تو کون ہے؟

میں نے کہا: میرا تعلق اہل بیت رسولؐ سے ہے۔

اس نے میرا وطن پوچھا تو میں نے کہا: میرا گھر مدینے میں ہے۔

اس نے کہا: پھر یقیناً آپ جعفرؑ بن محمدؑ بن علیؑ بن حسینؑ (علیہم السلام) ہیں۔

میں نے کہا بالکل میں وہی ہوں۔

اس شخص نے کہا: رسول کرم ﷺ سے تمہاری نسبت تمہیں کیا فائدہ دے گی۔ جب کہ تم اپنے نانا کے علم سے ناواقف ہو؟

میں نے کہا: بیان کرو میں کیسے ناواقف ہوں؟

اس نے کہا: شاید تم نے قرآن کی یہ آیت نہیں پڑھی جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"من جاء بالحسنة فله عشر امثالها و من جاء بالسيئة فلا يجزى الّا مثلها" "جو شخص ایک نیکی کرے گا اس کے نامۂ اعمال میں دس نیکیاں لکھی جائیں گی اور جو ایک برائی کرے گا اس کی سزا اتنی ہی ہے۔

تو اب سنو: میں نے دو روٹیاں اور دو انار چوری کیے میرے نامۂ اعمال میں چار گناہ درج ہوئے پھر میں نے وہ دو روٹیاں اور دو انار راہِ خدا میں ایک مریض کو دے

دیں تو میرے نامۂ اعمال میں چالیس نیکیاں درج ہوئیں۔ اب چالیس سے اگر چار کو گھٹا دو تو پھر بھی میرے نامہ اعمال میں ۳۶ نیکیاں بچ جائیں گی۔

میں (امامؑ) نے اس کی یہ بات سن کر کہا: ''ثَکِلَتکَ اُمُّکَ'' تیری ماں تیرے غم میں روئے۔ تجھے تو کتاب خدا کا ذرّہ برابر بھی علم نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں واضح طور پر فرمایا ہے: ﴿اِنَّمَا یَتَقَبَّلُ اللّٰہُ مِنَ الْمُتَّقِیْنَ﴾(۱) اللہ پرہیز گاروں کے اعمال کو قبول کرتا ہے۔

اب تو نے دو روٹیاں اور دو انار چوری کیے۔ تیرے نامۂ اعمال میں چار برائیاں درج ہوئیں اور پھر تو نے ان چیزوں کے مالک کی اجازت کے بغیر ان میں تصرف کیا تو چار گناہ اور تمہارے نامۂ اعمال میں لکھ دیے گئے اس طرح تیرے نامۂ اعمال میں آٹھ گناہ لکھے گئے جب کہ نیکی ایک بھی درج نہیں ہوئی۔ وہ شخص امامؑ کا استدلال سن کر حیران ہو گیا اور گریہ کرنے لگا۔ (پندِ تاریخ ج ۴، ص ۱۴۱؛ گنجینۂ معارف ج ۱، ص ۳۱۰)

(۱۷)

تکبّر

آیات:

۱۔ تکبر سے پناہ:

﴿وَقَالَ مُوسَى إِنِّي عُذْتُ بِرَبِّي وَرَبِّكُمْ مِنْ كُلِّ مُتَكَبِّرٍ لَا يُؤْمِنُ بِيَوْمِ الْحِسَابِ﴾ (سورۂ غافر آیت ۲۷)

اور موسیٰؑ نے کہا کہ میں اپنے اور تمہارے پروردگار کی پناہ چاہتا ہوں، ہر اس متکبر سے جس کا روز حساب پر ایمان نہیں۔

۲۔ متکبر کے دل پر مہر:

﴿كَذَلِكَ يَطْبَعُ اللهُ عَلَى كُلِّ قَلْبِ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ﴾ (سورۂ غافر آیت ۳۵)

اور اسی طرح اللہ ہر متکبر اور سرکش انسان کے دل پر مہر لگا دیتا ہے۔

۳۔ شیطان کے کافر ہونے کا سبب:

﴿وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ فَسَجَدُوا إِلَّا إِبْلِيسَ أَبَى

وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكَافِرِينَ ﴾ (سورۂ بقرہ آیت ۳۴)

اور یاد کرو وہ موقع جب ہم نے ملائکہ سے کہا کہ آدم کے لئے سجدہ کرو تو ابلیس کے علاوہ سب نے سجدہ کرلیا۔ اس نے انکار اور تکبر سے کام لیا اور کافرین میں سے ہو گیا۔

۴۔ شیطان کا تکبّر:

﴿ قَالَ مَا مَنَعَكَ أَلَّا تَسْجُدَ إِذْ أَمَرْتُكَ قَالَ أَنَا خَيْرٌ مِنْهُ خَلَقْتَنِي مِنْ نَارٍ وَخَلَقْتَهُ مِنْ طِينٍ ☆ قَالَ فَاهْبِطْ مِنْهَا فَمَا يَكُونُ لَكَ أَنْ تَتَكَبَّرَ فِيهَا فَاخْرُجْ إِنَّكَ مِنَ الصَّاغِرِينَ ﴾ (سورۂ اعراف آیات ۱۲،۱۳)

ارشاد ہوا کہ تجھے کس چیز نے روکا تھا کہ تو نے میرے حکم کے بعد بھی سجدہ نہیں کیا اس نے کہا میں ان (آدم) سے بہتر ہوں۔ تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا ہے اور انھیں مٹی سے بنایا ہے۔ فرمایا: تو یہاں سے چلا جا تجھے حق نہیں ہے کہ یہاں تکبر و غرور سے کام لے۔ نکل جا کہ تو ذلیل لوگوں میں سے ہے۔

۵۔ متکبرین کا ٹھکانہ:

﴿فَادْخُلُوا أَبْوَابَ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا فَلَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِينَ ﴾ (سورۂ نحل آیت ۲۹)

جاؤ اب جہنم کے دروازوں سے داخل ہو جاؤ اور ہمیشہ وہیں رہو کیونکہ متکبرین کا ٹھکانہ بہت برا ہے۔

روایات:

۱۔ تکبر گناہ کی دعوت:

قال امیر المومنین علیه السلام: اَلْکِبْرُ دَاعٍ اِلَی التَّقَحُّمِ فِی الذُّنُوْبِ (غرر الحکم ج ۲، ص ۴۳۰)

امیر المومنین علیؑ نے فرمایا: تکبر گناہوں میں مبتلا ہونے کی دعوت دیتا ہے۔

۲۔ متکبر جنت میں نہیں جا سکتا:

قَالَ الْبَاقِرُؑ و الصَّادِقُؑ: قَالاَ: لَا یُدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ فِی قَلْبِهٖ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ مِنْ کِبْرٍ (کتاب الشافی ترجمہ اصول کافی ج ۴، ص ۲۷۲)

امام محمد باقر و امام صادقؑ نے فرمایا: وہ شخص جنت میں داخل نہیں ہو سکتا جس کے دل میں ذرہ برابر بھی تکبر ہوا۔

۳۔ سب سے برا تکبر:

قال الصادقؑ: اَلْکِبْرُ اَنْ تَغْمِصَ النَّاسَ وَ تَسْفُهَ الْحَقُّ (کتاب الشافی ترجمہ اصول کافی ج ۴، ص ۲۷۲)

امام صادقؑ نے فرمایا: سب سے بدتر تکبر یہ ہے کہ لوگوں کو حقیر سمجھے اور حق بات کو بیوقوفی سے نسبت دے۔

۴۔ قیامت کے دن متکبرین کی حالت:

قَالَ الصَّادِقُؑ: اِنَّ الْمُتَکَبِّرِیْنَ یُجْعَلُوْنَ فِی صُوَرِ الذَّرِّ، یَتَوَطَّأُهُمْ

النّاسُ حَتّٰی یَفْرَغَ اللّٰہُ مِنَ الْحِسَابِ (کتاب الشافی ج۴،ص۳۷۲)

امام صادق آل محمدؑ نے فرمایا: متکبر لوگ روز قیامت چیونٹیوں کی شکل میں بنادیے جائیں گے اور لوگ حساب سے فارغ ہونے تک انھیں پیروں تلے کچلتے رہیں گے۔

۵۔ بدترین عیب:

قال امیر المومنینؑ: اَلْکِبْرُ شَرُّ الْعُیُوْبِ (غرر الحکم ج۲،ص۴۳۱)

مولائے متقیان علی بن ابی طالبؑ نے فرمایا: تکبر بدترین عیب ہے۔

تشریح:

تکبر، شیطانی صفت، خدا کے مدمقابل آنے کا باعث اور لوگوں کو ذلیل وخوار سمجھنے والی شئے ہے۔ تکبر کرنے والا شیطانی گروہ اور ابلیس کا ساتھی اور خدا کی نظر میں ملعون اور اس کی رحمت سے محروم ہے۔ ابلیس ایک سجدہ کے انکار سے کافر ہوگیا تو پیہم سجدہ کو ترک کرنے والوں کا انجام کیا ہوگا؟ اس نکتہ پر ہر صاحبِ علم وعقل کو غور کرنا چاہیے۔ ابلیس اپنے تکبر وغرور کی وجہ سے بارگاہ ایزدی سے نکال دیا گیا اور لعنت کا طوق ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اس کی گردن میں ڈال دیا گیا، اسی طرح تکبر کرنے والا شخص اپنے تکبر وغرور کی وجہ سے انسانیت اور مقامِ آدمیت کو کھو بیٹھتا ہے۔

امام علیؑ فرماتے ہیں: ''واقعاً انسان پر تعجب ہوتا ہے کہ جس کی ابتدا نطفہ اور جس کا انجام ایک بدبودار مردار ہے یعنی جس کی ابتدا اور انتہاء نجاست ہے لیکن پھر بھی وہ

تکبر کرتا ہے۔"

خدا سے دعا کرتے ہیں بحق محمدؐ و آل محمدؐ ہمیں اس بری صفت سے بچنے کی توفیق عطا فرما۔ (آمین)

واقعات:

ا۔ قارون کا تکبر:

قارون حضرت موسیٰؑ کا خالہ زاد بھائی تھا۔ خداوند عالم نے اسے اتنا مال اور دولت عطا کی تھی کہ جس کے خزانے کی کنجیاں/چابیاں ایک طاقتور جماعت نہیں اٹھا سکتی تھی لیکن یہ شخص اپنی قوم پر ظلم کرتا تھا۔ قوم کے لوگ اسے نصیحتیں کیا کرتے تھے کہ غرور و تکبر سے باز آجا اور لوگوں کے ساتھ نیک سلوک کر، زمین پر فساد نہ پھیلا اور یتیموں، کمزوروں اور حاجت مندوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کر۔ تو وہ جواب میں کہتا: ﴿إِنَّمَا أُوتِيتُهُ عَلَى عِلْمٍ عِندِي﴾ (سورۂ قصص آیت ۷۸) یہ مال و دولت تو مجھے اپنے علم کی وجہ سے حاصل ہوا ہے۔ (حضرت موسیٰؑ علم کیمیا جانتے تھے اور اس میں سے بعض چیزیں آپ نے یوشع بن نون کو تعلیم فرمائی تھیں اور کچھ کالب بن یوحنا کو اور کچھ قارون کو، یعنی پورا علم کسی کے پاس نہ تھا لیکن قارون نے باقی علم ان دونوں سے حاصل کرلیا اور علمِ کیمیا کا مالک بن گیا اور بڑی دولت حاصل کرلی۔ (حاشیہ فرمان علی ص ۲۶۹) کیا قارون نے یہ بھی خیال نہ کیا کہ اللہ اس سے پہلے ان لوگوں کو

ہلاک کر چکا ہے جو اس سے طاقت اور تعداد کے اعتبار سے کہیں زیادہ تھے؟ انہوں نے خدا کے حکم کے سامنے غرور و تکبر کیا اور خدا نے سب کو فنا کے گھاٹ اتار دیا۔

ایک دن قارون اپنی قوم کے سامنے بڑے ٹھاٹ باٹ کے ساتھ نکلا جو لوگ دنیا کی چند روزہ زندگی کے طالب تھے اس شان کو دیکھ کر کہنے لگے جو مال و دولت قارون کو عطا ہوئی ہے کاش ہمارے پاس بھی ہوتی۔ اچانک عذابِ خدا نے اس کو اپنی گرفت میں لیا۔ ارشاد ہوا: ﴿فَخَسَفْنَا بِهِ وَبِدَارِهِ الْأَرْضَ فَمَا كَانَ لَهُ مِنْ فِئَةٍ يَنصُرُونَهُ مِنْ دُونِ اللهِ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُنْتَصِرِينَ﴾ (سورۂ قصص آیت ۸۱) اور ہم نے قارون اور اس کے قصر کو زمین میں دھنسا دیا پھر تو خدا کے سوا کوئی جماعت ایسی نہ تھی کہ اس کی مدد کرتی اور نہ وہ خود اپنی مدد کر سکا۔

ہلاکت اور بدبختی نے اس طرح اسے اپنی گرفت میں لیا کہ جو لوگ کل اس پر حسد کرتے تھے آج وہی کہتے ہیں: الحمد للہ! اچھا ہوا کہ ہم قارون کی جگہ پر نہیں تھے ورنہ ہم بھی غرور و تکبر کی وجہ سے ہلاک ہو جاتے۔ (عبرت انگیز واقعات ص ۵۵)

۲۔ مکھی اور منصور دوانیقی:

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ امام جعفر صادقؑ منصور دوانیقی کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک مکھی منصور کو پریشان کر رہی تھی۔ منصور اسے اڑاتا مگر وہ دوبارہ آ کر اس کے منہ پر بیٹھ جاتی تھی وہ پھر اڑاتا وہ پھر آ کر بیٹھ جاتی تھی۔ الغرض مکھی نے منصور کو بے بس کر دیا تھا۔ تنگ آ کر منصور نے کہا: اے ابا عبد اللہ! بھلا مکھیوں کا کیا فائدہ ہے؟ ''لِاَیِّ شَیْءٍ خَلَقَ اللّٰهُ الذُّبَابَ؟'' کیوں خدا نے مکھیوں کو خلق کیا ہے؟

امام جعفر صادق ؑ نے فوراً جواب دیا: "لِیُذِلَّ بِهِ الْجَبَّارِیْنَ" اللہ نے سرکشوں کو رسوا کرنے کے لئے مکھیاں پیدا کی ہیں۔

امامؑ کا جواب سن کر منصور سخت حیران ہوا اور کچھ نہ کہہ سکا لیکن سوچنے لگا کہ کسی مناسب موقع پر امامؑ کو قتل کردے۔ (یک صدو پنجاہ موضوع از قرآن کریم و احادیث اہل بیتؑ ص ۳۲۷؛ کشکول دستغیب ج ۲، ص ۱۹۷)

(۱۸)

تواضع

آیات:

۱۔خدا کے بندے:

﴿وَعِبَادُ الرَّحْمَانِ الَّذِينَ يَمْشُونَ عَلَى الْأَرْضِ هَوْنًا﴾(سورۂ فرقان آیت۶۳)

اور اللہ کے بندے وہی ہیں جو زمین پر آہستہ چلتے ہیں۔

۲۔تواضع کی بشارت:

﴿وَبَشِّرْ الْمُخْبِتِينَ ﴾(سورۂ حج آیت۳۴)

اور ہمارے گڑگڑانے والے بندوں کو بشارت دو۔

۳۔خدا کے نزدیک تواضع کا مقام:

﴿إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَأَخْبَتُوا إِلَى رَبِّهِمْ أُوْلَئِكَ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴾(سورۂ ہود آیت۲۳)

بے شک جو ایمان لے آئے اور انہوں نے نیک اعمال انجام دیے اور اپنے رب کی بارگاہ میں عاجزی سے پیش آئے وہی اہل جنت ہیں اور ہمیشہ اس میں رہنے

والے ہیں۔

۴۔ چلنے میں تواضع:

﴿وَلاتَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا﴾ (سورۂ اسراء آیت ۳۷)

اور روئے زمین پر اکڑ کر نہ چلنا۔

۵۔ بات کرنے میں تواضع:

﴿فَقُولاَلَهُ قَوْلاً لَيِّنًا﴾ (سورۂ طٰہٰ آیت ۴۴)

اس سے نرمی سے بات کرنا۔

روایات:

۱۔ خدا سے نزدیک کون؟

عَنْ اَبِی عَبْدِ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلاَمُ قَالَ: فِيمَا اَوْحَىٰ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ اِلٰى دَاوُدُ عَلَيْهِ السَّلاَمُ يَا دَاوُدُ كَمَا اَنَّ اَقْرَبَ النَّاسِ مِنَ اللّٰهِ الْمُتَوَاضِعُونَ كَذٰلِكَ اَبْعَدُ النَّاسِ مِنَ اللّٰهِ الْمُتَكَبِّرُوْنَ (کتاب الشافی ج۳، ص۴۳۱)

امام صادقؑ نے فرمایا: خدا نے حضرت داؤد کی طرف وحی کی، اے داؤد جس طرح تواضع کرنے والے اللہ سے زیادہ قریب ہیں اسی طرح تکبر کرنے والے اس سے زیادہ دور ہیں۔

۲۔ بلند مرتبہ:

قَالَ الصَّادِقُ: اِنَّ فِی السَّمَاءِ مَلَکَیْنِ مُوَکَّلَیْنِ بِالْعِبَادِ فَمَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰهِ رَفَعَاهُ وَ مَنْ تَکَبَّرَ وَضَعَاهُ (کتاب الشافی ج۳،ص۴۲۸)

امام صادقؑ نے فرمایا: آسمان میں دو طرح کے فرشتے بندوں پر معین کئے گئے ہیں ایک وہ جو قربۃً الی اللہ تواضع کرنے والوں کا رتبہ بلند کرتے ہیں اور دوسرے وہ جو تکبر کرنے والوں کو ان کے مرتبہ سے گرا دیتے ہیں۔

۳۔سلام کرنا:

قَالَ الصَّادِقُ: مِنَ التَّوَاضُعِ اَنْ تَرْضٰی بِالْمَجْلِسِ دُوْنَ الْمَجْلِسِ وَ اَنْ تُسَلِّمَ عَلٰی مَنْ تَلْقٰی (کتاب الشافی ج۳،ص۴۲۹)

امام صادقؑ نے فرمایا: تواضع یہ ہے کہ کسی مجلس میں نیچے مقام پر بیٹھے اور جس سے ملے اسے سلام کرے۔

۴۔عظیم عبادت:

قال امیر المومنینؑ: عَلَیْکَ بِالتَّوَاضُعِ فَاِنَّهُ مِنْ اَعْظَمِ الْعِبَادَةِ (اصول کافی ج۲،ص۱۲۳)

حضرت علیؑ نے فرمایا: تمہارے لئے ضروری ہے کہ تواضع کرو کیونکہ تواضع عظیم عبادت ہے۔

۵۔اتمام نعمت:

قال امیر المومنینؑ: بِالتَّوَاضُعِ تُتِمُّ النِّعْمَةُ (نہج البلاغہ کلمہ قصار۲۲۴)

امیر المومنینؑ نے فرمایا: تواضع کے ذریعہ نعمت تمام ہوتی ہے۔

تشریح:

کلمہ ''تواضع'' قرآن مجید میں ذکر نہیں ہوا ہے لیکن دوسرے الفاظ جو اس کے مفہوم کو بیان کرتے ہیں مثلاً ''حبت''، ''خفض جناح''، ''لین''، ''ذلّۃ''، ''ھون'' وغیرہ استعمال ہوئے ہیں۔

تواضع خاطر مدارات، مہمان نوازی، عاجزی وانکساری کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ امام رضاؑ نے فرمایا: تواضع یہ ہے کہ تم لوگوں کو وہ عطا کرو جسے تم چاہتے ہو کہ کوئی تمھیں عطا کرے۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے پوچھا تواضع کی حد کیا ہے؟ جس کے کرنے پر بندہ معاشرہ میں متواضع سمجھا جائے؟ فرمایا: تواضع کے درجات ہیں ان میں سے ایک درجہ یہ ہے کہ انسان سچے دل سے لوگوں کے سامنے خود کو اپنے مقام سے نیچا دکھائے اور یہ بات پسند کرے کہ دوسروں کو وہی ملے جسے وہ اپنے لئے چاہتا ہے اور اگر کسی سے برائی دیکھے تو اس کا بدلہ نیکی سے دے، غصہ کو پی جانے والا، غلطیوں کو معاف کردے (یہ تمام کام احسان شمار کئے جاتے ہیں) اور اللہ احسان کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

خدا سے دعا کرتے ہیں بحق محمد وآل محمدؐ ہمیں تواضع وانکساری کی اور لوگوں کے ساتھ تواضع سے پیش آنے کی توفیق عطا فرمائے۔

واقعات:

۱۔ تواضع اور بلندی

امام صادقؑ سے منقول ہے کہ نجاشی (بادشاہِ حبشہ) نے جناب جعفرؑ بن ابی طالبؑ اوران کے اصحاب کو (اپنے گھر) بلایا جب وہ لوگ وہاں پہنچے تو کیا دیکھا کہ وہ اپنے گھر میں خاک پر بیٹھا ہوا ہے اور پرانا لباس پہنے ہوئے ہے۔ جناب جعفر کا بیان ہے کہ ہم اس کی یہ حالت دیکھ کر ڈر گئے، جب اس نے ہمارے چہروں کا رنگ بدلا ہوا دیکھا تو کہنے لگا: ''حمد ہے اس خدا کی جس نے محمدؐ کی نصرت کی، اُس کی آنکھوں کو ٹھنڈا کیا۔ کیا میں خوشخبری سناؤں؟ میں نے کہا ضرور، اس نے کہا میرے پاس ابھی ابھی تمہارے ملک سے میرا ایک جاسوس آیا ہے جو وہاں رہتا ہے اور یہ خبر لایا ہے کہ خدا نے اپنے محمد ﷺ کی مدد کی، ان کے دشمنوں کو ہلاک کیا اور فلاں فلاں فلاں نامور قریش قید کر لیے گئے ہیں۔

جناب جعفر نے کہا اے بادشاہ! یہ تو فرمایئے کہ آپ خاک پر کیوں بیٹھے ہوئے ہیں اور یہ پرانے کپڑے کیوں پہنے ہوئے ہیں۔ کہا ہم نے جناب عیسیٰ - پر نازل ہوئی کتاب میں پڑھا ہے کہ بندوں پر اللہ کا حق یہ ہے کہ جب کسی نعمت کے حاصل ہونے پر بندوں سے بات کرو تو تواضع کرو۔ جب خدا نے مجھے محمدؐ جیسے نبی کی نعمت دی تو میں تواضع وانکساری سے بات کیوں نہ کروں، یہ تواضع خوشنودی خدا کے لیے ہے۔ جب حضرت رسول خدا ﷺ کو یہ خبر ملی تو اپنے اصحاب سے فرمایا: صدقہ دینے سے نعمت زیادہ ہوتی ہے تم صدقہ دو اللہ تم پر رحم کرے گا۔ تواضع متواضع کی رفعت و بلندی کو زیادہ کرتی ہے لہٰذا تواضع اختیار کرو خدا تمہارا مرتبہ بلند کرے گا اور

عفو کرنا عزت کو بڑھاتا ہے، پس عفو کرو اللہ تمہیں عزت دے گا۔ (کتاب الشافی ج ۲، ص ۲۲۷؛ گنجینۂ معارف ج ۱، ص ۲۶۷)

۲۔ تواضع حضرت عیسیٰ ؑ

کافی میں منقول ہے کہ حضرت عیسیٰؑ بن مریمؑ نے حواریوں سے فرمایا: "تم لوگوں سے میری ایک خواہش ہے اس خواہش کو پورا کرو۔ انہوں نے عرض کیا: اے روح اللہ! آپ کی خواہش پوری کی جائے گی۔ یہ سنتے ہی آپؑ نے اپنی جگہ سے اٹھ کر ان کے پاؤں دھونا شروع کر دیئے یہ ماجرا دیکھ کر وہ لوگ عرض کرنے لگے کہ یہ کام تو ہمیں کرنا چاہیے تھا، یہ ہمارے لئے مناسب تھا تو آپ نے فرمایا: خدمتِ خلق کا سب سے زیادہ حقدار عالم ہے۔ میں نے اس قسم کی تواضع اس لئے کی ہے تا کہ تم میرے بعد لوگوں کے ساتھ اس طرح تواضع کرو جس طرح میں نے تمہارے ساتھ تواضع کی ہے۔ اس کے بعد عیسیٰؑ نے فرمایا: تواضع کے ذریعے حکمت آباد ہوتی ہے نہ تکبر کے ذریعے۔ اسی طرح ہموار زمین میں کھیتی اگتی ہے نہ پہاڑ میں۔" (شرح حدیث جنود عقل و جہل ص ۳۱۳)

(۱۹)

توبہ

آیات:

ا۔ حقیقی توبہ:

﴿وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَإِنَّهُ يَتُوبُ إِلَى اللهِ مَتَابًا﴾ (سورۂ فرقان آیت ۷۱)

اور جو توبہ کرے گا اور عملِ صالح انجام دے گا وہ اللہ کی طرف واقعاً رجوع کرنے والا ہے۔

۲۔ توبہ کا حکم:

﴿وَتُوبُوا إِلَى اللهِ جَمِيعًا أَيُّهَا الْمُؤْمِنُونَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ﴾ (سورۂ نور آیت ۳۱)

اور صاحبانِ ایمان تم سب اللہ کی بارگاہ میں توبہ کرتے رہو کہ شاید اسی طرح تمہیں فلاح اور نجات حاصل ہو جائے۔

۳۔ خدا توبہ کو قبول کرتا ہے:

﴿وَهُوَ الَّذِي يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ وَيَعْفُو عَنِ السَّيِّئَاتِ﴾ (سورۂ شوریٰ آیت ۲۵)

اور وہی وہ ہے جو اپنے بندوں کی توبہ کو قبول کرتا ہے اور ان کی برائیوں کو معاف

کردیتاہے۔

۴۔توبہ نہ کرنے کاانجام:

﴿وَمَنْ لَمْ يَتُبْ فَأُوْلَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ﴾(سورۂ حجرات آیت ۱۱)

اور جو شخص توبہ نہ کرے تو سمجھو کہ یہی لوگ درحقیقت ظالمین ہیں۔

۵۔توبہ کے بعد اصلاح:

﴿فَمَنْ تَابَ مِنْ بَعْدِ ظُلْمِهِ وَأَصْلَحَ فَإِنَّ اللهَ يَتُوبُ عَلَيْهِ ﴾(سورۂ مائدہ آیت ۳۹)

پھر ظلم کے بعد جو شخص توبہ کرے اور اپنی اصلاح کرے تو خدا اس کی توبہ قبول کرلے گا۔

روایات:

۱۔بنی آدم خطا کار ہیں:

قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: كُلُّ بَنِي آدَمَ خَطَّاءٌ وَ خَيْرُ الْخَطَّائِيْنَ التَّوَّابُوْنَ

(توبہ از منظر قرآن وروایات)

رسول خدا ﷺ نے فرمایا: تمام بنی آدم خطا کار ہیں اور یہ خطا کار توبہ کرنے والے ہیں۔

۲۔حکمِ استغفار:

قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه و آله وسلم: دَوَآءُ الذُّنُوبِ الْاِسْتَغْفَارُ (وسائل الشیعہ ج۱۶ص۶۵)

رسولِ مکرم اسلام ﷺ نے فرمایا: گناہوں کی دوا استغفار ہے۔

۳۔ترک گناہ:

قال امیر المومنینؑ: تَرْکُ الذَّنْبِ اَهْوَنُ مِنَ طَلَبِ التَّوْبَةِ (بحار الانوار ج۷۰ص۳۶۴)

حضرت علیؑ نے فرمایا: گناہ نہ کرنا توبہ کرنے سے آسان ہے۔

۴۔پشیمانی:

قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه و آله وسلم: اَلنَّدَمُ تَوْبَةٌ (میزان الحکمۃ ج۱ص۵۴۶)

رسول خدا ﷺ نے فرمایا: پشیمانی توبہ ہے۔

۵۔عبادت:

قال امیر المومنینؑ: اَلتَّنَزُّهُ عَنِ الْمَعَاصِیْ عِبَادَةُ التَّوَّابِیْنَ (میزان الحکمۃ ج۱ص۵۴۳)

حضرت امیر المومنین علیؑ نے فرمایا: گناہوں سے دوری توبہ کرنے والوں کی عبادت ہے۔

تشریح:

توبہ پروردگار عالم کی نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے۔ خداوند عالم نے اپنے لطف وکرم کی بنا پر گناہ گار انسانوں کے لئے ایک ایسا دروازہ کھول رکھا ہے، جس سے انسان اپنے ماضی کا جبران کرسکتا ہے، اور وہ اس دروازے سے داخل ہوکر فقط اپنے نفس سے گناہوں کی آلودگی کو دور ہی نہیں بلکہ اس کے ذریعہ اپنے معنوی درجات میں اضافہ بھی کرسکتا ہے، یہ دروازہ جسے آسمانی وروحانی حقیقت کہتے ہیں توبہ کے علاوہ کچھ نہیں۔ توبہ کے ذریعے گناہ گار انسان خداوند عالم سے قربت حاصل کرتا ہے۔ توبہ کا رتبہ بہت بلند وبالا اور عظیم ہے۔ روایت میں بھی ہے کہ توبہ کرنے والا ایسا ہے جیسے اس نے گناہ ہی نہیں کیا۔ اس کا مقصد یہ نہیں کہ انسان گناہ کرے پھر توبہ کرے پھر وہی گناہ کر بیٹھے نہیں بلکہ توبہ نصوح کرے۔ یعنی دوبارہ وہ گناہ انجام نہ دے توبہ کرنا اتنا آسان نہیں جتنا ہم آسان سمجھتے ہیں۔ توبہ کرنا بہت مشکل ہے لیکن انسان کو خدا کی رحمت سے مایوس نہیں ہونا چاہیے۔

خدا سے دعا کرتے ہیں بحق محمدؐ وآل محمدؐ ہم سب کو گناہوں سے دور رہنے اور ان سے توبہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

واقعات:

۱۔ فائدہ مند توبہ:

کسی ولیِ خدا کے زمانے میں ایک شخص بہت زیادہ گناہ کار تھا، جس نے اپنی تمام عمر لہو ولعب اور بے ہودہ چیزوں میں گزاری اور آخرت کے لئے کچھ بھی زادِ راہ اکٹھا نہ کرسکا۔

نیک اور صالح لوگوں نے اس سے دوری اختیار کرلی تھی اور وہ بھی نیک لوگوں سے کوئی سروکار نہیں رکھتا تھا، آخر عمر میں اس نے جب اپنے کارناموں پر نگاہ ڈالی اور اپنی عمر کا جائزہ لیا تو اسے امید کی کوئی کرن نظر نہیں آئی، باغِ عمل کی کسی شاخ پر کوئی گل نہ تھا، گلستانِ اَخلاق میں شفا بخش کوئی پھول نہ تھا، یہ دیکھ کر اس نے ایک ٹھنڈی سانس لی اور اس کے دل کے ایک گوشے سے آہ نکل پڑی، اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ توبہ واستغفار کے عنوان سے بارگاہِ ایزدی میں عرض کیا:

"یَا مَنْ لَهُ الدُّنْیَا وَ الْآخِرَةُ اِرْحَمْ مَنْ لَیسَ لَهُ الدُّنْیَا وَ الْآخِرَةُ"

اے وہ جو دنیا وآخرت کا مالک ہے، اس شخص کے اوپر رحم کر جس کے پاس نہ دنیا ہے اور نہ آخرت۔"

اس کے مرنے کے بعد شہر والوں نے خوشی منائی اور اس کو شہر سے باہر کسی کھنڈر میں پھینک دیا اور اس کے اوپر خس وخاشاک ڈال دی۔

اس موقع پر اس ولیِ خدا کو عالمِ خواب میں حکم ہوا کہ اس کو غسل وکفن دو اور متقی پرہیزگاروں کے قبرستان میں دفن کرو۔

عرض کیا: اے رب العالمین! وہ ایک مشہور ومعروف گناہ گار وبدکار تھا، وہ کس چیز

کی وجہ سے تیرے نزدیک عزیز اور محبوب بن گیا اور تیری رحمت و مغفرت کا حقدار بن گیا؟ جواب آیا: اس نے اپنے کو مفلس اور دردمند دیکھا تو ہماری بارگاہ میں گریہ و زاری کی۔ ہم نے اس کو اپنی آغوشِ رحمت میں لے لیا ہے۔

کون ایسا دردمند ہے جس کے درد کا ہم نے علاج نہ کیا ہو اور کون ایسا حاجت مند ہے جو ہماری بارگاہ میں روئے اور ہم اس کی حاجت پوری نہ کریں، کون ایسا بیمار ہے جس نے ہماری بارگاہ میں گریہ وزاری کی ہو اور ہم نے اس کو شفا نہ دی ہو۔ (توبہ آغوش رحمت بزبان اُردو ص ۱۵۴)

۲۔ امام علی -کی نظر میں حقیقی توبہ:

امام علیؑ نے اس شخص کے بارے میں فرمایا جس نے زبان پر ''استغفر اللہ'' جاری کیا تھا:

اے شخص: تیری ماں تیرے سوگ میں بیٹھے، کیا تو جانتا ہے کہ توبہ کیا ہے؟ یاد رکھ توبہ علیین کا درجہ ہے، جو ان چھ چیزوں سے مل کر محقق ہوتا ہے، ان کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا:

۱۔ اپنے ماضی پر شرمندہ اور پشیمان ہونا۔

۲۔ دوبارہ گناہ نہ کرنے کا مصمم ارادہ کرنا۔

۳۔ لوگوں کے حقوق کا ادا کرنا۔

۴۔ ترک شدہ واجبات کو بجالانا۔

۵۔ گناہوں کے ذریعہ پیدا ہونے والے گوشت کو اس قدر پگھلا دینا کہ ہڈیوں پر

گوشت باقی نہ رہ جائے اور حالتِ عبادت میں ہڈیوں پر گوشت چڑھ جائے۔

۶۔ بدن کو اطاعت کی تکلیف میں مبتلا کرنا جس طرح گناہ کا مزہ چکھا ہے۔

لہٰذا ان چھ مرحلوں سے گزرنے کے بعد "استغفر اللہ" کہنا۔ (توبہ آغوشِ رحمت، ص ۱۰۵)

(۲۰)

توکل

آیات:

۱۔خدا پر توکل:

﴿فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللهِ إِنَّ اللهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِينَ ﴾(سورۂ آلِ عمران آیت ۱۵۹)

اور جب ارادہ کرلو تو اللہ پر توکل اور بھروسا کرو کہ وہ توکل اور بھروسا کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

۲۔خدا پر توکل کیوں:

﴿وَقَالُوا حَسْبُنَا اللهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ ﴾(سورۂ آلِ عمران آیت ۱۷۳)

اورانہوں نے کہا کہ ہمارے لئے خدا کافی ہے اور وہی ہمارا ذمہ دار ہے۔

۳۔اللہ کافی ہے:

﴿وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللهِ فَهُوَ حَسْبُهُ ﴾(سورۂ طلاق آیت ۳)

اور جو خدا پر توکل اور بھروسا کرے گا خدا اس کے لئے کافی ہے۔

۴۔مومنین کا توکل:

﴿وَعَلَى اللهِ فَلْيَتَوَكَّلْ الْمُؤْمِنُونَ﴾ (سورۂ ابراہیم آیت ۱۱)

اور صاحبان ایمان تو صرف اللہ ہی پر توکل اور بھروسا کرتے ہیں۔

۵۔ صاحبانِ توکل پر شیطان غالب نہیں آسکتا:

﴿إِنَّهُ لَيْسَ لَهُ سُلْطَانٌ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَعَلَى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ﴾ (سورۂ نحل آیت ۹۹)

شیطان ہرگز ان لوگوں پر غلبہ نہیں پاسکتا جو صاحبانِ ایمان ہیں اور جن کا اللہ پر توکل اور اعتماد ہے۔

روایات:

ا۔ حقیقتِ توکل:

قَالَ الصَّادِقُ: لَمَّا سُئِلَ عَنْ حَدِّ التَّوَكُّلِ: اَنْ لَا تَخَافَ مَعَ اللّٰهِ شَيْئًا (بحار الانوار ج ۶۸، ص ۵۶)

امام صادقؑ سے سوال کیا گیا کہ توکل کی حد کیا ہے: تو آپ نے فرمایا: تم خدا کے ہوتے ہوئے کسی سے نہ ڈرو۔

۲۔ سب سے بڑا طاقتور کون؟

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ: مَنْ سَرَّهُ اَنْ يَكُوْنَ اَقْوَى النَّاسِ فَلْيَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ (میزان الحکمہ ج ۴، ص ۳۶۵۹)

رسول خدا ﷺ نے فرمایا: جو یہ چاہتا ہے کہ سب سے بڑا طاقتور ہو جائے تو اسے چاہیے کہ وہ خدا پر توکل وبھروسا کرے۔

۳۔ بلندترین عمل:

قال علیؑ: اَلتَّوَکُّلُ اَفْضَلُ عَمَلٍ (غرر الحکم ج۱، ص۷۵۷)

حضرت علیؑ نے فرمایا: توکل (خدا پر بھروسا کرنا) سب سے افضل (بالاتر) عمل ہے۔

۴۔ بندوں سے بے نیاز:

قال امیر المومنینؑ: مَنْ تَوَکَّلَ عَلَی اللّٰهِ غَنِیَ عَنْ عِبادِهِ (غرر الحکم ج۱، ص۷۵۹)

مولا علیؑ نے فرمایا: جو خدا پر توکل کرتا ہے، وہ اُس کے بندوں سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔

۵۔ بہترین ستون:

قال امیر المومنینؑ: اَلتَّوَکُّلُ خَیْرُ عِمادٍ (غرر الحکم ج۱، ص۷۵۷)

حضرت علیؑ نے فرمایا: خدا پر توکل بہترین سہارا ہے۔

تشریح:

خدا پر بھروسہ اور توکل کرنے کا یہ معنی نہیں ہے کہ انسان ہر تدبیر اور بندوبست کو لغو قرار دے اور ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ جائے کیونکہ بیکاری ایک اَخلاقی جرم ہے اور خلافِ شرع بھی ہے۔ یہ دنیا سبب و مسبّب کی دنیا ہے توکل اور بھروسے کا مطلب یہ ہے کہ انسان تمام اسباب وعلل کو انجام دے لے اس کے بعد خدا پر بھروسہ اور توکل کرے مثلاً گھر سے کہیں باہر جا رہے ہیں تو گھر کا دروازہ بند کریں اور اس میں تالا لگائیں اس کے بعد خدا پر توکل کریں کہ ان شاء اللہ گھر میں چوری وغیرہ نہ ہو۔ یہ نہیں کہ دروازہ بند نہ کریں اور تالا نہ لگائیں پھر توکل کریں کہ اب چوری نہیں ہوگی۔ ہمارا گھر محفوظ ہے یہ بالکل غلط ہے بلکہ توکل کے معنی یہ ہیں کہ جب بندہ کسی کام کا ارادہ کرے تو جتنے اسبابِ ظاہری ہیں ان کو پورا کرے پھر اس کے بعد اپنے امر کو مالکِ حقیقی کے سپرد کر دے یعنی ہر ممکن قوت صرف کرنے کے بعد نتیجہ خدا پر چھوڑ دے۔ یہ ہے توکل۔ بس جتنی زیادہ خدا کی معرفت ہوگی اتنا ہی زیادہ خدا پر بھروسا اور توکل ہوگا۔

دعا کرتے ہیں خدایا! بحقِ محمدؐ وآلِ محمدؐ ہمیں توکل کرنے کی توفیق عطا فرما۔ (آمین)

واقعات:

ا۔ حضرت ابوذرؓ کا توکل:

اگر ہم مسلمان ہیں تو ہمیں خدا پر اسی طرح سے ایمان رکھنا چاہیے جس طرح حضرت ابوذرؓ رکھتے تھے، ہمیں خدا کے علاوہ کسی سے اپنی توقعات وابستہ نہیں کرنی چاہئیں کیونکہ پوری مخلوق خدا کی محتاج ہے اور خدا کسی کا محتاج نہیں ہے۔

ایک مرتبہ حاکم شام معاویہ نے سوچا کہ ابوذرؓ ہمیشہ اس کی مالی پالیسی پر تنقید کرتے رہتے ہیں کیوں نہ انہیں بھی دولت کے جال میں پھنسا دیا جائے تا کہ کل وہ اس پر تنقید نہ کر سکیں۔ یہ سوچ کر اس نے اپنے نوکر کو بلایا اور اسے دو سو دینار دے کر کہا کہ تم یہ دینار ابوذرؓ کے پاس لے جاؤ اور ان سے کہو کہ یہ حاکم شام کی طرف سے تمہارے لئے تحفہ ہے۔

حاکم شام کا مقصد یہ تھا کہ وہ اس طرح ابوذرؓ کو اپنے سنہری جال میں پھنسا لے گا اور انہیں امیر المومنینؑ سے منحرف کرنے میں کامیاب ہو جائے گا۔

جب قاصد ابوذرؓ کے پاس پہنچا اور اس نے وہ رقم ان کی خدمت میں پیش کی تو ابوذرؓ نے وہ رقم لے لی اور فوراً حجرے سے باہر نکلے اور قاصد کی موجودگی میں وہ رقم غرباء و مساکین میں تقسیم کر دی اور اپنے لیے ایک درہم بھی نہیں بچایا۔

پھر حضرت ابوذرؓ نے حاکمِ شام کے قاصد سے کہا: ”معاویہ سے جا کر کہہ دینا کہ جب تک میری اس تھیلی میں کچھ نہ کچھ موجود ہے اس وقت تک میں کسی کا محتاج نہیں ہوں۔“ حاکم شام کے قاصد نے کہا: ”میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھے اپنی تھیلی دکھائیں تا کہ میں دیکھوں کہ اس میں کتنا خزانہ موجود ہے۔“

حضرت ابوذرؓ نے اس کے سامنے تھیلی الٹ دی اس میں سے جو کی دو خشک روٹیاں برآمد ہوئیں۔ حضرت ابوذرؓ نے کہا: دیکھ رہے ہونا! میرے پاس اس وقت دو روٹیاں موجود ہیں ایک سے افطار کروں گا اور دوسری سحری کے وقت کھاؤں گا۔ اگر میں زندہ رہا تو خدا اس کے بعد بھی مجھے روٹیاں عنایت کرے گا۔ اسی لیے میں کسی حاکم کا محتاج نہیں ہوں۔ جس خدا نے مجھے آج رزق دیا ہے وہ آئندہ بھی مجھے رزق سے محروم نہیں رکھے گا۔ (کشکول دستغیب ج ۱ ص ۴۳ نقل از نفس مطمئنہ ص ۱۲۵)

۲۔ محکم سہارا:

جب برادرانِ یوسفؑ ان کو کنوئیں میں ڈالنے کے لئے لائے اور کنوئیں میں پھینکنے لگے تو حضرت یوسفؑ مسکرانے لگے، بھائیوں میں سے یہودا نے حضرت یوسفؑ سے پوچھا اس وقت مسکرانے کا موقع تو نہیں ہے، آپ کیوں مسکرا رہے ہیں؟

حضرت یوسفؑ نے فرمایا: میں نے ایک دن خیال کیا تھا کہ میرے اتنے طاقتور اور زیادہ بھائی ہیں کہ کسی کو میرے ساتھ دشمنی کی جرأت بھی نہیں ہو سکتی۔

شاید اسی خیال کی وجہ سے خداوند متعال نے ان ہی بھائیوں کو میرے اوپر مسلط فرمایا ہے تا کہ میں سمجھ لوں کہ خداوند عالم کے علاوہ کسی اور پر بھروسا و توکل نہ کرنا۔ (موضوعی داستانیں ص ۱۲۱)

(۲۱)

تہمت

آیات:

۱۔اپنے گناہ کی نسبت دوسرے کی طرف دینا:

﴿وَمَنْ يَكْسِبْ خَطِيئَةً أَوْ إِثْمًا ثُمَّ يَرْمِ بِهِ بَرِيئًا فَقَدِ احْتَمَلَ بُهْتَانًا وَإِثْمًا مُبِينًا﴾ (سورۂ نساء، آیہ۱۱۲)

اور جو شخص بھی کوئی غلطی یا گناہ کر کے دوسرے بے گناہ کے سر ڈال دیتا ہے وہ بہت بڑے بہتان اور کھلے گناہ کا ذمہ دار ہوتا ہے۔

۲۔جو کچھ نہیں کیا اس کی نسبت دینا:

﴿وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوا فَقَدِ احْتَمَلُوا بُهْتَانًا وَإِثْمًا مُبِينًا﴾ (سورۂ احزاب، آیت ۵۸)

اور جو لوگ صاحبانِ ایمان مرد یا عورتوں کو بغیر کچھ کیے دھرے اذیت دیتے ہیں انہوں نے بڑے بہتان اور کھلے گناہ کا بوجھ اپنے سر پر اٹھا رکھا ہے۔

۳۔رہبرانِ الٰہی پر تہمت:

﴿إِنْ هُوَ إِلَّا رَجُلٌ افْتَرَى عَلَى اللَّهِ كَذِبًا وَمَا نَحْنُ لَهُ بِمُؤْمِنِينَ﴾

(سورۂ مومنون، آیت ۳۸)

یہ ایک ایسا انسان ہے جو خدا پر بہتان باندھتا ہے اور ہم اس پر ایمان لانے والے نہیں۔

۴۔ شخصیت کو پامال کرنا:

﴿وَإِذَا تُتْلَى عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا بَيِّنَاتٍ قَالُوا مَا هَذَا إِلَّا رَجُلٌ يُرِيدُ أَنْ يَصُدَّكُمْ عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ آبَاؤُكُمْ وَقَالُوا مَا هَذَا إِلَّا إِفْكٌ مُفْتَرًى وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلْحَقِّ لَمَّا جَاءَهُمْ إِنْ هَذَا إِلَّا سِحْرٌ مُبِينٌ﴾ (سورۂ سبا، آیت ۴۳)

اور جب ان کے سامنے ہماری روشن آیات کی تلاوت کی جاتی ہے تو کہتے ہیں کہ یہ شخص صرف یہ چاہتا ہے کہ تمہیں ان سب سے روک دے جن کی تمہارے آباء و اجداد پرستش کیا کرتے تھے اور صرف یہ ایک گھڑی ہوئی داستان ہے اور کفار تو جب بھی ان کے سامنے حق آتا یہی کہتے ہیں کہ یہ ایک کھلا ہوا جادو ہے۔

۵۔ پیغمبر (حضرت نوحؑ) پر تہمت:

﴿قَالَ الْمَلَأُ مِنْ قَوْمِهِ إِنَّا لَنَرَاكَ فِي ضَلَالٍ مُبِينٍ ☆ قَالَ يَاقَوْمِ لَيْسَ بِي ضَلَالَةٌ وَلَكِنِّي رَسُولٌ مِنْ رَبِّ الْعَالَمِينَ﴾ (سورۂ اعراف، آیات ۶۰، ۶۱)

تو قوم کے رؤسا نے جواب دیا کہ ہم تو تمھیں کھلی ہوئی گمراہی میں دیکھ رہے ہیں۔ نوحؑ نے کہا اے قوم مجھ میں گمراہی نہیں ہے بلکہ میں رب العالمین کی طرف سے بھیجا ہوا نمائندہ ہوں۔

روایات:

۱۔عظیم گناہ:

قال الامام الصادقؑ: اَلْبُهْتَانُ عَلَى الْبَرِیءِ اَثْقَلُ مِنَ الْجِبَالِ الرَّاسِيَاتِ (خصال ص ۳۴۸)

امام صادقؑ نے فرمایا: کسی پاکدامن مومن پر تہمت لگانا مستحکم پہاڑوں سے بھی زیادہ سنگین و بھاری ہے۔

۲۔سزا:

مَنْ بَهَتَ مُؤْمِناً اَوْ مُؤْمِنَةً قَالَ فِيهِ لَيْسَ فِيهِ اَقَامَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلَى تَلٍّ مِنْ نَارٍ حَتّٰى يَخْرُجَ مِمَّا قَالَهُ فِيهِ (بحارالانوار ج۷، ص ۱۹۴)

حضرت رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: جو شخص کسی مومن پر تہمت لگائے یا اس کے بارے میں وہ چیز کہے جو اس میں نہ پائی جاتی ہو تو ایسے شخص کو خداوند عالم آگ کی ایک بلندی پر کھڑا کرے گا تا کہ وہ اپنے مومن بھائی کی شان میں کہی جانے والی بات کو ثابت کرے۔

۳۔ملامت نہ کرے:

مَنْ عَرَّضَ نَفْسَهُ لِلتُّهْمَةِ فَلَا يَلُوْمَنَّ مَنْ اَسَاءَ الظَّنَّ بِهِ (غررالحکم، ج۲، ص ۶۲۳)

حضرت علیؑ نے فرمایا: جو اپنے نفس کو معرضِ تہمت میں لاتا ہے اس شخص پر ملامت نہیں کرنا چاہیے جو اس سے بدگمان ہوتا ہے۔

۴۔ایمان کا پگھل جانا:

قَالَ الصَّادِقُؑ: اِذَا اتَّهَمَ الْمُؤْمِنُ اَخَاهُ انْمَاثَ الْاِيْمَانُ مِنْ قَلْبِهٖ كَمَا يَنْمَاثُ الْمِلْحُ فِي الْمَاءِ (کتاب الشافی ج ۴، ص ۳۴۴)

امام صادقؑ نے فرمایا: جو مومن اپنے مومن بھائی پر تہمت لگاتا ہے تو ایمان اس کے دل میں اس طرح پگھل جاتا ہے جیسے نمک پانی میں۔

۵۔تہمت لگانے والا ملعون ہے:

قَالَ الْكَاظِمُؑ: مَلْعُوْنٌ مَلْعُوْنٌ مَنِ اتَّهَمَ اَخَاهُ (وسائل الشیعہ ج ۱۲، ص ۲۳۱)

امام موسیٰ کاظمؑ نے فرمایا: ملعون ہے وہ شخص جو اپنے دینی برادر پر تہمت لگائے۔

تشریح:

تہمت ایک عظیم گناہ ہے۔زبان سے کیے جانے والے گناہوں میں سے ایک گناہ تہمت ہے۔تہمت یعنی وہم و گمان کی بنیاد پر کسی کی طرف غلط بات یا گناہ کی نسبت دینا۔اگر ہم کسی شخص کو گناہ انجام دیتے ہوئے دیکھیں تو اس گناہ کی نسبت اس کی طرف دے سکتے ہیں لیکن جب ہم نے دیکھا ہی نہیں تو ہم کسی بھی صورت حق نہیں

رکھتے کہ اس کو متہم کریں۔ اگرچہ قرائن موجود ہوں۔ تہمت لگا کر ہم درحقیقت کسی پاکدامن مرد یا عورت کو لوگوں کے درمیان ذلیل و رسوا کرتے ہیں۔ کتنا برا عمل ہے کہ انسان کسی کے سر ایسا گناہ تھوپے جس سے اس کا دامن پاک ہو اور کس قدر ناپسند ہے کہ انسان ہوا و ہوس اور بے ہودہ چیزوں کی بنا پر کسی محترم انسان کو ذلیل و رسوا کرے۔ یقیناً ایسا انسان رحمتِ الٰہی سے دور ہے۔

خدا سے دعا کرتے ہیں بحق چہاردہ معصومینؑ ہم سب کو تہمت سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

واقعات:

ا۔ غیر مسلمان پر تہمت بھی جائز نہیں:

عمرو بن نعمان جعفی کہتے ہیں: حضرت امام جعفر صادقؑ کا ایک دوست تھا جہاں بھی امام جاتے وہ امام کے ساتھ رہتا اور امام سے الگ نہ ہوتا۔ ایک دن امام کے ساتھ بازار گیا اور اس کا غلام جو کہ مسلمان نہ تھا وہ بھی اس کے ساتھ تھا (لیکن درمیان میں غلام کہیں اِدھر اُدھر ہو گیا) اس نے تین مرتبہ مڑ کے پیچھے دیکھا مگر غلام دکھائی نہ دیا۔ جب چوتھی مرتبہ دیکھا تو غلام نظر آیا تو اسنے کہا: ''اے بدکار عورت کے بیٹے تو کہاں تھا'' راوی کہتا ہے: امام صادقؑ نے اپنا ہاتھ اپنی پیشانی پر مارا اور کہا: خدا کی پناہ تو اس کی ماں پر تہمت لگاتا ہے! میں گمان کرتا تھا کہ تم ایک پرہیزگار شخص

ہو لیکن میں تم میں پرہیز گاری کی کوئی نشانی نہیں دیکھ رہا ہوں۔ اس نے کہا: میری جان آپؑ پر قربان! اس کی ماں سندیہ و مشرک ہے۔ حضرت نے فرمایا: کیا تم نہیں جانتے ہرامت و مذہب میں نکاح ہوتا ہے؟ مجھ سے دور ہو جا! راوی کہتا ہے اس کے بعد میں نے کبھی بھی اس کو حضرت کے ساتھ نہیں دیکھا یہاں تک کہ وہ اس دنیا سے چل بسا۔ (گنجینۂ معارف ج۱، ص ۲۶۱ نقل از داستانھای اخلاقی ص ۲۰۱ اور چھل حدیث رسول محلاتی ج ۲، ص ۱۶۶)

۲۔ تہمت کی سزا:

حضرت موسیٰؑ نے فرمان الٰہی کے مطابق قارون سے زکوٰۃ کا مطالبہ کیا لیکن اس نے کہا میں نے تورات کو پڑھا ہے اور میں موسیٰ سے کم نہیں ہوں، کیوں اپنے مال کی زکوٰۃ موسیٰ کو دوں؟

آخر کار قارون نے بے ایمانی اور غرور کی وجہ سے ایک خطرناک پروگرام بنایا وہ یہ تھا کہ اس نے ایک فاحشہ عورت سے کہا: میں تم کو چند ہزار درہم دوں گا کل جب حضرت موسیٰ خطاب کر رہے ہوں تو سب لوگوں کے سامنے کھڑے ہو کر کہنا کہ (نعوذ باللہ) موسیٰ نے میرے ساتھ زنا کیا ہے۔ اس عورت نے اس پیش کش کو قبول کر لیا لیکن جس وقت اس نے حضرت موسیٰؑ کے نورانی چہرے کو دیکھا تو اپنے ارادہ سے منصرف ہو گئی اور بلند آواز سے کہا: میں نے ایک لاکھ درہم اس نازیبا تہمت لگانے کے لیے ہیں اور خداوند متعال نے تجھ کو اس طرح آلودگی سے پاک و منزہ رکھا ہے۔ اس وقت حضرت موسیٰؑ کا دل شکستہ ہوا اور قارون کے لیے بددعا کی: اے زمین

قارون کو جکڑ لے اور اپنے اندر دھنسا لے! زمین نے اپنا منہ کھولا اور قارون زمین میں دھنس گیا اور سخت عذابِ الٰہی میں گرفتار ہوا۔

ہارون کی ہلاکت کے بعد بنی اسرائیل کی نادان قوم کے لوگ ایک دوسرے سے کہنے لگے "موسیٰؑ" نے قارون کے لئے بددعا کی تا کہ وہ ہلاک ہو جائے اور اس کے مال و دولت میں تصرف کرے۔ موسیٰؑ نے اس تہمت سے بچنے کے لئے دعا کی خدایا قارون کے خزانہ کو بھی نابود کر دے، دعا مستجاب ہوئی اور قارون کا خزانہ بھی ناپید ہو گیا۔ (گنجینۂ معارف، ج۱، ص۲۶۱)

(۲۲)

جہالت ونادانی

آیات:

۱۔ اکثر نہیں جانتے:

﴿وَلَكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لاَيَعْلَمُونَ﴾ (سورۂ اعراف، آیت ۱۳۱)

ان کی اکثریت اس راز سے بے خبر ہے۔

۲۔ ظلم عوامل جہل میں سے ہے:

﴿قَالَ هَلْ عَلِمْتُمْ مَا فَعَلْتُمْ بِيُوسُفَ وَأَخِيهِ إِذْ أَنْتُمْ جَاهِلُونَ﴾ (سورۂ یوسف، آیت ۸۹)

اس نے کہا کہ تمہیں معلوم ہے کہ تم نے یوسف اوران کے بھائی کے ساتھ کیا برتاؤ کیا ہے جب کہ تم بالکل جاہل تھے۔

۳۔ اسبابِ جہالت:

﴿وَإِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَقُولُوا هَذِهِ مِنْ عِنْدِكَ قُلْ كُلٌّ مِنْ عِنْدِ اللهِ فَمَالِ هَؤُلاَءِ الْقَوْمِ لاَيَكَادُونَ يَفْقَهُونَ حَدِيثًا﴾ (سورۂ نساء، آیت ۷۸)

اگر اچھے حالات پیدا ہوتے ہیں تو کہتے ہیں کہ یہ خدا کی طرف سے اور مصیبت

آتی ہے تو کہتے ہیں کہ یہ آپ کی طرف سے ہے تو آپ کہہ دیجئے کہ سب خدا کی طرف سے ہے پھر آخر میں اس قوم کو کیا ہو گیا ہے کہ یہ کوئی بات سمجھتی ہی نہیں ہے۔

۴۔ اکثر جاہل ہیں:

﴿وَلٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ يَجْهَلُونَ﴾ (سورۂ انعام، آیت ۱۱۱)

ان کی اکثریت جہالت ہی سے کام لیتی ہے۔

۵۔ بے جا توقعات جہالت کی وجہ سے ہوتی ہیں:

﴿وَقَالَ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ لَوْلَا يُكَلِّمُنَا اللّٰهُ أَوْ تَأْتِينَا آيَةٌ كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِثْلَ قَوْلِهِمْ تَشَابَهَتْ قُلُوبُهُمْ قَدْ بَيَّنَّا الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يُوقِنُونَ﴾ (سورۂ بقرہ، آیت ۱۱۸)

یہ جاہل مشرکین کہتے ہیں کہ خدا ہم سے کلام کیوں نہیں کرتا اور ہم پر آیت کیوں نازل نہیں کرتا۔ ان کے پہلے والے بھی ایسی ہی جہالت کی باتیں کر چکے ہیں ان سب کے دل ملتے جلتے ہیں اور ہم نے تو اہلِ یقین کے لئے آیات کو واضح کر دیا ہے۔

روایات:

۱۔ ہر شخص کا دشمن:

قَالَ الرِضاؑ: صَدِيقُ كُلِّ امْرِءٍ عَقْلُهُ وَ عَدُوُّهُ جَهْلُهُ (کتاب الشافی ج۱، ص ۳۷)

امام رضاؑ نے فرمایا: ہر شخص کا دوست اس کی عقل ہے اور اس کا دشمن اس کی

جہالت ہے۔

۲۔ جاہلوں کی مثال:

قال امیر المؤمنینؑ: اِنَّ قُلُوْبَ الْجُهّٰالِ تَبْتَعِزُّهَا الْاَطْمٰاعُ وَ تَرْتَهِنُهٰا الْمُنٰى وَ تَسْتَعْلِقُهٰا الْخَذٰائِعُ (کتاب الشافی، ج۱،ص۵۷)

امیر المومنین علیؑ نے فرمایا: جاہلوں کے دل ان شکاری جانوروں کی طرح ہیں کہ طمع ان کو اپنی جگہ سے نکالتی ہے اور وہ شیطانی فریب کے جال میں پھنس جاتے ہیں۔

۳۔ محتاجی:

قال رسول اللّٰهؐ: يَا عَلِيُّ لَا فَقْرَ اَشَدُّ مِنَ الْجَهْلِ (کتاب الشافی ج۱،ص۶۲)

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا: اے علیؑ جہالت سے بڑھ کر کوئی فقر نہیں۔

۴۔ ہر چیز تباہی کے سبب:

قال امیر المؤمنینؑ: اَلْجَهْلُ فَسٰادُ كُلِّ اَمْرٍ (غرر الحکم ج۱،ص۲۱۳)

حضرت علیؑ نے فرمایا: جہالت ہر چیز کی تباہی کا سبب ہے۔

۵۔ سب سے بڑی مصیبت:

قال امیر المؤمنینؑ: اَعْظَمُ الْمَصٰائِبِ الْجَهْلُ (غرر الحکم ج۱،ص۲۱۲)

حضرت علیؑ نے فرمایا: جہالت سب سے بڑی مصیبت ہے۔

تشریح:

پروردگار عالم نے انسان کو عقل جیسی نعمت سے نوازا ہے تاکہ انسان اس عقل کے ذریعہ پردۂ جہالت و نادانی کو چاک کر کے راہِ نجات پا سکے۔ قرآن اور روایات کی روشنی میں جہالت کے معنی بے عقلی ہے نہ کہ نادانی، لہٰذا کلمۂ جہل کو عقل کے مقابلہ میں استعمال کیا جاتا ہے علم کے مقابلہ میں استعمال نہیں ہوتا۔ جہالت ایک ایسی صفت ہے جس سے اولیاء الٰہی نے بھی پناہ مانگی ہے۔ آپ تاریخ کا مطالعہ کریں تو معلوم ہوگا کہ نبی، رسول و انبیاء، ائمہ و اولیاء کرام وغیرہ کے جتنے بھی دشمن تھے سب کے سب جاہل و نادان تھے اور اسی جہالت کی بنا پر اپنے آپ کو عقلمند تصور کرتے تھے اور ہادیانِ الٰہی کو جاہل تصور کرتے تھے اور اسی جہالت کی بنا پر ان سے دشمنی رکھتے تھے اور آخر کار نتیجہ کیا نکلا کہ جاہل و نادان افراد کو ذلّت و رسوائی کا سامنا کرنا پڑا اور یہ بدترین عذاب الٰہی میں مبتلا ہوئے اور یہی جہالت انسان کی تباہی کا سبب ہے۔

خدا سے دعا کرتے ہیں بحقِ بابُ العلمؑ ہمیں اس بدترین صفتِ جہالت سے بچا اور عقل جیسی دولت عطا فرما۔ (آمین)

واقعات:

۱۔ جاہل آدمی گدھے کا بھائی:

بعض موردِ اعتماد افراد نقل کرتے ہیں کہ: ایک جاہل و نادان شخص مرحوم شیخ انصاریؒ

(مصنف کتاب رسائل و مکاسب) کی خدمت میں آیا اور کہا میں گدھا خریدنا چاہتا ہوں استخارہ نکال دیجیے۔ مرحوم شیخ انصاریؒ نے قرآن سے استخارہ نکالا تو یہ آیت ﴿سنشد عضدک بأخیک﴾ (سورۂ قصص آیت ۳۵) نکلی یعنی: ہم تمہارے بازوؤں کو تمہارے بھائی سے مضبوط کر دیں گے۔ شیخ انصاریؒ نے فرمایا: بہتر ہے گدھا خرید لو۔ ایک دوسرا شخص شیخ کے پاس بیٹھا ہوا تھا اس نے شیخ انصاریؒ سے کہا: آپ نے کس وجہ سے اس کو فرمایا کہ گدھا خرید لو؟ مرحوم انصاریؒ نے فرمایا: یہ جاہل و نادان شخص ہے اور قرآن میں پروردگار فرماتا ہے: ﴿أَمْ تَحْسَبُ أَنَّ أَكْثَرَهُمْ يَسْمَعُونَ أَوْ يَعْقِلُونَ إِنْ هُمْ إِلَّا كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ سَبِيلًا﴾ (سورۂ فرقان آیت ۴۴) کیا آپ کا خیال یہ ہے کہ ان کی اکثریت کچھ سنتی اور سمجھتی ہے ہرگز نہیں یہ سب جانوروں جیسے ہیں بلکہ ان سے بھی بدتر۔

پس جاہل و نادان شخص درحقیقت گدھے کا بھائی ہے۔ (گنجینۂ معارف، ج۱، ص۴۲۳)

۲۔ نادان کی عبرت حاصل کرنا:

ایک حکیم نادان و جاہل شخص کے گھر آیا۔ حکیم نے دیکھا کہ گھر بہت ہی عالی شان و ہر چیز سے مزین ہے اور زمین پر فرش بھی قیمتی بچھا ہوا ہے لیکن گھر والا، صاحبِ منزل نادان و جاہل ہے اور علم کی الف، ب سے بھی واقفیت نہیں رکھتا ہے، حکیم نے اس کے منہ پہ تھوکا۔

صاحبِ منزل نے اعتراض کرتے ہوئے کہا: حکیم صاحب آپ نے میرے

ساتھ کتنا برا کیا؟

حکیم صاحب نے کہا: میرا یہ کام حکمت کی بنیاد پر تھا کیونکہ لعابِ دہن کو گھر کی پست ترین جگہ پر تھوکا جاتا ہے اور میں نے تمہارے گھر میں تم سے پست تر کسی کو نہیں پایا۔

نادان شخص نے حکیم صاحب کے عمل اور گفتگو سے عبرت حاصل کی اور جانا کہ نادانی اور جہالت گھر میں رنگ وروغن کرنے سے نہیں جاتی بلکہ علم سے جاتی ہے۔
(گنجینۂ معارف ج۱ص۴۲۲)

(۲۳)

جہنم

آیات:

۱۔ سات دروازے جہنم کے لئے:

﴿وَإِنَّ جَهَنَّمَ لَمَوْعِدُهُمْ أَجْمَعِينَ ☆ لَهَا سَبْعَةُ أَبْوَابٍ﴾ (سورۂ حجر، آیات ۴۴،۴۳)

اور جہنم ایسے تمام لوگوں کی آخری وعدہ گاہ ہے اس کے سات دروازے ہیں۔

۲۔ جہنم کو سامنے لایا جائے گا:

﴿وَجِيءَ يَوْمَئِذٍ بِجَهَنَّمَ يَوْمَئِذٍ يَتَذَكَّرُ الْإِنسَانُ وَأَنَّى لَهُ الذِّكْرَى﴾ (سورۂ فجر، آیت ۲۳)

اور جہنم کو اس دن سامنے لایا جائے گا تو انسان کو ہوش آجائے گا اور ہم اِسے یاد دلائیں گے۔

۳۔ جہنم کی آگ خاموش ہونے والی نہیں:

﴿كُلَّمَا خَبَتْ زِدْنَاهُمْ سَعِيرًا﴾ (سورۂ اسراء، آیت ۹۷)

جہنم کی آگ بجھنے بھی لگے گی تو ہم شعلوں کو مزید بھڑکا دیں گے۔

۴۔دوزخیوں کی غذا:

﴿لَيْسَ لَهُمْ طَعَامٌ إِلَّا مِنْ ضَرِيعٍ ☆ لايُسْمِنُ وَلايُغْنِي مِنْ جُوعٍ﴾
(سورۂ غاشیہ، آیت ۶ اور ۷)

خاردار جھاڑیوں کے علاوہ اِن کی کوئی غذا نہ ہوگی جو نہ انھیں طاقت دے گی اور نہ بھوک سے نجات دے گی۔

۵۔شیطان کی پیروی کرنے والوں کی جگہ:

﴿قَالَ اخْرُجْ مِنْهَا مَذْئُومًا مَدْحُورًا لَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكُمْ أَجْمَعِينَ﴾ (سورۂ اعراف آیت ۱۸)

فرمایا یہاں سے نکل جا تو ذلیل اور مردود ہے اب جو بھی تیرا اتباع کرے گا میں تم سب سے جہنم کو بھر دوں گا۔

روایات:

۱۔جہنمی کافر:

قال امیر المومنینؑ: اِنَّ اَهْلَ النَّارِ كُلُّ كَفُوْرٍ مَكُوْرٍ (غرر الحکم ج۱، ص ۲۲۵)

حضرت علیؑ نے فرمایا: بے شک جہنم والے سب ہی کافر و مکار ہیں۔

۲۔ جہنمی ہمیشہ عذاب میں:

قال علی ابن ابی طالبؑ: وَ فُدُ النّٰارِ أَبَدًا مُعَذَّبُوْنَ (غررالحکم ج۱،ص ۲۲۵)

حضرت علیؑ نے فرمایا: آتش جہنم میں داخل ہونے والے ہمیشہ عذاب میں رہیں گے۔

۳۔ یہ جسم جہنم کی آگ کو برداشت نہیں کرسکتا:

قال علیؑ: لَیْسَ لِهٰذَا الْجِلْدِ الرَّقِیْقِ صَبْرٌ عَلَی النّٰارِ (غررالحکم ج۱،ص ۲۲۵)

مولا علیؑ نے فرمایا: یہ نازک و باریک کھال جہنم کی آگ پر صبر نہیں کر سکے گی۔

۴۔ جہنم کی سزا کافی ہے:

قال علی ابن ابی طالبؑ: کَفٰی بِجَهَنَّمَ نِکَالاً (غررالحکم ج۱،ص ۲۲۴)

حضرت علیؑ نے فرمایا: جہنم کے لئے اس کی سزا کا ہونا ہی کافی ہے۔

۵۔ افراط کا نتیجہ:

قال امیر المؤمنینؑ: اَلنَّارُ غَایَةُ الْمُفْرِطِیْنَ (غررالحکم ج۱،ص ۲۲۶)

امیر المومنینؑ نے فرمایا: آتش جہنم افراط کرنے والوں کے عمل کا نتیجہ ہے۔

تشریح:

بہشت متقین کے لئے ہمیشگی اور ابدی مقام ہے۔ان کے لئے وہاں باغات ہوں گے جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی اور وہ ہمیشہ اس میں رہیں گے۔جہنم اہل کفر و معصیت کا مقام ہے۔کوئی بھی ان کو عذابِ الٰہی سے بچانے والا نہ ہوگا ان کے چہرے سیاہ رات کی مانند ہوں گے۔

جنت اور دوزخ پر ایمان رکھنا ضروریاتِ دین میں سے ہے اور ان دونوں پر ایمان نہ رکھنا کفر کے مساوی ہے۔بہشت اپنی تمام تر مادی و معنوی نعمتوں کے ساتھ نیک اور صالح افراد کی پاداش و جزاء اور جہنم اپنے تمام ظاہری و باطنی عذاب کے ساتھ بدکاروں کے لئے جائے سزا ہے۔

جنت و جہنم غیب کے مصادیق میں سے ہے۔ان دونوں کے بارے میں بیان کرنا صرف اور صرف وحی الٰہی کی ذمہ داری ہے۔انسان کا علم جس کے درک کرنے سے قاصر ہے، بہرحال جو شخص بھی ان پر ایمان رکھتا ہے وہ جنت کے لئے نیک عمل کرتا ہے اور جہنم سے بچنے کے لئے اپنے آپ کو محرمات سے دور رکھتا ہے۔

بہرحال ہمیں اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو جہنم کی آگ سے بچنے کے لئے کوشش کرتے رہنا چاہیے۔آج کل کا ماحول بہت ہی خراب اور خراب سے خراب تر ہوتا جارہا ہے۔ایسے ماحول میں تزکیۂ نفس اور محرمات سے بچنا بہت ہی ضروری ہے۔خدا سے دعا کرتے ہیں بحقِ باب الحوائج حضرت عباسِ علمدارؑ ہمیں جہنمی

ہونے سے بچا اور ہمیں اہلِ بہشت میں قرار دے۔ (آمین)

واقعات:

۱۔ امام صادقؑ اور آتش جہنم کی یاد:

گرمی تھی اور شام کے کھانے کا وقت ہو چکا تھا۔ امام صادقؑ کے سامنے دسترخوان کو بچھایا گیا۔ اس کے بعد پیالہ لایا گیا جس میں گوشت کا سالن تھا۔ حضرتؑ کے پاس رکھ دیا گیا۔ پیالہ سالن کی وجہ سے کافی گرم تھا، جس وقت امام صادقؑ نے ایک لقمہ روٹی کا اٹھا کر سالن سے لگانا چاہا تو اپنے ہاتھ کو کھینچ لیا اور کئی بار فرمایا: ''**نستجیر باللہ من النار، نعوذ باللہ من النار**'' خدا سے جہنم کی آگ سے پناہ مانگتا ہوں۔

یہ جملہ اتنی بار تکرار کیا کہ سالن ٹھنڈا ہو گیا۔ اس وقت آپؑ نے فرمایا: جب ہم اس سالن کی تپش کو برداشت نہیں کر سکتے تو پھر کس طرح آتش جہنم کو برداشت کر سکتے ہیں، اس لحاظ سے امام صادقؑ گرم سالن کو دیکھ کر آتش جہنم کی یاد میں پڑ گئے اور تواضع کے ذریعے خدا کی طرف پناہ مانگی۔ (گنجینۂ معارف ج۱، ص۴۱۶)

۲۔ پہاڑ کا گریہ:

جنگ تبوک کا واقعہ ہجرت کے نویں سال پیش آیا۔ مسلمانوں کا ایک عظیم لشکر پیغمبر اسلام ﷺ کی قیادت میں روم اور سرزمین شامات کی طرف روانہ ہوا۔ پیغمبرؐ کے

ساتھ اس جنگ میں شرکت کے لئے تقریباً تیس ہزار افراد تھے راستہ میں ایک پہاڑ کو دیکھا کہ اوپر سے پانی کا قطرہ قطرہ نیچے ایک پتھر پر گر رہا ہے۔ لوگوں نے کہا پانی کا اوپر سے گرنا بہت ہی عجیب ہے۔ پیغمبر اکرم ﷺ نے فرمایا: ''یہ پہاڑ رو رہا ہے!'' لوگوں نے کہا: کیا پہاڑ بھی گریہ کرتا ہے؟ پیغمبر اکرم ﷺ نے فرمایا: کیا تم دوست رکھتے ہو کہ پہاڑ کے رونے کو سمجھو (کہ پہاڑ کیوں گریہ کر رہا ہے) تمام لوگوں نے ایک زبان ہو کر کہا: جی ہاں۔ آنحضرت ﷺ نے پہاڑ سے پوچھا: ''اے پہاڑ تیرے رونے کی وجہ کیا ہے؟'' تمام لوگوں نے سنا کہ پہاڑ نے رسولِ مکرم ﷺ کے جواب میں کہا: ''اے رسول خدا ﷺ! ایک روز حضرت عیسیٰ کا یہاں سے گذر ہوا اور جب یہاں (اس پہاڑ) پر پہنچے تو کہا: ''**قوا انفسکم و اهليكم نارا وقودها الناس و الحجارة** '' اپنے نفس اور اپنے اہل کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہوں گے۔ (اے رسول خدا ﷺ) اس روز سے لے کر ابھی تک اس خوف سے گریہ کر رہا ہوں کہیں وہ پتھر میں ہی تو نہیں ہوں۔ پیغمبر اکرم ﷺ نے فرمایا: اے پہاڑ تو اپنی جگہ آرام سے رہ، تو ان پتھروں میں سے نہیں ہے بلکہ وہ پتھر کبریت ہے۔ (جیسے ہی پیغمبر ﷺ نے یہ فرمایا) تو اس وقت سے پہاڑ سے پانی آنا بند ہو گیا حتیٰ کہ اس پہاڑ میں رطوبت بھی دیکھنے میں نہ آئی۔

(گنجینۂ معارف ج۱، ص۴۱۶)

(۲۴)

حرص ولالچ

آیات:

۱۔حرص ناپسند صفت:

﴿ وَلَتَجِدَنَّهُمْ أَحْرَصَ النَّاسِ عَلَى حَيَاةٍ وَمِنَ الَّذِينَ أَشْرَكُوا يَوَدُّ أَحَدُهُمْ لَوْ يُعَمَّرُ أَلْفَ سَنَةٍ وَمَا هُوَ بِمُزَحْزِحِهِ مِنَ الْعَذَابِ أَنْ يُعَمَّرَ وَاللَّهُ بَصِيرٌ بِمَا يَعْمَلُونَ ﴾ (سورۂ بقرہ، آیت ۹۶)

اے رسول ﷺ! آپ دیکھیں گے کہ یہ زندگی کے سب سے زیادہ حریص ہیں اور بعض مشرکین تو یہ چاہتے ہیں کہ انہیں ہزار برس کی عمر دے دی جائے کہ یہ ہزار برس بھی زندہ رہیں تو طولِ حیات انہیں عذابِ الٰہی سے نہیں بچا سکتا۔ اللہ ان کے اعمال کو خوب دیکھ رہا ہے۔

۲۔انسان میں حرص ولالچ:

﴿ إِنَّ الْإِنسَانَ خُلِقَ هَلُوعًا ﴾ (سورۂ معارج آیت ۱۹)

بے شک انسان بڑا لالچی ہے۔

۳۔پیغمبر ﷺ اور حرص:

﴿لَقَدْ جَائَكُمْ رَسُولٌ مِنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِينَ رَئُوفٌ رَحِيمٌ﴾ (سورۂ توبہ، آیت ۱۲۸)

یقیناً تمہارے پاس وہ پیغمبر آیا ہے جو تم ہی میں سے ہے اور اس پر تمہاری ہر مصیبت شاق ہوتی ہے وہ تمہاری ہدایت کے بارے میں حرص رکھتا ہے اور مومنین کے حال پہ شفیق اور مہربان ہے۔

۴۔ہدایت کے لئے حرص:

﴿إِنْ تَحْرِصْ عَلَى هُدَاهُمْ فَإِنَّ اللهَ لَايَهْدِى مَنْ يُضِلُّ وَمَا لَهُمْ مِنْ نَاصِرِينَ﴾ (سورۂ نحل، آیت ۳۷)

اگر آپ کو خواہش ہے کہ یہ ہدایت پا جائیں تو اللہ جس کو گمراہی میں چھوڑ چکا ہے اب اسے ہدایت نہیں دے سکتا اور نہ ان کا کوئی مدد کرنے والا ہوگا۔

۵۔عدالت:

﴿وَلَنْ تَسْتَطِيعُوا أَنْ تَعْدِلُوا بَيْنَ النِّسَاءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ﴾ (سورۂ نساء، آیت ۱۲۹)

اور تم کتنا ہی کیوں نہ چاہو عورتوں کے درمیان مکمل انصاف نہیں کر سکتے۔

روایات:

ا۔ برائی کی جڑ:

قال الامام علیؑ: اَلْعِرْصُ رَاْسُ الْفَقْرِ وَ اُسُّ الشَّرِّ (غرر الحکم ج۱،ص۲۴۲)

حضرت امیر المومنین علیؑ نے فرمایا: حرص فقر اور برائی کی جڑ ہے۔

۲۔ ذلت:

قال امیر المومنینؑ: اَلْعِرْصُ ذُلٌّ (غرر الحکم ج۱،ص۲۴۴)

مولا علیؑ نے فرمایا: حرص ذلت و کلفت ہے۔

۳۔ یقین میں کمی:

قال امیر المومنینؑ: مَنْ کَثُرَ حِرْصُهُ قَلَّ یَقِیْنُهُ (غرر الحکم ج۱،ص۲۴۶)

حضرت علی بن ابی طالبؑ نے فرمایا: جس کی حرص بڑھ جاتی ہے اس کا یقین کم ہو جاتا ہے۔

۴۔ فقیر:

قال امیر المومنینؑ: اَلْحَرِیْصُ فَقِیْرٌ وَ لَوْ مَلَکَ الدُّنْیَا بِحَذَافِیْرِهَا (غرر الحکم ج۱،ص۲۴۷)

حریص فقیر ہے خواہ وہ پوری دنیا کا مالک ہو جائے۔

۵۔ شقاوت:

قال امیر المومنینؑ: مَنْ کَثُرَ حِرْصُهُ کَثُرَ شَقَائُهُ (غرر الحکم ج۱،ص۲۴۹)

مولائے کائنات علیؑ نے فرمایا: جس کی حرص بڑھ جاتی ہے اس کی شقاوت و بدبختی بھی بڑھ جاتی ہے۔

تشریح:

حرص انسانی زندگی میں اچھی صفت نہیں لیکن ہدایت کی حرص یقیناً ایک بہترین صفت ہے اور یہ اسی انسان میں پیدا ہوسکتی ہے جسے راہِ حق سے بے پناہ دلچسپی ہو اور وہ قوم سے بھی مکمل ہمدردی رکھتا ہو اور ہر آن یہ چاہتا ہو کہ ساری قوم راہِ راست پر آجائے اور کوئی گمراہ نہ ہونے پائے اور حرص وطمع ولالچ مادّیات میں صحیح نہیں لیکن معنویات میں صحیح ہے۔ جس طرح قرآن نے پیغمبر اکرم ﷺ کے لئے کہا کہ وہ تمہاری ہدایت کے بارے میں حرص رکھتا ہے۔ لوگوں کی ہدایت کے لئے جتنی بھی حرص ہو اتنا ہی کم ہے لیکن مادیات میں حرص انسان کو تباہ کر دیتی ہے اور انسان کی حرص ولالچ کبھی کم نہیں ہوتی۔ جس کو آخرت پر یقین ہو تو وہ کبھی دنیا پر حریص نہ ہوگا۔ یہ دنیا فنا ہوجائے گی جتنا بھی جمع کرلیں اتنا کم ہے اور اسی مال ودولت کی لالچ نے انسان کو خدا کی یاد سے غافل کر دیا ہے۔

دعا کرتے ہیں بحقِ شریکۃ الحسینؑ حضرت زینبؑ ہمیں حرص ولالچ سے دور رکھ۔
(آمین)

واقعات:

ا۔لالچی بوڑھا:

کہتے ہیں کہ ہارون الرشید نے اپنے وزراء سے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ ایسے شخص سے ملاقات کروں جو صحبتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف ہوا ہو اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی حدیث سنی ہو تا کہ بلا واسطہ وہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث نقل کرے۔ ہارون کے نوکروں نے اطراف واکناف میں ایسے شخص کی تلاش شروع کر دی لیکن انہیں کوئی شخص نہ مل سکا سوائے ایک بوڑھے کے جس کے تمام حواس کمزور ہو چکے تھے اور سوائے جسم اور ایک مشت ہڈیوں کے کچھ باقی نہ بچا تھا۔ اسے ایک ٹوکری میں بٹھا کر نہایت عزت واحترام کے ساتھ ہارون کے سامنے دربار میں لایا گیا۔ ہارون بہت خوش ہوا کہ اس کا مقصد پورا ہوا کہ ایسے شخص کو دیکھ لیا جس نے رسول اکرمؐ کی زیارت کی اور ان کی گفتگو سنی۔

ہارون نے کہا: اے ضعیف! کیا تم نے خود پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے؟

بوڑھے نے عرض کیا: جی ہاں۔

ہارون نے کہا: تو نے کب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تھا؟

عرض کیا: میرا بچپن تھا کہ ایک دن میرے باپ نے میرا ہاتھ پکڑا اور خدمتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں لے گئے اور اس کے بعد میں خدمت رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں نہ گیا، یہاں تک کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم رحلت فرما گئے۔

ہارون نے کہا: بیان کرو اگر اس دن رسول اللہ ﷺ سے تم نے کوئی حدیث سنی تھی۔

عرض کیا: ہاں اس دن رسول اکرم ﷺ سے میں نے سنا تھا کہ آپؐ نے فرمایا: **"یشیب ابن آدم و تشب معه فصلتان: الحرص و طول الامل"** انسان بوڑھا ہوجاتا ہے مگر اس میں دو صفتیں جوان رہتی ہیں: ایک حرص اور دوسری لمبی آرزوئیں۔

ہارون بہت خوش ہوا کہ اس نے حدیثِ رسول ﷺ فقط ایک واسطے کے ذریعے سنی۔ اس نے حکم دیا کہ ایک تھیلی دینار کی اسے انعام کے طور پر دی جائے اور حکم دیا کہ اسے واپس گھر پہنچایا جائے۔

جب غلاموں نے چاہا کہ اسے باہر لے جائیں تو اس بوڑھے نے اپنی کمزور آواز کو بلند کیا کہ مجھے واپس دربار میں ہارون کے پاس لے چلو۔ مجھے ہارون سے ایک بات پوچھنی ہے پھر اس کے بعد مجھے باہر لے جانا۔

ٹوکری کو اٹھانے والے دوبارہ اس بوڑھے کو ہارون کے پاس لے آئے۔ ہارون نے پوچھا: کیا بات ہے؟

بوڑھے نے عرض کیا: اے بادشاہ! یہ فرمایئے کہ یہ انعام اس سال کے لئے ہے یا ہر سال عنایت فرمائیں گے؟

ہارون الرشید بہت ہنسا اور از روئے تعجب کہا: رسولِ خدا ﷺ نے سچ فرمایا ہے کہ انسان جتنا بڑھاپے کے نزدیک ہوتا جاتا ہے اس میں دو چیزیں جوان رہتی ہیں:

حرص اور لمبی امیدیں۔

اس ضعیف میں جان نہیں اور میں گمان بھی نہیں رکھتا کہ آئندہ سال یہ زندہ رہے گا لیکن پھر بھی کہتا ہے کہ یہ عطا اس سال کے ساتھ مخصوص ہے یا ہر سال ہوتی رہے گی۔

زیادتی مال کی حرص اور لمبی امیدوں نے اسے یہاں تک پہنچا دیا ہے لیکن پھر بھی اپنی عمر کی پیش بینی کرتا ہے اور دوسروں کے عطیات کی تلاش میں ہے۔ (عبرت انگیز واقعات ص ۱۱، کچھ اختلاف کے ساتھ یکصد و پنجاہ موضوع از قرآن کریم و احادیث اہل بیتؑ ص ۴۱۲)

۲۔ لالچی شخص کی حکمت آمیز وصیت:

ایک لالچی شخص اپنے بیٹوں کو نصیحت کر رہا تھا اور حرص و لالچ کے آداب ان کو سکھا رہا تھا۔ اس نے اپنی آخری گفتگو میں اس طرح کہا: اے میرے بچّو! آخر میں تمہیں ان آیات کی وصیت کرتا ہوں کہ خدا فرماتا ہے:

﴿فاذا دخلتم بیوتا (۱) فیھا ما تشتھیہ الانفس (۲) و تلذ الاعین کلوا واشربوا (۳) ما استطعتم من قوۃ (۴) حتّیٰ اذا بلغت الحلقوم (۵) فانفجرت منہ اثنتا عشرۃ عینا (۶)﴾

۱۔ سورۂ نور، آیت ۶۱۔

۲۔ سورۂ زخرف، آیت ۷۱۔

۳۔ سورۂ بقرہ ۶۰ اور سورۂ اعارف، آیت ۳۱

۴۔ سورۂ انفال، آیت ۶۰۔

۵۔ سورۂ واقعہ، آیت ۸۳۔

۶۔ سورۂ بقرہ، آیت ۶۰۔

جب گھروں میں داخل ہو تو وہاں وہ تمام چیزیں ہوں گی جن کی دل میں خواہش ہو اور جو آنکھوں کو بھلی لگیں، کھاؤ اور پیو، جتنی قدرت رکھتے ہو یہاں تک کہ حلق تک پہنچ جائے اور بارہ چشمے اس سے جاری ہو جائیں۔ (آپ نے دیکھا اس لالچی شخص نے مذکورہ بالا آیات کو مختلف جگہوں سے چن کر ایک جگہ کیا اور بچوں کو وصیت کی)

(گنجینۂ معارف ج ۱، ص ۳۸۲)

(۲۵)

حسد

آیات:

۱۔حسد کے شر سے پناہ مانگنی چاہیے:

﴿قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ☆ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ☆ وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ إِذَا وَقَبَ ☆ وَمِنْ شَرِّ النَّفَّاثَاتِ فِي الْعُقَدِ ☆ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ إِذَا حَسَدَ﴾ (سورۂ فلق، آیات ۱ تا ۵)

اے رسول کہہ دیجئے کہ میں صبح کے مالک کی پناہ چاہتا ہوں تمام مخلوقات کے شر سے اور اندھیری رات کے شر سے جب اس کا اندھیرا چھا جائے اور گنڈوں پر پھونکنے والیوں کے شر سے اور ہر حسد کرنے والے کے شر سے جب بھی وہ حسد کرے۔

۲۔قابیل کا حسد:

﴿فَطَوَّعَتْ لَهُ نَفْسُهُ قَتْلَ أَخِيهِ فَقَتَلَهُ فَأَصْبَحَ مِنَ الْخَاسِرِينَ﴾ سورۂ مائدہ، آیت ۳۰)

پھر اس کے نفس نے اسے بھائی کے قتل پر آمادہ کر دیا اور اس نے اسے قتل کر دیا اور وہ خسارہ والوں میں شامل ہو گیا۔

۳۔ یوسفؑ کے بھائیوں کا حسد:

﴿إِنَّ أَبَانَا لَفِي ضَلَالٍ مُبِينٍ (٨) اقْتُلُوا يُوسُفَ أَوِ اطْرَحُوهُ أَرْضًا يَخْلُ لَكُمْ وَجْهُ أَبِيكُمْ﴾ (سورۂ یوسف، آیات ۸،۹)

یقیناً ہمارے ماں باپ ایک کھلی گمراہی میں مبتلا ہیں تم لوگ یوسف کو قتل کر دو یا کسی زمین میں پھینک دو تو باپ کا رخ تمہاری ہی طرف ہو جائے گا۔

۴۔ مسلمانوں سے حسد:

﴿وَدَّ كَثِيرٌ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَوْ يَرُدُّونَكُمْ مِنْ بَعْدِ إِيمَانِكُمْ كُفَّارًا حَسَدًا﴾ (سورۂ بقرہ، آیت ۱۰۹)

بہت سے اہل کتاب یہ چاہتے ہیں کہ تمہیں بھی ایمان کے بعد کافر بنالیں وہ تم سے حسد رکھتے ہیں۔

۵۔ صاحبانِ کمال سے حسد:

﴿أَمْ يَحْسُدُونَ النَّاسَ عَلَى مَا آتَاهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهِ فَقَدْ آتَيْنَا آلَ إِبْرَاهِيمَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَآتَيْنَاهُمْ مُلْكًا عَظِيمًا﴾ (سورۂ نساء، آیت ۵۴)

یا وہ ان لوگوں سے حسد کرتے ہیں جنہیں خدا نے اپنے فضل و کرم سے بہت کچھ عطا کیا تو پھر ہم نے آلِ ابراہیمؑ کو کتاب و حکمت اور ملکِ عظیم سب کچھ عطا کیا۔

روایات:

۱۔حسد آفت دین:

قَالَ الصَّادِقؑ: آفَةُ الدِّيْنِ اَلْحَسَدُ وَ الْعُجْبُ وَ الْفَخْرُ (سفینۃ البحار ج۲،ص۱۷۶، کتاب الشافی ج۴،ص۲۷۶)

امام صادقؑ نے فرمایا: دین کی آفت حسد، غرور اور فخر کرنا ہے۔

۲۔حسد ایمان کو کھا جاتا ہے:

قَالَ الصَّادِقؑ: اِنَّ الْحَسَدَ يَأْكُلُ الْاِيْمَانَ كَمَا تَأْكُلُ النَّارُ الْحَطَبَ (سفینۃ البحار ج۲،ص۱۷۵، کتاب الشافی ج۴،ص۲۶۶)

امام صادقؑ نے فرمایا: حسد ایمان کو اسی طرح کھا جاتا ہے جیسے آگ لکڑی کو۔

۳۔برائی کی جڑ:

قال امیر المومنینؑ: رَأْسُ الرَّذَائِلِ اَلْحَسَدُ (غرر الحکم ج۱،ص۲۶۲)

حضرت علیؑ نے فرمایا: رذائل کی جڑ حسد ہے۔

۴۔حسد شیطان کی خصلت:

قال امیر المومنینؑ: اِيَّاكَ وَ الْحَسَدَ فَاِنَّهُ شَرُّ شِيْمَةٍ وَ اَقْبَحُ سَجِيَّةٍ وَ خَلِيْقَةُ الشَّيْطَانِ (غرر الحکم ج۱،ص۲۶۱)

مولا علیؑ نے فرمایا: خبردار حسد کے قریب نہ جانا بہت بری خصلت ہے اور بدترین عادت ہے، یہ شیطان کا شیوہ ہے۔

۵۔راحت وآسائش نہیں:

قال علی بن ابی طالبؑ: لَا رَاحَةَ لِحَسُوْدٍ (غررالحکم ج۱،ص۲۶۶)

حاسد کے لئے کوئی راحت وآسائش نہیں۔

تشریح:

حسد جلن، کسی کا زوال چاہنا، عداوت، بغض و کینہ کو کہتے ہیں اور یہ ایک نفسانی حالت ہے حاسد غیر کے کمال و نعمات کے زوال کی آرزو و تمنا کرتا ہے۔ انسان جتنا صاحبِ کمال ہوگا اسی قدر محسود بھی ہوگا، بے کمال حاسد ہوسکتا ہے محسود نہیں ہوسکتا۔ اسی وجہ سے امام محمد باقرؑ نے فرمایا: محسود واقعی ہم اہل بیتؑ ہیں۔ یہ حسد ایسا مرض ہے جس سے رہائی و خلاصی بہت ہی مشکل ہے اور یہ بری صفت حبّ دنیا کی ایک شاخ ہے۔ یہ بری صفت ایمان کو ختم کر دیتی ہے ہمیشہ دوسروں کے مال و ثروت و کمالات پر نگاہ، ہمیشہ ان کے زوال کے بارے میں سوچنا اور اپنے لئے مال و دولت کو جمع کرنے کی فکر میں رہنا اور یہی حسد دین کی آفت بھی ہے اور دل کی بیماری بھی ہے۔ حسد نیکیوں اور حسنات کو ایسے کھا جاتا ہے جیسے آگ لکڑی کو۔

خدا سے دعا کرتے ہیں بحق چہاردہ معصومینؑ ہمیں اس بری صفت سے بچنے کی توفیق عطا فرما۔ اگر ہمارے اندر ہے تو اس کو ختم کر دے۔ (آمین)

واقعات:

ا۔ حضرت عیسیٰؑ کے حواری کا حسد:

راوی کہتا ہے کہ میں نے امام صادقؑ سے سنا کہ فرمایا: اللہ سے ڈرو اور ایک دوسرے پر حسد نہ کرو۔ حضرت عیسیٰؑ اپنے زمانے میں شہروں کی سیر کیا کرتے تھے ایک بار وہ سیر کے لئے چلے تو ان کے حواریوں میں سے ایک حواری ان کے ساتھ چلا یہ اکثر حضرت عیسیٰؑ کے ساتھ رہا کرتا تھا۔ جب حضرت عیسیٰؑ دریا کے کنارے پہنچے تو خدا کی ذات پر پورا یقین رکھتے ہوئے بسم اللہ پڑھی اور پانی پر چلنے لگے۔ حواری نے جب یہ دیکھا تو اس نے بھی پورے یقین کے ساتھ بسم اللہ پڑھی اور پانی پر چل کر حضرت عیسیٰؑ سے جا ملا۔ اب اس کے دل میں غرور نے جگہ پائی اور کہنے لگا جس طرح حضرت عیسیٰ روح اللہ پانی پر چلتے ہیں میں بھی چلتا ہوں۔ لہٰذا ان کو مجھ پر کیا فضیلت ہے؟ یہ خیال آتے ہی وہ پانی میں ڈوبنے لگا، پس حضرت عیسیٰؑ سے فریاد کی۔ آپؑ نے اس کو ڈوبنے سے بچایا اور فرمایا: تو نے کیا کہا؟ اس نے کہا: میں نے دل میں کہا جس طرح عیسیٰؑ پانی پر چلتے ہیں میں بھی چلتا ہوں اس طرح غرور میرے اندر داخل ہوا۔

حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا: تو نے اپنے دل میں وہ سوچا جس کا تو اہل نہیں۔ اس لئے خدا تجھ سے ناخوش ہوا۔ اب تو اللہ سے توبہ کر، چنانچہ اُس نے توبہ کی خدا نے اس کی توبہ قبول کر کے پھر وہی مرتبہ دے دیا۔

امام نے فرمایا: ''فَاتَّقُو اللّٰهَ وَ لَا يَحْسِدَنَّ بَعْضُكُمْ بَعْضاً'' اللہ سے ڈرو اور ایک دوسرے پر حسد نہ کرو۔ (اصول کافی ج ۲، ص ۲۹۱، گنجینۂ معارف ج ۱، ص ۳۷۰، یکصد و پنجاہ موضوع از قرآن کریم و احادیث اہل بیتؑ ص ۴۰۹)

۲۔ امام محمد تقیؑ سے حسد:

حضرت امام محمد تقیؑ کے زمانے میں رونما ہونے والا یہ واقعہ توجہ سے پڑھنے کے قابل ہے۔

اُس زمانے میں متوکل عباسی کا قاضی القضاء (چیف جسٹس) ابولیلیٰ خلافت کے تمام قانونی امور کو جو کہ اسلامی کہلاتے تھے انجام دیا کرتا تھا۔

ایک دن یہ چیف صاحب جب اپنے دکاندار پڑوسی دوست زرقا کے گھر آیا تو خاصا پریشان تھا۔ زرقا نے پوچھا:

چیف جسٹس صاحب! آج آپ اتنے پریشان کیوں ہیں؟ چیف صاحب نے کہا:

''کیا تم سن سکو گے کہ آج خلیفہ کے دربار میں مجھ پر کتنی بڑی مصیبت ٹوٹی ہے؟

ایک چور کو لایا گیا، اس کا جرم ثابت ہو چکا تھا اور اب حد جاری کرنے کا معاملہ تھا۔ مجھ سے خلیفہ نے پوچھا کہ اس کا ہاتھ کہاں سے کاٹا جائے۔

میں نے کہا: قرآن مجید میں خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے کہ چور کے ہاتھ کاٹ ڈالو اور وضو کا حکم بیان کرنے والی آیت میں ہے کہ کہنیوں سے لے کر پورا ہاتھ دھونا چاہیے لہٰذا معلوم ہوا کہ اس کا ہاتھ کہنیوں سے کاٹا جائے۔

خلیفہ نے دربار میں موجود دوسرے افراد سے پوچھا تو انہوں نے کہا: چور کا کلائی

سے کاٹا جائے کیونکہ تیمّم والی آیت میں ہاتھ سے مراد کلائی ہے پھر خلیفہ نے شیعوں کے امام حضرت محمد تقیؑ سے پوچھا تو آپؑ نے فرمایا: ''دوسرے اپنی رائے دے چکے ہیں''۔

خلیفہ نے اصرار کیا تو بالآخر مجبوراً حضرت محمد تقیؑ نے فرمایا: ''چور کی انگلیاں کاٹی جائیں کیونکہ خداوندِ عالم فرماتا ہے کہ ''مساجد خدا کے لیے ہیں۔'' مساجد مسجد کی جمع ہے اور اس سے مراد وہ اعضاء ہیں جو سجدے کی حالت میں زمین پر رکھے جاتے ہیں۔ یہ چور بھی جب نماز پڑھے گا تو اسے بھی سجدے کی حالت میں زمین پر ساتوں اعضاء رکھنے ہوں گے یعنی دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیاں بھی رکھنی ہوں گی۔ لہٰذا صرف اس کی دو انگلیاں ہی کاٹی جائیں گی۔''

جب شیعوں کے امام نے یہ بات کہی تو خلیفہ نے کہا: بہت خوب! شاباش!

اور فوراً ہی یہ حکم دے دیا کہ امامؑ کے بتائے ہوئے فرمان پر عمل کیا جائے اور پھر چور کے ہاتھوں کی انگلیاں کاٹ دی گئیں۔

تو اے زرقا! تم خود اندازہ کر سکتے ہو کہ اس وقت میری کیا حالت ہوئی ہوگی جب اس پچیس (۲۵) سالہ جوان کو مجھ پر فوقیت دے دی گئی ہوگی!

ظاہر ہے کہ اسی وجہ سے میں سخت پریشان ہوں اور جب تک انتقام نہیں لے لیتا چین سے نہیں بیٹھوں گا۔ حالانکہ میں جانتا ہوں کہ جو شخص بھی اس نوجوان کے قتل میں شریک ہوگا وہ آتشِ جہنم میں ڈال دیا جائے گا لیکن پھر بھی جب تک وہ قتل نہ ہو جائے میں اسے نہیں چھوڑوں گا۔

زرقا کہتے ہیں کہ میں نے اسے نصیحت کی لیکن اس نے اسے قبول کرنے سے انکار کردیا۔

درحقیقت ابویعلیٰ چیف جسٹس حسد کی آگ میں جل رہا تھا دوسرے ہی دن وہ خلیفہ کے پاس پہنچا اور کہنے لگا:

''جانتے ہو کل تم نے کیا کیا ہے؟''

وہ شخص جسے مسلمانوں کی اچھی تعداد اپنا امام سمجھتی ہے اور اسے پیغمبر ﷺ کا جانشین مانتی ہے اور آپ کو باطل اور غلط سمجھتی ہے آپ نے بجائے اسے مٹانے کے مزید نمایاں اور مضبوط کردیا۔ وہ لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ وہ حق پر ہیں، اب یہ کہیں گے کہ دیکھا خود خلیفہ نے بھی اس بات کا اعتراف کرلیا اور دوسروں کے نظریات پر اس کے نظریے کو مقدّم کردیا! ذرا سوچیے کہ یہ آپ نے کتنی بڑی سیاسی غلطی کی ہے!

مختصر یہ کہ ابویعلیٰ نے (حسد کی وجہ سے) خلیفہ کے اس قدر کان بھرے کہ وہ امام محمد تقیؑ کے قتل پر آمادہ ہوگیا اور آخرکار امام -کو زہر دے دیا گیا۔ (بکھرے موتی ج ا، ص ۷۵)

(۲۶)

حلم و بردباری

آیات:

۱۔حلم خدا کی صفت:

﴿وَ اعْلَمُوا أَنَّ اللهَ غَفُورٌ حَلِيمٌ﴾ (سورۂ بقرہ، آیت ۲۳۵)

اور یہ جان لو کہ بے شک خداوند متعال غفور بھی ہے اور حلیم و بردبار بھی۔

۲۔حضرت ابراہیمؑ کی صفت:

﴿إِنَّ إِبْرَاهِيمَ لَأَوَّاهٌ حَلِيمٌ﴾ (سورۂ توبہ، آیت ۱۱۴)

بے شک ابراہیم بہت زیادہ تضرع کرنے والے اور بردبار و حلیم تھے۔

۳۔حضرت اسماعیلؑ کی صفت:

﴿فَبَشَّرْنَاهُ بِغُلَامٍ حَلِيمٍ﴾ (سورۂ صافات، آیت ۱۰۱)

پھر ہم نے انہیں (ابراہیم کو) ایک نیک دل فرزند کی بشارت دی۔

۴۔لوگوں کا اعتراف حضرت شعیبؑ کی بردباری کے لئے:

﴿إِنَّكَ لَأَنْتَ الْحَلِيمُ الرَّشِيدُ﴾ (سورۂ ہود، آیت ۸۷)

تم تو بڑے بردبار اور سمجھ دار معلوم ہوتے ہو۔

۵۔ حلم جہل کے مقابلے میں:

﴿تُسَبِّحُ لَهُ السَّمَاوَاتُ السَّبْعُ وَالْأَرْضُ وَمَنْ فِيهِنَّ وَإِنْ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهِ وَلَكِنْ لَا تَفْقَهُونَ تَسْبِيحَهُمْ إِنَّهُ كَانَ حَلِيمًا غَفُورًا﴾ (سورۂ اسراء، آیت ۴۴)

ساتوں آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب اس کی تسبیح کر رہے ہیں اور کوئی شئے ایسی نہیں ہے جو اس کی تسبیح نہ کرتی ہو یہ اور بات ہے کہ تم ان کی تسبیح کو نہیں سمجھتے ہو۔ پروردگار بہت برداشت کرنے والا اور درگزر کرنے والا ہے۔

روایات:

۱۔ معنائے حلم:

قال امیر المؤمنینؑ: إِنَّمَا الْحِلْمُ كَظْمُ الْغَيْظِ وَ مِلْكُ النَّفْسِ (غرر الحکم ج ۱، ص ۳۴۰)

بردباری تو بس غصہ برداشت کرنا اور نفس پر قابو رکھنے کا نام ہے۔

۲۔ عابد واقعی:

قال الرضاؑ: لَا يَكُونُ الرَّجُلُ عَابِداً حَتَّى يَكُونَ حَلِيماً (اصول کافی ج ۳، ص ۱۷۵)

امام رضاؑ نے فرمایا: انسان عابد حقیقی نہیں بن سکتا مگر یہ کہ وہ حلیم ہو۔

۳۔ مصیبت کے وقت حلم و صبر:

قال علیؑ: اِنَّمَا الْحَلِیْمُ مَنْ اِذَا اُوْذِیَ صَبَرَ وَ اِذَا ظُلِمَ غَفَرَ (غرر الحکم ج۱، ص۳۴۰)

حضرت علیؑ نے فرمایا: حلیم و بردبار تو بس وہی ہے کہ اس کو اذیت دی جائے تو صبر کرے اور اگر ظلم کیا جائے تو بخش دے۔

۴۔ صاحبانِ حلم کے ساتھ بیٹھنے کا حکم:

قال امیر المؤمنینؑ: جَالِسِ الْحُلَمَاءَ تَزْدَدْ حِلْمًا (غرر الحکم ج۱، ص ۳۴۰)

مولا علیؑ نے فرمایا: بردبار لوگوں کے پاس بیٹھو تاکہ حلم کو بڑھا سکو۔

۵۔ بردبار کی تلاش:

قال امیر المؤمنینؑ: مَنْ تَحَلَّمَ حَلُمَ (غرر الحکم ج۱، ص۳۴۱)

مولائے کائناتؑ نے فرمایا: جو بردباری کو تلاش کرتے ہیں وہ بردبار ہو جاتے ہیں۔

تشریح:

حلم یعنی بردباری، تحمل، صبر، برداشت، نیک دل نرم کو کہتے ہیں (۱) حلم و بردباری

۱۔ فیروز اللغات اردو ص ۲۰۸ اور ۲۰۵۔

خداوند متعال اور انبیاء وائمہ مؤمنین کی صفات میں سے ہے۔ حلم و بردباری کا معیار خوشی میں نہیں ہے کہ انسان حالتِ خوشی و آسائش میں حلیم و بردبار ہو بلکہ حلم و بردباری کا معیار حالتِ غیظ وغضب اور غصہ کے وقت ہے جب انسان کو غصہ آرہا ہو اس وقت انسان اپنے غصہ کو پی جائے تو اس وقت ایسے انسان کو کہتے ہیں یہ بہت بڑا حلیم و بردبار ہے۔ انبیاء، ائمہ طاہرین اور مؤمنین کی کیفیت یہی ہے کہ غصہ کے وقت یہ حلیم و بردبار ہوتے ہیں اور خداوند متعال اسی کو دوست رکھتا ہے جو غصہ کے وقت بردبار ہوتے ہیں اور اسی بردباری کے ذریعے دشمن پر غلبہ و کامیابی حاصل کر سکتے ہیں۔ حلم و بردباری کا جو پہلا عوض انسان کو ملتا ہے وہ یہ ہے کہ تمام لوگ اس کے دشمن کے دشمن اور اس کے مددگار ہو جاتے ہیں۔ بردباری اخلاق کی زینت، فضیلت کا عنوان، ریاست وحکومت کا سر، علم کا میوہ، کمالِ عقل کی دلیل، صلح کا سبب، بیوقوفوں کے لئے لگام ہے۔

خدا سے دعا کرتے ہیں بحق امام موسیٰ کاظم ؑ ہمیں حلم و بردباری عطا فرما۔ (آمین)

واقعات:

امام زین العابدینؑ کا حلم:

شیخ مفید علیہ الرحمہ وغیرہ نے روایت کی ہے کہ امام زین العابدین ؑ کے رشتہ داروں میں سے ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے حضرت کو ناسزا

کہا اور گالیاں دیں آپؑ نے اس کے جواب میں کچھ نہ فرمایا! جب وہ شخص چلا گیا تو آپؑ نے اپنے اہل مجلس سے فرمایا تم لوگوں نے سنا جو کچھ اس شخص نے کہا ہے۔ اب میں چاہتا ہوں کہ میرے ساتھ چلو تا کہ اس کے پاس جا کر اس کی گالیوں کے بدلے میرا جواب بھی سنو۔ وہ کہنے لگے ہم چلتے ہیں اور ہم چاہتے تھے کہ آپؑ اُسی وقت اُس کو جواب دیتے۔ پس آپؑ نے جوتا پہنا اور روانہ ہوئے جب کہ آپؑ یہ آیت تلاوت کر رہے تھے۔ ﴿وَالْكَاظِمِينَ الْغَيْظَ وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ﴾ (۱) اور جو لوگ غصہ کو پی جاتے ہیں۔ لوگوں کو معاف کرتے ہیں اور خدا نیکی کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

راوی کہتا ہے کہ ہم آپؑ کے اس آیت کی تلاوت کرنے سے سمجھے کہ آپؑ اسے برا بھلا نہیں کہیں گے پس آپ اس شخص کے گھر تک پہنچے اور آواز دے کر کہا کہ اسے کہو کہ علی بن الحسین -آیا ہے۔ جب اس شخص نے سنا کہ حضرت آئے ہیں تو وہ برائی کے لئے تیار ہو کر آیا اور اسے اس میں شک نہیں تھا کہ آپؑ اس کی جسارتوں کا بدلہ دینے کے لئے آئے ہیں۔ جب آپؑ نے اس کو دیکھا تو فرمایا: اے بھائی تو میرے پاس آیا تھا اور تو نے یہ باتیں کہیں۔ پس وہ بری باتیں جو تو نے ذکر کی ہیں اگر مجھ میں پائی جاتی ہیں تو میں خدا سے ان کی بخشش کی دعا مانگتا ہوں اور اگر وہ باتیں جو تو نے کہی ہیں مجھ میں نہیں ہیں تو خدا تجھے معاف فرمائے۔ راوی کہتا ہے اس شخص

۱۔ سورۂ آلِ عمران، آیت ۱۳۴۔

نے جب یہ سنا تو آپؑ کی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور کہنے لگا کہ جو کچھ میں نے کہا ہے اور میں ان برائیوں کا زیادہ سزاوار ہوں۔ (احسن المقال ج۱، ص ۵۷۳، الارشاد ج۲، ص۱۴۵)

۲۔ امام حسنؑ کا کوہِ گراں حلم:

امام حسنؑ کے حلم و بردباری کا دشمن بھی اعتراف کرتے تھے۔ جس وقت امامؑ شہید ہوئے اور جنازے کو گھر سے باہر لے کر آئے (تیروں کی بارش کے بعد) طے یہ پایا کہ حضرت امام حسنؑ کو بقیع کے قبرستان میں دفن کیا جائے۔ مروان ابن حکم جو اہل بیتؑ کا سخت ترین دشمن تھا۔ تابوتِ امام حسنؑ کو کندھے پر اٹھائے ہوئے بقیع کی طرف لے جا رہا تھا۔ اس وقت امام حسینؑ گریہ کی حالت میں مروان سے مخاطب ہوئے:

"تَحْمِلُ الْيَوْمَ جَنَازَتَهُ وَ كُنْتَ بِالْاَمْسِ تُجَرِّعَهُ الْغَيْظَ؟" آج اس (امام حسنؑ) کے جنازے کو اٹھائے ہوئے ہو جس کو کل تک تم نے غم و اندوہ میں ڈالا ہوا تھا۔

یہ اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ کل تک حضرتؑ سے بغض و کینہ رکھتے تھے اور ظلم کرتے تھے۔ مروان نے کہا: "نَعَمْ كُنْتُ اَفْعَلُ بِمَنْ يُوَازِنُ حِلْمُهُ الْجِبَالَ" جی ہاں! اس کے ساتھ اس طرح کیا کہ جس کا حلم کوہِ گراں کے برابر تھا۔ (گنجینۂ معارف ج۱، ص۳۴۱، بحار الانوار ج۴۴، ص۱۴۵)

(۲۷)

دُعا

آیات:

۱۔ دعا کرنا عبادت ہے:

﴿وَقَالَ رَبُّكُمْ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ﴾ (سورۂ غافر، آیت ۶۰)

اور تمہارے پروردگار کا ارشاد ہے کہ مجھ سے دعا کرو میں قبول کروں گا اور یقیناً جو لوگ میری عبادت سے اکڑتے ہیں وہ عنقریب ذلت کے ساتھ جہنم میں داخل ہوں گے۔

۲۔ دعا کریں:

﴿قُلْ مَا يَعْبَأُ بِكُمْ رَبِّي لَوْلَا دُعَاؤُكُمْ﴾ (سورۂ فرقان، آیت ۷۷)

پیغمبرؐ آپ کہہ دیجئے کہ اگر تمہاری دعائیں نہ ہوتیں تو پروردگار تمہاری پرواہی نہ کرتا۔

۳۔ خدا دعا قبول کرتا ہے:

﴿وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ﴾ (سورۂ بقرہ، آیت ۱۸۶)

اور اے پیغمبر! اگر میرے بندے تم سے میرے بارے میں سوال کریں تو میں ان سے قریب ہوں پکارنے والے کی آواز سنتا ہوں جب بھی پکارتا ہے۔

۴۔ دعا کرنے کا طریقہ:

﴿ادْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً﴾ (سورۂ اعراف، آیت ۵۵)

تم اپنے رب کو گڑگڑا کر اور خاموشی کے ساتھ پکارو۔

۵۔ دعا میں اخلاص:

﴿فَادْعُوا اللهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ﴾ (سورۂ غافر، آیت ۱۴)

لہٰذا تم خالص عبادت کے ساتھ خدا کو پکارو۔

روایات:

۱۔ فضیلت دعا:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ: اَلدُّعَاءُ اَفْضَلُ مِنْ قَرَائَتِ الْقُرآنِ (المیزان ج۲، ص ۳۴)

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: دعا کرنا قرأتِ قرآن سے افضل و برتر ہے۔

۲۔ مومن کا ہتھیار:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ؐ: اَلدُّعَاءُ سِلَاحُ الْمُؤْمِنِ وَ عَمُوْدُ الدِّيْنِ وَ نُوْرُ السَّمٰوٰاتِ وَ الْاَرْضِ (کافی ج۲،ص۴۶۸)

پیغمبر اکرم ﷺ نے فرمایا: دعا مومن کا ہتھیار، دین کا ستون اور زمین و آسمان کا نور ہے۔

۳۔ دعا رَدّ بلا:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ؐ: اِدْفَعُوْا اَبْوَابَ الْبَلَاءِ بِالدُّعَاءِ (وسائل الشیعہ ج۷،ص۴۲)

پیغمبر اکرم ﷺ نے فرمایا: دعا کے ذریعہ اپنے آپ سے بلاؤں کو دور کرو۔

۴۔ خدا قبول کرتا ہے:

قَالَ عَلِیُّ بنُ اَبِیْ طَالِبٍ: مَنْ دَعَا اللّٰهَ اَجَابَهُ (غرر الحکم، ج۱،ص۴۵۹)

حضرت علیؑ نے فرمایا: جو خدا سے دعا کرتا ہے وہ اسے قبول کرتا ہے۔

۵۔ بہترین اسلحہ:

قال عَلِیٌّؑ: نِعْمَ السِّلَاحُ الدُّعَاءُ (غرر الحکم ج۱،ص۴۶۰)

حضرت علی بن ابی طالبؑ نے فرمایا: بہترین اسلحہ دعا ہے۔

تشریح:

دعا انسان کا سرمایہ فخر، عبادت کا جوہر، اپنے رب سے بندے کا راز و نیاز، مومن کا اسلحہ، انبیاء کا طریقہ، ائمہ کا شعار اور اس وسیع کائنات میں جہاں انسان کسی بھی چیز کا

مالک نہیں، اس کے دامنِ ملکیت میں وہ دُرّ یکتا ہے جو قدرت نے اسے عنایت کیا۔

دعا کتنی عظیم ضرورت ہے مومن کی! کتنا محتاج ہے انسان اپنے رب سے ہم کلامی کا! کتنی بڑی خواہش ہے مومن کی، اس کی بارگاہِ نیاز میں اپنی گزارشات پہنچانے کی، کتنا بڑا سرمایہ سکون ہے یہ مضطرب انسان کے لئے، کتنا بدبخت ہے وہ انسان جس کے پاس یہ ملکیت، یہ سرمایہ نہ ہو۔

کتنا خوش نصیب ہے وہ انسان جس کی زندگی کا سرمایہ دعا ہے۔

خدا سے دعا کرتے ہیں بحق امام زین العابدین، سیّد الساجدین۔ ہمیں دعا کرنے کی توفیق عطا فرما۔ (آمین)

واقعات:

ا۔ خدا کے علاوہ کسی سے سوال نہ کرو:

علامہ مجلسی علیہ الرحمہ بحار الانوار میں روایت کرتے ہیں کہ محمد بن عجلان کہتے ہیں کہ میں سخت مشکلات میں گرفتار تھا اور کافی مقروض ہو چکا تھا، قرض دینے والے مجھے بہت تنگ کر رہے تھے اسی وجہ سے میں اپنے قدیمی دوست حسن بن زید جو کہ اس وقت مدینہ کا امیر تھا، کے پاس گیا۔ اس دوران محمد بن عبد اللہ بن علیؑ بن حسینؑ جو میرے پرانے ساتھیوں اور دوستوں میں سے تھے میری مشکلات اور پریشانیوں سے

آگاہ ہوئے۔ اتفاقاً راستہ میں ان سے ملاقات ہوئی اور انہوں نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھ سے کہا: میں تمہاری پریشانیوں اور سختیوں اور ان کی دوری سے مطلع ہوں، بتاؤ کیا کرنا چاہتے ہو اور کس سے مدد کے طالب ہو؟ میں نے کہا: حسن بن زید۔

انہوں نے فرمایا: وہ تمہاری حاجت کو پورا نہیں کرسکتا اور جو تم چاہتے ہو اس کو انجام نہیں دے سکتا، آؤ اور کسی ایسے کے پاس چلتے ہیں جو تمہارا کام اور تمہاری مشکلات کو دور کرسکتا ہو۔ وہ اجود الاجودین ہے اور تم اپنی حاجت کو اس سے طلب کرو، میں نے اپنے چچا امام صادقؑ انہوں نے اپنے جدامجد امام حسینؑ سے اور انہوں نے اپنے والد گرامی علی بن ابی طالبؑ اور انہوں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت نقل کی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا:

خداوند متعال نے اپنے بعض پیغمبروں کی طرف وحی کی مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم جو کوئی بھی میرے علاوہ کسی سے امید لگائے گا میں اس کی امید کو ناامیدی میں بدل دوں گا اور ذلت وخواری کا لباس لوگوں کے درمیان اُسے پہناؤں گا اور اپنی رحمت وفضل سے اس کو دور رکھوں گا۔ کیا میرا بندہ سختیوں میں میرے علاوہ کسی اور سے اسے حل کے لئے امید لگائے حالانکہ سختی میرے ہاتھ میں ہے اور میرے علاوہ کسی سے کیا امید رکھتا ہے حالانکہ میں مشکل کو حل کرنے والا ہوں، بند دروازوں کی چابی میرے پاس ہے اور میرا دروازہ ہر ایک کے لئے کھلا ہوا ہے۔

کیا تم نہیں جانتے جب بھی کسی پر کوئی مصیبت آتی ہے تو میرے علاوہ کوئی اسے دور نہیں کرسکتا۔ پس میرا بندہ مجھ سے کیوں روگردانی کرتا ہے اور دوسروں سے امید

لگائے رکھتا ہے۔ حالانکہ میں اس کے سوال سے پہلے اسے عطا کرتا ہوں۔ کیا ممکن ہے کہ کوئی بندہ مجھ سے مانگے اور میں اس کو نہ دوں؟ ہرگز ایسا نہیں ہے! کیوں کہ میرا جود وکرم خاص نہیں ہے۔ کیا دنیا وآخرت میرے اختیار میں نہیں ہے؟ اگر تمام زمین و آسمان کے رہنے والے مجھ سے کچھ مانگیں اور میں ہر ایک کو اس کی چاہت کے مطابق الگ الگ دوں تب بھی میری ملکیت میں مکھی کے پر کے برابر کمی نہ ہوگی اور کم بھی کس طرح ہوسکتی ہے کیوں کہ چیزوں کا تقسیم کرنے والا میں ہوں۔ اے مفلس و محتاج میری نافرمانی کرتا ہے اور مجھ سے ڈرتا بھی نہیں ہے۔

میں نے ان سے کہا: اے فرزندِ رسول ﷺ! اس حدیث کو دوبارہ میرے لیے بیان کریں۔ فرزند زہرا ؑ نے اس حدیث کو تین مرتبہ میرے لیے بیان کیا۔ میں نے کہا: خدا کی قسم! اس کے بعد میں اپنی حاجت کسی سے طلب نہیں کروں گا اور کچھ ہی دیر گزری تھی کہ خدا نے اپنی طرف سے میرے لیے روزی پہنچادی۔ (چہل حدیث رسول محلاتی ج ۲، ص ۱۲۹، انسان ساز واقعات ص ۱۳۸)

۲۔ کس کی دعا قبول نہیں ہوتی؟

راوی کہتا ہے میں صادق آل محمد ؑ کے ساتھ مکہ اور مدینہ کے درمیان تھا، ایک سائل آیا آپ نے حکم دیا کہ اسے دیا جائے پھر دوسرا آیا فرمایا: اسے بھی کچھ دیا جائے پھر تیسرا آیا، فرمایا: اسے بھی دیا جائے۔ پھر چوتھا آیا، فرمایا: اللہ تجھے سیر کرے اور ہم سے مخاطب ہوکر فرمایا: ہمارے پاس ابھی دینے کے لئے ہے تو مگر مجھے یہ خوف ہوا کہ کہیں ہم ان میں سے نہ ہوجائیں جن کی دعا قبول نہیں ہوتی۔ پہلے وہ جس کو اللہ

مال دے اور وہ اس کو غیر مستحق میں خرچ کر دے اور پھر خدا سے دعا کرے کہ مجھے رزق دے تو اس کی دعا قبول نہ ہوگی۔ دوسرا وہ جو اپنی بیوی کے لیے دعا کرے کہ وہ ہلاک ہو جائے حالانکہ اسے طلاق دینے کا حق ہے۔ تیسرے وہ جو پڑوس کے لیے بددعا کرے حالانکہ اللہ نے یہ قدرت دی ہے کہ وہ اس کی ہمسائیگی چھوڑ دے اور اپنا مکان بیچ ڈالے۔

امام صادق ؑ نے فرمایا: چار اشخاص کی دعا قبول نہیں ہوتی۔ ا۔ وہ جو اپنے گھر میں بیٹھا رہے اور کہے خدا مجھے رزق دے اسے کہا جائے گا میں نے تجھے تلاشِ روزی کا حکم نہیں دیا۔ ۲۔ جو اپنی عورت کے لئے بددعا کرے، اس سے کہا جائے گا کیا میں نے طلاق کی اجازت نہیں دی۔ ۳۔ وہ جس نے اپنا مال غلط طریقے پر خرچ کیا ہو اور پھر خدا سے رزق مانگے اس سے کہا جائے گا کیا میں نے میانہ روی کا حکم نہیں دیا تھا اور کیا اصلاح کا حکم نہیں دیا تھا۔ ۴۔ وہ شخص جو بغیر گواہ کے قرض دے اس سے کہا جائے گا کیا میں نے گواہ بنانے کا حکم نہیں دیا تھا۔ (کتاب الشافی ج ۵، ص ۱۴۹، ۱۴۸)

(۲۸)

دنیا

آیات:

۱۔قرآن کی نظر میں دنیا:

﴿وَمَا هَٰذِهِ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا لَهْوٌ وَلَعِبٌ وَإِنَّ الدَّارَ الْآخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ﴾ (سورۂ عنکبوت، آیت ۶۴)

اور یہ دنیا کی زندگی ایک کھیل تماشے کے سوا کچھ نہیں ہے اور آخرت کا گھر ہمیشہ کی زندگی کا مرکز ہے اگر یہ لوگ کچھ جانتے اور سمجھتے ہیں۔

۲۔دنیا امتحان گاہ:

﴿إِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْأَرْضِ زِينَةً لَهَا لِنَبْلُوَهُمْ أَيُّهُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا﴾ (سورۂ کہف، آیت ۷)

بے شک ہم نے رُوئے زمین کی ہر چیز کو زمین کی زینت قرار دے دیا ہے تا کہ ان لوگوں کا امتحان لیں کہ ان میں عمل کے اعتبار سے سب سے بہتر کون ہے؟

۳۔دنیا کی جزا:

﴿مَنْ كَانَ يُرِيدُ ثَوَابَ الدُّنْيَا فَعِنْدَ اللهِ ثَوَابُ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَكَانَ اللهُ سَمِيعًا بَصِيرًا ﴾ (سورۂ نساء، آیت ۱۳۴)

جو انسان دنیا کا ثواب اور بدلہ چاہتا ہے (اسے معلوم ہونا چاہیے) کہ خدا کے پاس دنیا اور آخرت دونوں کا انعام ہے اور وہ ہر ایک کا سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔

۴۔ دنیادوستی:

﴿كَلَّا بَلْ تُحِبُّونَ الْعَاجِلَةَ (۲۰) وَتَذَرُونَ الْآخِرَةَ ﴾ (سورۂ قیامت، آیات ۲۱،۲۰)

ہر گز نہیں بلکہ تم دنیا کو چاہتے ہو اور آخرت کو نظر انداز کیے ہوئے ہو۔

۵۔ دنیا پر فخر:

﴿اعْلَمُوا أَنَّمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَلَهْوٌ وَزِينَةٌ وَتَفَاخُرٌ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِي الْأَمْوَالِ وَالْأَوْلَادِ كَمَثَلِ غَيْثٍ أَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهُ ثُمَّ يَهِيجُ فَتَرَاهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُونُ حُطَامًا وَفِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيدٌ وَمَغْفِرَةٌ مِنَ اللهِ وَرِضْوَانٌ وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا مَتَاعُ الْغُرُورِ ﴾ (سورۂ حدید، آیت ۲۰)

یاد رکھو کہ دنیا کی زندگی صرف ایک کھیل، تماشہ، آرائش، باہمی تفاخر اور اموال و اولاد کی کثرت کا مقابلہ ہے اور بس جیسے کوئی بارش ہو جس کی قوتِ نامیہ کسان کو خوش کردے اور اس کے بعد وہ کھیتی خشک ہو جائے پھر تم اسے زرد دیکھو اور آخر وہ ریزہ ریزہ ہو جائے اور آخرت میں شدید عذاب بھی ہے اور مغفرت اور رضائے الٰہی بھی ہے اور زندگانی دنیا تو بس ایک دھوکے کا سرمایہ ہے اور کچھ نہیں ہے۔

روایات:

۱۔ دنیا سے محبت:

قال الصادقؑ: رَأسُ كُلِّ خَطِيئَةٍ حُبُّ الدُّنْيا (بحارالانوار ج ۷۰، ص ۷)

امام صادقؑ نے فرمایا: تمام برائیوں کی جڑ حبِّ دنیا ہے۔

۲۔ دنیا گذرگاہ:

قال عیسیٰؑ: إنَّما الدُّنْيا قَنْطَرَةٌ فَاعْبُرُوها وَ لا تَعْمِرُوها (خصال ص ۳۵)

حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا: بے شک دنیا ایک پُل ہے پس اس کو عبور کرو اور اس کو آباد نہ کرو۔

۳۔ دنیا مؤمن کے لئے زندان:

قال امیر المؤمنینؑ: اَلدُّنْيا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَ الْمَوْتُ تُحْفَتُهُ وَ الْجَنَّةُ مَاوٰاهُ (غررالحکم ج ۱، ص ۴۶۳)

حضرت علی بن ابی طالبؑ نے فرمایا: دنیا مومن کے لیے قید خانہ اور موت اس کا تحفہ ہے اور جنت اس کا ٹھکانہ ہے۔

۴۔ دنیا سایہ اور خواب ہے:

قال علی بن ابی طالبؑ: اَلدُّنْيا ظِلُّ الْغَمامِ وَ حُلُمُ الْمَنامِ (غررالحکم ج ۱، ص ۴۶۴)

حضرت علیؑ نے فرمایا: دنیا بادل کا سایہ اور ایک خواب ہے۔

۵۔فائدہ اٹھانے والا:

قال امیر المؤمنینؑ: اَلرَّابِحُ مَنْ بَاعَ الْعَاجِلَةَ بِالآجِلَةِ (غرر الحکم ج۱،ص ۴۶۵)

حضرت امیر المومنین علیؑ نے فرمایا: فائدہ اٹھانے والا وہ ہے جو دنیا کو آخرت کے بدلے فروخت کر دیتا ہے۔

تشریح:

دنیا کی دِنایَت اور پستی کے لیے اس کا نام ہی کیا کم تھا کہ اس کے حالات اور انقلابات نے اس کی حقیقت کو مزید واضح کر دیا۔

دنیا اور اس کی بے ثباتی کے بارے میں بے شمار اقوال پائے جاتے ہیں اور قرآن مجید سے لے کر مفکرین عالم تک سب نے اس کی بے ثباتی اور بیوفائی کا تذکرہ کیا ہے مگر افسوس یہ ہے کہ یہ جس قدر بے وفا ہے لوگ اسی قدر اس کے دیوانے ہیں اور یہ جس قدر لوگوں سے کنارہ کشی اختیار کرتی ہے لوگ اسی قدر اس کے قریب ہو جاتے ہیں۔ مولائے کائنات نے حقیقت دنیا کے بارے میں متعدد انداز سے توجہ دلائی ہے اور انسان کو اس کے خطرات سے باخبر کیا ہے۔ دنیا کی مثال سانپ جیسی ہے کہ باہر سے اس کا جسم انتہائی نرم اور لطیف ہوتا ہے لیکن اندر زہر قاتل کا ایک ذخیرہ ہوتا

ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ اس کا عشق انہی دلوں میں پیدا ہوسکتا ہے جو صرف ظاہر پر قربان ہونے والے ہیں ورنہ جنہیں حقائق کا ادراک ہوگیا ہے وہ کسی قیمت پر اس کی طرف توجہ کرنے والے نہیں ہیں۔ دنیا ایک ڈھلتا ہوا سایہ ہے سایہ میں انسان کو سکون ضرور ملتا ہے لیکن سایہ میں کبھی دوام نہیں ہوتا ہے۔ دنیا دھوکہ باز بھی ہے اور نقصان دہ بھی۔ دنیا پلٹنے والی بھی ہی اور زوال پذیر بھی۔ دنیا ختم ہونے والی بھی ہے اور فنا ہونے والی بھی۔ دنیا کھا جانے والی بھی ہے اور تباہ کن بھی۔ جس نے فقط دنیا کو سب کچھ سمجھا وہ ہلاک ہوا اور جس نے دنیا کو ذریعۂ آخرت سمجھا اور سب کچھ اس دنیا میں رہ کر آخرت کے لئے کام کیا وہ کامیاب و کامران ہوا۔

خدا سے دعا کرتے ہیں بحقِ محمدؐ وآل محمدؐ ہمیں اس دنیا میں نیک عمل کرنے کی توفیق عطا فرما۔ (آمین)

واقعات:

ا۔ ہاتھوں میں راز:

ذوالقرنین سکندر نے موت کے وقت وصیت کی جب میرا جنازہ اٹھایا جائے تو میرے دونوں ہاتھوں کو میرے جنازے کے کفن سے باہر نکال دیا جائے جنہیں دیکھنے والے دیکھیں۔

اس کی وفات کے بعد اس کی وصیت پر عمل کیا گیا اور اس کے دونوں ہاتھوں کو کفن

سے باہر سے نکال دیا گیا۔ اس کے جنازہ کے ساتھ چلنے والے سب لوگ اس کے بارے میں ایک دوسرے سے پوچھتے لیکن کسی کو معلوم نہ تھا کہ اس کا مطلب کیا ہے۔
ایک دانا وعقلمند سے پوچھا گیا تو اس نے کہا کہ اس راز سے پردہ اٹھایا جائے، کہا: اس وصیت کا مقصد ہمیں یہ بات سمجھانا ہے کہ غور سے دیکھو سکندر جیسا بادشاہ بھی اس دنیا سے خالی ہاتھ جارہا ہے وہ اس دنیا کے مال وخزانوں سے کچھ بھی اپنے ساتھ نہیں لے جارہا ہے۔ (موضوعی داستانیں ص ۱۷۵)

۲۔ حضرت عیسیٰؑ سوئی کے ساتھ:

جب حضرت عیسیٰؑ کو آسمان کی طرف اٹھایا گیا تو آپؑ حضرت جبرائیلؑ کے ساتھ روانہ تھے۔ جب آپ آسمانِ اول، دوم اور سوم کو عبور کر کے آگے بڑھے تو حضرت جبرائیلؑ کو خطاب پہنچا۔ حضرت عیسیٰؑ کو بس ادہر ہی روک دیا جائے۔ وہ اس سے اوپر نہیں جاسکتے۔ اب ذرا ان کا مکمل جائزہ لیا جائے کہ دنیاوی اسباب و اموال سے وہ کیا کچھ ہمراہ لئے جارہے ہیں۔

جب دیکھا گیا تو ان کے پیراہن کے گریبان میں لگی ہوئی ایک سوئی برآمد ہوئی۔

ان سے پوچھا گیا: آپ یہ سوئی اپنے ہمراہ کیوں لے آئے ہیں؟

حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا: میں جب اس سفر پر روانہ ہو رہا تھا تو مجھے خیال گزرا کہیں ایسا نہ ہو کہ راستہ میں میرا لباس کسی جگہ سے پھٹ جائے اور میں پھٹے لباس کے ساتھ درگاہِ عالی میں حاضری دوں۔ اسی لیے سوئی ساتھ لایا ہوں۔

خداوندِ متعال کی جانب سے خطاب ہوا: میرے پیغمبرؑ نے چونکہ ایک سوئی برابر ہی

دنیا پہ بھروسا کیا ہے، اِس لیے آگے بلندی کی طرف جانے سے روک دیئے گئے ہیں اور اسی آسمان چہارم پر ہی باقی رہیں گے۔ اگر وہ یہ سوئی ساتھ نہ لائے ہوتے تو ان کی منزل ومقام عرشِ الٰہی ہوتا۔ (موضوعی داستانیں ص ۱۸۳)

(۲۹)

ذِکر

آیات:

۱۔ذکرِخدا:

﴿فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوا لِي وَلَاتَكْفُرُونِ﴾(سورۂ بقرہ، آیت ۱۵۲)

اب تم ہم کو یاد کرو تا کہ ہم تمہیں یاد رکھیں اور ہمارا شکر ادا کرو اور کفرانِ نعمت نہ کرو۔

۲۔صبح وشام ذکرِخدا:

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا اللهَ ذِكْرًا كَثِيرًا ☆ وَسَبِّحُوهُ بُكْرَةً وَأَصِيلًا﴾(سورۂ احزاب، آیات ۴۲،۴۱)

ایمان والو! اللہ کا ذکر بہت زیادہ کیا کرو اور صبح وشام اُس کی تسبیح کیا کرو۔

۳۔اطمینانِ قلب:

﴿الَّذِينَ آمَنُوا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوبُهُمْ بِذِكْرِ اللهِ أَلَابِذِكْرِ اللهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ﴾(سورۂ رعد، آیت ۲۸)

یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے ہیں اور ان کے دلوں کو یادِ خدا سے اطمینان حاصل ہوتا ہے اور آگاہ ہو جاؤ کہ اطمینان یادِ خدا ہی سے حاصل ہوتا ہے۔

۴۔ عظیم ذکر:

﴿وَلَذِكْرُ اللهِ أَكْبَرُ وَاللهُ يَعْلَمُ مَا تَصْنَعُونَ﴾ (سورۂ عنکبوت، آیت ۴۵)

اور اللہ کا ذکر بہت بڑا ہے اور اللہ تمہارے کاروبار سے خوب باخبر ہے۔

۵۔ ذکرِ خدا توبہ اور توجہ کا سبب:

﴿وَالَّذِينَ إِذَا فَعَلُوا فَاحِشَةً أَوْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللهَ فَاسْتَغْفَرُوا لِذُنُوبِهِمْ وَمَنْ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا اللهُ وَلَمْ يُصِرُّوا عَلَى مَا فَعَلُوا وَهُمْ يَعْلَمُونَ﴾ (سورۂ آل عمران، آیت ۱۳۵)

وہ لوگ وہ ہیں کہ جب کوئی نمایاں گناہ کرتے ہیں یا اپنے نفس پر ظلم کرتے ہیں تو خدا کو یاد کر کے اپنے گناہوں پر استغفار کرتے ہیں اور خدا کے علاوہ کون گناہوں کا معاف کرنے والا ہے اور وہ اپنے کئے پر جان بوجھ کے اصرار نہیں کرتے۔

روایات:

۱۔ عقل کی روشنی:

قال امیر المومنینؑ: اَلذِّكْرُ نُورُ الْعَقْلِ وَ حَيَاةُ النُّفُوسِ وَ جَلَاءُ الصُّدُورِ (غرر الحکم ج۱، ص ۵۴۷)

حضرت امام علیؑ نے فرمایا: ذکرِ خدا عقل کی آگہی، نفوس کی حیات اور سینوں کی جلاء ہے۔

۲۔بصیرتوں کی روشنی:

قال علی بن ابی طالبؑ: اَلذِّكْرُ جَلاءُ الْبَصائِرِ وَ نُوْرُ السَّرائِرِ (غرر الحکم ج۱،ص۵۴۹)

امیر المومنینؑ نے فرمایا: یادِ خدا بصیرتوں کی جلاء اور باطن کا نور ہے۔

۳۔ذکرِ خدا اور رحمت کے نزول کا سبب:

قال امیر المومنینؑ: بِذِكْرِ اللّٰهِ تُسْتَنْزَلُ الرَّحْمَةُ (غرر الحکم ج۱،ص۵۵۰)

امام علیؑ نے فرمایا: ذکرِ خدا سے رحمت نازل ہوتی ہے۔

۴۔شیطان سے تحفظ:

قال علی بن ابی طالبؑ: ذِكْرُ اللّٰهِ دِعَامَةُ الْاِيْمانِ وَ عِصْمَةٌ مِنَ الشَّيْطانِ (غرر الحکم ج۱،ص۵۵۱)

مولائے کائناتؑ نے فرمایا: ذکر خدا دین کا ستون اور شیطان سے تحفظ و سلامتی ہے۔

۵۔خدا یاد کرتا ہے:

قال امیر المومنینؑ: مَنْ ذَكَرَ اللّٰهَ ذَكَرَهُ (غرر الحکم ج۱،ص۵۵۲)

امام علیؑ نے فرمایا: جو خدا کو یاد کرتا ہے خدا اسے یاد کرتا ہے۔

تشریح:

آج کل کے دور میں ہر شخص کسی نہ کسی پریشانی میں مبتلا ہے اور ہر ایک کی کوشش ہے کہ اس کو سکون و آرام مل جائے۔ اس سکون واطمینان کی تلاش میں نہ جانے کہاں سے کہاں چلا جاتا ہے لیکن پھر بھی سکون نہیں ملتا لیکن قرآن و روایات نے ہمیں بتایا کہ ذکرِ خدا ہی کے ذریعہ سکون واطمینان حاصل ہوسکتا ہے لیکن انسان چونکہ یادِ خدا سے غافل ہے، گناہ و معصیت، مال و دولت کی رقابت، لمبی امیدوں نے انسان کو ذکرِ خدا سے روک رکھا ہے۔ جب ہم اس کو بھول گئے تو اس نے ہمیں نہیں بھلایا۔ وہ اتنا رحیم و کریم ہے کہ ہم اس کا ذکر نہیں کرتے اس کے باوجود وہ ہمیں نعمتیں دے رہا ہے اور ذکرِ خدا سے مراد یہ ہے کہ انسان کسی حال میں بھی خدا کو فراموش نہ کرے ہر حال میں خدا کو یاد رکھے، جب ہم اس کو یاد رکھیں گے تو وہ ہمیں یاد رکھے گا۔ دل کے سکون کا واحد راستہ یادِ خدا ہے۔

خدا سے دعا کرتے ہیں بحق اسیرانِ کربلاؑ ہمیں ذکرِ خدا کرنے کی توفیق عطا فرما۔ (آمین)

واقعات:

۱۔ ایک تسبیح حضرت سلیمانؑ کی حکومت سے بہتر ہے:

کتاب عدۃ الداعی میں ذکر ہے کہ: ایک مرتبہ جب حضرت سلیمانؑ بن داوٗدؑ تختِ شاہی پر بیٹھے محوِ پرواز تھے تو ان کے کانوں میں کسی دیہاتی کے تسبیح کرنے کی آواز

آئی۔

حضرت سلیمانؑ کا تخت تین میل چوڑا اور تین میل لمبا تھا اور تخت پر بچھے ہوئے فرش پر جنّوں نے سونے سے کشیدہ کاری کی تھی۔ اس تخت پر چھ ہزار کرسیاں لگی ہوئی تھیں اور حضرت سلیمانؑ اس کے بیچوں بیچ شان وشوکت سے تشریف فرما تھے۔

ان کے قریب پہلی صف میں علماء، دوسری میں وزراء اور تیسری میں لشکر کے سردار اور اس کے بعد دوسرے صف در صف موجود تھے۔ اس کے بعد جنات تھے اور سر پر پرندوں نے سایہ کر رکھا تھا۔

ہوا اس تخت کو جہاں کہیں بھی حضرت سلیمانؑ جانا چاہتے، اُڑا کر لے جایا کرتی تھی۔

ایسے ہی ایک سفر میں جب اس دیہاتی کسان کی آواز حضرت سلیمانؑ کی توجہ کا مرکز بن گئی جو کہہ رہا تھا:

''سبحان اللہ! کیا شان ہے اُس خداوندِ ذوالجلال کی جس نے آلِ داوٗدؑ کو ایسی شاندار حکومت عطا کی ہے!''

ہوا نے دیہاتی کا کلام حضرت سلیمانؑ کے کانوں تک پہنچایا حضرت سلیمانؑ نے حکم دیا کہ تخت شاہی کو نیچے اتارا جائے۔ ہوا نے تخت زمین پر اتار، حضرت سلیمانؑ اس دیہاتی کے قریب گئے اور فرمایا:

''تَسْبِیْحَۃٌ وَاحِدَۃٌ یَقْبَلُھَا اللّٰہُ خَیْرٌ مِمَّا اُوْتِیَ مِنْ آلِ دَاوٗدَ''

جب کوئی بندۂ خدا ایک تسبیح (سبحان اللہ ایک بار) کہتا ہے اور اُس کی بارگاہ میں

قبولیت کا شرف حاصل کر لیتی ہے تو یہ تسبیحِ الٰہی بہتر ہے اس حکومت سے جو آلِ داوُدؑ کو عطا کی گئی ہے۔

ایک اور روایت میں ذکر ہوا ہے کہ ایک بار سبحان اللہ کہنا چاندی کے پہاڑ کو راہِ خدا میں انفاق کرنے سے بہتر ہے۔

مولائے کائناتؑ نے ارشاد فرمایا: جو شخص ایک مرتبہ سبحان اللہ کہتا ہے تو تمام ملائکہ اس پر صلوات بھیجتے ہیں اور تسبیح کے ثواب کو خدا کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔ (آمال الواعظین ج۱،ص۲۰۳ اور ۲۰۲، بکھرے موتی ج۱،ص۱۱۶)

۲۔ تلاوتِ قرآن کی لذّت:

جن غزوات میں رسول اکرم ﷺ شرکت فرمایا کرتے تھے ان میں سے ایک غزوہ کے موقع پر آپؐ نے لشکر کو صحرا میں ٹھہرنے کا حکم دیا۔ لشکر کو شب خونی سے محفوظ رکھنے کے لیے آنحضرتؐ نے دو افراد پہرہ دینے کے لیے مقرر فرما دیے۔ ان میں سے ایک عمار بن یاسرؓ تھے اور دوسرے کوئی اور صحابی۔

سارا لشکر سو گیا اور ان دو افراد نے رات کو دو حصے کر لیے اور آپس میں باری باری جاگ کر پہرہ دینے کا فیصلہ کر لیا۔ عمار بن یاسرؓ سو رہے تھے اور ان کا ساتھی جاگ رہا تھا اور نماز پڑھنے میں مصروف تھا۔ پہلی رکعت میں سورۂ حمد کے بعد سورۂ کہف کی تلاوت شروع کر دی۔ اسی اثناء میں یہودیوں کا ایک جاسوس اِدھر نکل آیا۔ وہ یہ نہیں جانتا تھا کہ لشکر والے سو رہے ہیں یا جاگ رہے ہیں ان پر ہم شب خون مار سکتے ہیں یا نہیں!

اس جاسوس نے دور سے دیکھا کہ کوئی چیز ستون کی طرح کھڑی ہوئی لیکن تاریکی کی وجہ سے سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کسی درخت کا تنا ہے یا کوئی انسان ہے۔

یہ جاننے کے لیے اُس نے اُس کی جانب ایک تیر پھینکا۔ تیر عمارؓ کے ساتھی کو آ کر لگا لیکن اُن میں ذرّہ برابر بھی جنبش پیدا نہیں ہوئی۔ دراصل وہ تلاوتِ قرآن کی لذّت میں محو ہو چکا تھا۔ یہودی نے محسوس کیا کہ میرے تیر کا کوئی اثر نہیں ہوا۔ معلوم نہیں یہ تیر نشانے پر لگا ہے یا نہیں۔ چنانچہ اس نے دوسرا تیر پھینکا۔ اس تیر نے بھی آ کر اس نمازی کے جسم میں ایک اور سوراخ کر دیا لیکن پھر بھی اُن میں کوئی حرکت نہیں ہوئی۔ پھر جب انہیں تیسرا تیر لگا تو انہوں نے عمار بن یاسرؓ کو پاؤں سے جگایا اور اس کے بعد وہ نماز مکمل کر کے زمین پر گر پڑے۔

عمارؓ نے تمام مسلمان سپاہیوں کو جگایا اور بالآخر وہ یہودی فرار ہو گیا۔

اس کے بعد عمارؓ نے اپنے ساتھی سے پوچھا کہ جب پہلا تیر لگا تو تم نے مجھے کیوں نہیں جگایا؟

ساتھی نے جواب دیا: ''خدا کی قسم میں سورۂ کہف کی تلاوت کو روکنا نہیں چاہتا تھا البتہ جب مجھے اس بات کا خوف محسوس ہوا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ بعد میں، میں تمہیں نہ جگا سکوں اور دشمن لشکرِ اسلام پر حملہ کر دے۔ لہٰذا میں نے تمہیں (تیسرا تیر لگنے کے بعد) جگا دیا۔'' (بکھرے موتی ج ۲، ص ۱۰۵)

(۳۰)

ریاکاری

آیات:

۱۔ریاکاری سے منع کیا گیا ہے:

﴿وَلاتَکُونُوا کَالَّذِینَ خَرَجُوا مِنْ دِیَارِهِمْ بَطَرًا وَرِئَاءَ النَّاسِ وَیَصُدُّونَ عَنْ سَبِیلِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ بِمَا یَعْمَلُونَ مُحِیطٌ﴾ (سورۂ انفال، آیت ۴۷)

اور ان لوگوں جیسے نہ ہوجاؤ جو اپنے گھروں سے اِتراتے ہوئے اور لوگوں کو دکھانے کے لئے نکلے اور راہِ خدا سے روکتے رہے کہ اللہ ان کے اعمال کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔

۲۔دکھانے کے لئے عمل کرنے والوں کی تباہی:

﴿فَوَیْلٌ لِلْمُصَلِّینَ ☆ الَّذِینَ هُمْ عَنْ صَلاتِهِمْ سَاهُونَ ☆ الَّذِینَ هُمْ یُرَائُونَ﴾ (سورۂ ماعون، آیات ۶،۵،۴)

تو تباہی ہے ان نمازیوں کے لیے جو اپنی نمازوں سے غافل رہتے ہیں دکھانے کے لئے عمل کرتے ہیں۔

۳۔ ریا کاری کی مذمت:

﴿يَقُولُ أَهْلَكْتُ مَالًا لُبَدًا ☆ أَيَحْسَبُ أَنْ لَمْ يَرَهُ أَحَدٌ﴾ (سورۂ بلد، آیات ۶،۷)

کہ وہ کہتا ہے میں نے بے تحاشا صرف کیا ہے کیا وہ گمان کرتا ہے کہ اُسے کسی نے نہیں دیکھا۔

۴۔ بدترین ساتھی:

﴿وَالَّذِينَ يُنفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ رِئَاءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُونَ بِاللهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَمَنْ يَكُنِ الشَّيْطَانُ لَهُ قَرِينًا فَسَاءَ قَرِينًا﴾ (سورۂ نساء، آیت ۳۸)

اور جو لوگ اپنے اموال کو لوگوں کو دکھانے کے لئے خرچ کرتے ہیں اور اللہ و آخرت پر ایمان نہیں رکھتے انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ جس کا شیطان ساتھی ہو جائے وہ بدترین ساتھی ہے۔

۵۔ ریا، منافق کی صفت:

﴿إِنَّ الْمُنَافِقِينَ يُخَادِعُونَ اللهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ وَإِذَا قَامُوا إِلَى الصَّلَاةِ قَامُوا كُسَالَى يُرَائُونَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُونَ اللهَ إِلَّا قَلِيلًا﴾ (سورۂ نساء، آیت ۱۴۲)

منافقین خدا کو دھوکا دینا چاہتے ہیں اور خدا ان کو دھوکے میں رکھنے والا ہے اور یہ نماز کے لئے اٹھتے ہیں تو سستی کے ساتھ۔ لوگوں کو دکھانے کے لئے عمل کرتے ہیں اور اللہ کو بہت کم یاد کرتے ہیں۔

روایات:

۱۔عبادت کی آفت:

قال امیر المومنینؑ: آفَةُ الْعِبادَةِ الرِّیَاءُ (غرر الحکم ج۱،ص۵۷۶)

حضرت علی بن ابی طالبؑ نے فرمایا: عبادت کی آفت ریا کاری ہے۔

۲۔ریا کاری شرک ہے:

قال علی بن ابی طالبؑ: یَسِیْرُ الرِّیَاءُ شِرْکٌ (غرر الحکم ج۱،ص۵۷۶)

امیر المومنینؑ نے فرمایا: تھوڑی سی بھی ریا کاری شرک ہے۔

۳۔ریا کاری کا ظاہر حسین:

قال علیؑ: اَلْمُرائِی ظَاهِرُهُ جَمِیْلٌ وَ بَاطِنُهُ عَلِیْلٌ (غرر الحکم ج۱،ص ۵۷۵)

مولا علیؑ نے فرمایا: ریا کار کا ظاہر حسین اور اس کا باطن بیمار ہے۔

۴۔بغیر ریا کے عمل انجام دو:

قال امیر المومنینؑ: اِعْمَلُوا فِیْ غَیْرِ رِیَاءٍ وَ لَا سُمْعَةٍ فَاِنَّهُ مَنْ یَعْمَلْ لِغَیْرِ اللّٰهِ یَکِلْهُ اللّٰهُ سُبْحَانَهُ اِلٰی مَنْ عَمِلَ لَهُ (غرر الحکم ج۱،ص۵۷۵)

امیر المومنینؑ نے فرمایا: ریا کاری اور شہرت طلبی کے بغیر عمل انجام دو کیونکہ جو خدا کے غیر کے لیے عمل کرتا ہے تو خدا اس کو اس کے حوالے کر دیتا ہے جس کے لیے اس نے عمل کیا تھا۔

۵۔ریا کار کا عمل باطل:

قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ ؐ: اِنَّ اللّٰہَ لَا یَقْبَلُ عَمَلاً فِیْہِ مِثْقَالُ ذَرَّۃٍ مِنْ رِئَاءٍ

(میزان الحکمۃ ج ۲، ص ۱۰۱۷)

حضرت رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: خداوند متعال ایسا عمل جس میں ذرّہ برابر ریا ہو قبول نہیں کرتا۔

تشریح:

اسلام میں ریا کاری بدترین صفت ہے، جس کے بارے میں بیان کیا گیا ہے کہ روزِ قیامت ریا کار کو اس شخص کے حوالے کر دیا جائے گا جس کے لئے اس نے عمل کیا ہے اور وہ خدائی اجر سے محروم کر دیا جائے گا یہی حال بخیل کا بھی ہے، جس کے بارے میں حضرت علیؑ نے فرمایا کہ کس قدر بدنصیب بخیل ہے کہ دنیا میں فقراء جیسی زندگی گزارتا ہے اور آخرت میں روسا جیسا حساب دیتا ہے۔

ریا کاری سے جتنا ہوسکتا ہے انسان بچے کیونکہ معمولی سی بھی ریا کاری شرک شمار ہوتی ہے اور ریا کار کے اعمال باطل ہو جاتے ہیں جن کے لیے اعمال بجالایا ہے جزا بھی ان ہی سے ملے گی کیونکہ اعمال خدا کے لیے بجا نہیں لایا تھا تو کس طرح اس کو جزا و پاداش دے۔ روایت میں ہے کہ امام صادقؑ نے فرمایا:

بروز محشر ایک نمازی شخص کو لایا جائے گا وہ بارگاہِ ایزدی میں عرض کرے گا خدایا

میں نے تیری رضا طلبی کے لیے نماز پڑھی تھی۔ جواب میں کہا جائے گا: ایسا نہیں ہے بلکہ تو نے اس لیے پڑھی تھی کہ لوگ کہیں کہ فلاں شخص کی نماز کتنی اچھی ہے۔ پس حکم ہوگا اسے جہنم کی طرف لے جاؤ۔

خدا سے دعا کرتے ہیں بحق علی بن ابی طالبؑ ہمیں ریاکاری، خودنمائی، عمل کے دکھاوے سے بچنے کی توفیق عطا فرما۔ (آمین)

واقعات:

ا۔ ریاکار شخص:

عبدالاعلیٰ اسلمی ریاکار شخص تھا ایک روز اس نے کہا: لوگ سمجھتے ہیں کہ میں ریاکار ہوں حالانکہ میں نے کل بھی روزہ رکھا تھا اور آج بھی روزے سے ہوں اور کسی کو بھی میں نے نہیں بتایا کہ میں روزے سے ہوں۔ (گنجینۂ معارف ج۱، ص ۵۰۵)

شداد بن اوس کہتے ہیں: میں نے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو روتے ہوئے دیکھا، میں نے کہا: آپ کیوں گریہ کر رہے ہیں؟ فرمایا: اپنی امت پر، شرک کے ڈر کی وجہ سے، میری امت کے لوگ بت، چاند، سورج، پتھر وغیرہ کی پرستش نہیں کریں گے بلکہ وہ لوگ اپنے اعمال میں ریاکاری کریں گے۔ (ہزار و یک حکایتِ اخلاقی ص ۲۱۲)

۲۔ ریاکار کے قیامت میں چار نام:

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے شاگردوں میں سے ایک شاگرد نے آنحضرتؐ سے ملاقات

کی اور پوچھا: قیامت کے دن نجات کا راستہ کس میں ہے؟

پیغمبرؐ نے فرمایا: نجات اس شخص کے لئے ہے جو کوئی خدا کو فریب و دھوکہ نہ دے۔ جو خدا کو دھوکہ دینا چاہتا ہے خدا بھی اس کو دھوکہ میں رکھنے والا ہے۔ اس کے ذریعہ اس سے ایمان کو سلب کرے گا۔ درحقیقت اس نے اپنے آپ کو دھوکہ دیا ہے۔ پوچھا یارسول اللہ! کس طرح خدا کو فریب دیں گے؟ فرمایا: خدا نے جو ان کو حکم دیا ہے کہ میرے لیے بجالائیں وہ غیر خدا کے لیے بجالائیں۔ ریا کاری سے بچو کیونکہ ریا شرکِ خدا ہے اور ریا کار شخص کو قیامت کے دن چار ناموں سے پکارا جائے گا:

۱۔ اے کافر۔ ۲۔ اے فاجر۔ ۳۔ اے غادر (دھوکہ باز) ۴۔ اے خاسر (نقصان اٹھانے والا) تیرے عمل کی کوئی اہمیت نہیں اور تیرے عمل کی جزا ختم کر دی گئی ہے اور آج تجھے کوئی فائدہ نہیں ملے گا۔ اپنے عمل کی جزا اس سے لو جس کے لیے عمل کیا تھا۔

(گنجینۂ معارف ج۱، ص۵۰۵)

(۳۱)

زبان

آیات:

ا۔اہمیت زبان:

﴿وَضَرَبَ اللّٰہُ مَثَلاً رَجُلَیْنِ أَحَدُھُمَا أَبْکَمُ لاَیَقْدِرُ عَلٰی شَیْءٍ وَھُوَ کَلٌّ عَلٰی مَوْلاَہُ أَیْنَمَا یُوَجِّھْہُ لاَیَأْتِ بِخَیْرٍ ھَلْ یَسْتَوِی ھُوَ وَمَنْ یَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَھُوَ عَلٰی صِرَاطٍ مُسْتَقِیمٍ﴾ (سورۂ نحل، آیت ۷۶)

اور اللہ نے ایک اور مثال ان دو انسانوں کی بیان کی ہے جن میں ایک گونگا ہے اور اس کے بس میں کچھ بھی نہیں ہے بلکہ وہ خود اپنے مولا کے سر پر ایک بوجھ ہے کہ جس طرف بھی بھیج دے کوئی خیر لے کر نہ آئے گا تو کیا وہ اس کے برابر ہو سکتا ہے جو عدل کا حکم دیتا ہے اور سیدھے راستے پر گامزن ہے۔

۲۔گفتگو میں فصاحت:

﴿وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِنْ لِسَانِی ☆ یَفْقَھُوا قَوْلِی﴾ (سورۂ طٰہٰ، آیات ۲۸،۲۷)

اور میری زبان کی گرہ کھول دے کہ یہ میری بات سمجھ سکیں۔

۳۔ بدزبانی:

﴿لَایُحِبُّ اللهُ الْجَهْرَ بِالسُّوءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ وَكَانَ اللهُ سَمِيعًا عَلِيمًا﴾ (سورۂ نساء، آیت ۱۴۸)

اللہ مظلوم کے علاوہ کسی کی طرف سے بھی علی الاعلان برا کہنے کو پسند نہیں کرتا اور اللہ ہر بات کا سننے والا اور تمام حالات کا جاننے والا ہے۔

۴۔ قیامت میں گواہ:

﴿يَوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ أَلْسِنَتُهُمْ وَأَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾ (سورۂ نور، آیت ۲۴)

قیامت کے دن ان کے خلاف ان کی زبانیں اور ان کے ہاتھ پاؤں سب گواہی دیں گے کہ یہ کیا کر رہے تھے۔

۵۔ انسان اپنی زبان کا ذمہ دار ہے:

﴿كَلَّا سَنَكْتُبُ مَا يَقُولُ وَنَمُدُّ لَهُ مِنَ الْعَذَابِ مَدًّا ☆ وَنَرِثُهُ مَا يَقُولُ وَيَأْتِينَا فَرْدًا﴾ (سورۂ مریم، آیات ۸۰،۷۹)

ہرگز ایسا نہیں ہے ہم اس کی باتوں کو درج کر رہے ہیں اور اس کے عذاب میں بھی اور اضافہ کر دیں گے اور اس کے مال و اولاد کے ہم ہی مالک ہوں گے اور یہ ہماری بارگاہ میں اکیلا حاضر ہوگا۔

روایات:

۱۔معیارِانسان:

قال امیر المؤمنینؑ: اَللِّسَانُ مِیزَانُ الْاِنْسَانِ (غررالحکم ج۲،ص۵۰۷)

امام المتقین علیؑ نے فرمایا: زبان انسان کا پیمانہ اور معیار ہے۔

۲۔ترجمانِ عقل:

قال علی بن ابی طالبؑ: اَللِّسَانُ تَرْجُمَانُ الْعَقْلِ (غررالحکم ج۲،ص۵۰۷)

حضرت علیؑ نے فرمایا: زبان عقل کی ترجمان ہے۔

۳۔زبان کے نیچے:

قال امیر المؤمنینؑ: اَلْمَرْءُ مَخْبُوْءٌ تحتَ لِسَانِهِ (غررالحکم ج۲،ص۵۰۷)

حضرت علیؑ نے فرمایا: انسان اپنی زبان کے نیچے چھپا ہوا ہے۔

۴۔زبان پر قابو:

قال امیر المؤمنینؑ: قَوِّمْ لِسَانَکَ تَسْلَمْ (غررالحکم ج۲،ص۵۰۸)

مولا امیرؑ نے فرمایا: اپنی زبان کو سیدھا اور قابو میں رکھو تا کہ محفوظ رہو۔

۵۔ہلاکت کا سبب:

قال علی بن ابی طالبؑ: کَمْ مِنْ اِنْسانٍ اَهْلَکَهُ لِسَانٌ (غررالحکم ج۲، ص۵۰۹)

حضرت علی ابن ابی طالبؑ نے فرمایا: کتنے ہی انسانوں کو زبان نے ہلاک کر ڈالا۔

تشریح:

انسان کو خداوند متعال نے جو نعمتیں دی ہیں ان میں سے ایک نعمت زبان ہے۔ اس زبان کے ذریعہ انسان جنت بھی حاصل کر سکتا ہے اور جہنم بھی۔ اکثر گناہانِ کبیرہ جو انجام دیے جاتے ہیں وہ زبان کے ذریعہ سے انجام دیے جاتے ہیں اور یہی زبان انسان کے دلوں کی ترجمانی کرتی ہے گویا دل کچھ اس طرح بات کہتا ہے کہ جسے لوگ سمجھ نہیں پاتے اس لیے مترجم کی ضرورت ہے اور وہ زبان ہے۔ زبان کو قابو میں رکھیں تا کہ لغزشیں کم سے کم سرزد ہوں۔ زبان ہم سے اس چیز کا تقاضا کرے گی جس کا اس کو ہم نے عادی بنایا ہے، اگر گالی دینے کا عادی بنایا ہوگا تو وہ گالی بکے گی اور اگر نیک بات و ذکر الٰہی کا عادی بنایا ہوگا تو نیک بات اور ذکر الٰہی کرے گی۔ تلوار کی کاٹ کا زخم تو بند ہو سکتا ہے لیکن زبان سے جو زخم لگایا جاتا ہے وہ کبھی پر نہیں ہوتا۔ اس وجہ سے مولا علیؑ نے فرمایا: لغزشِ زبان سنان سے زیادہ کاری زخم لگاتی ہے اور قیامت کے دن یہی زبان جس سے ہم یہاں پر پھر جاتے ہیں، اب کچھ کہا تھوڑی دیر بعد انکار، ہماری خلاف گواہی دے گی۔ خدا نے ہمیں یہ نعمت، ذکرِ الٰہی کے لیے دی ہے تو اس سے زیادہ سے زیادہ ذکر کریں۔ ہمیشہ اس زبان سے تسبیحِ الٰہی کرنی چاہیے۔

خدا سے دعا کرتے ہیں بحق چہاردہ معصومینؑ ہمیں زبان پر قابو رکھنے اور اس سے ذکرِ الٰہی کرنے کی توفیق عطا فرما۔ (آمین)

واقعات:

ا۔ بہترین اور بدترین:

لقمان حکیم شروع میں بنی اسرائیل کے بزرگوں میں سے ایک شخص کے غلام تھے۔ ایک دن مالک نے ان کو حکم دیا کہ ایک بھیڑ ذبح کر کے اس کے جسم کا بہترین حصہ میرے پاس لے کر آؤ۔ لقمان حکیم نے دنبہ کو ذبح کیا اور دل زبان اپنے مالک کو لا کر دے دیے۔ پھر چند دنوں کے بعد مالک نے دوبارہ کہا کہ ایک بھیڑ کو ذبح کر کے اس کے جسم کا بدترین حصہ مجھے لا کر دو۔ حضرت لقمان نے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے گوسفند کو ذبح کیا اور دل و زبان اپنے مالک کو لا کر دے دیے۔ مالک نے کہا: ظاہراً یہ دونوں ایک دوسرے کی ضد ہیں (کیونکہ ہمارے معاشرے میں تو یہی ہوتا ہے زبان پر کچھ اور دل میں کچھ) حضرت لقمانِ حکیم نے فرمایا: اگر دل و زبان ایک دوسرے کی تصدیق کریں تو جسم کے بہترین حصے شمار ہوں گے اور اگر مخالفت کریں تو اعضائے بدن کے بدترین حصے شمار ہوں گے۔ جب مالک نے حضرت لقمانؑ کی یہ حکیمانہ گفتگو سنی تو بہت خوش ہوا اور حضرت لقمانؑ کو آزاد کر دیا۔ (ہزار و یک اخلاقی حکایت ص ۵۹۶، انسان ساز واقعات ص ۱۶۱)

۲۔ بدزبانی کا انجام:

موصل کے ایک شیعہ نے یہ روایت بیان کی ہے۔ اس نے کہا: میں نے حج پر جانے کا ارادہ کیا تو اپنے دوستوں اور ہمسایوں کو الوادع کہا تو ایک ہمسائے احمد بن

حمدون حارث عروی کے پاس گیا جو موصل کا ایک معزز شخص سمجھا جاتا تھا لیکن حضرت علیؑ کا مخالف تھا۔ میں رسمِ دنیا نبھانے کے لیے اس کے پاس گیا اور اس سے کہا کہ میں بیت اللہ کی زیارت کے لیے جا رہا ہوں اگر تمہیں مکہ و مدینہ سے کوئی چیز منگوانی ہو تو مجھے بتا دو میں تمہارے لیے لیتا آؤں گا۔

یہ سن کر وہ گھر میں گیا اور قرآن مجید لے کر آیا۔ اس نے قرآن مجید میرے ہاتھ پر رکھا اور کہا: مجھ سے وعدہ کرو کہ جو میں کہوں گا اسے پورا کرو گے۔

پھر اس نے کہا: جب تم مدینہ پہنچو اور قبر رسول ﷺ پر جاؤ تو میری طرف سے ان سے یہ کہنا کہ آپؐ کو اپنی صاحبزادی فاطمہ زہراؑ کے لیے علیؑ کے علاوہ اور کوئی رشتہ نہیں ملا تھا۔ آپؐ کو علیؑ میں کیا دکھائی دیا تھا کہ آپؐ نے اسے اپنا داماد بنا لیا تھا جب کہ علیؑ سر سے گنجے تھے؟!

بہر حال میں اپنے شہر سے روانہ ہو کر مکہ آیا جہاں میں نے مناسک حج ادا کیے پھر میں مدینہ منورہ مسجد نبویؐ میں گیا۔ حضور اکرم ﷺ کو میں نے سلام کیا اور آنحضرتؐ سے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! مجھے یہ پیغام پہنچاتے ہوئے انتہائی شرمندگی ہو رہی ہے لیکن میرے ہمسایے نے مجھ سے قرآن پر حلف لے کر کہا تھا کہ میں آپؐ کی خدمت میں اس کا یہ پیغام پہنچاؤں۔

رات کے وقت جب میں سویا ہوا تھا تو مجھے امیر المومنینؑ کی زیارت نصیب ہوئی۔ آپؑ نے مجھے اپنے ساتھ لیا اور چشمِ زدن میں موصل میرے ناصبی ہمسائے کے گھر لے آئے۔ اس وقت وہ بستر پر پڑا سو رہا تھا۔ آپؑ نے چھری سے اسے ذبح

کیا جو آپ کے ہاتھ میں تھی اور خون آلود چھری کو اس کے لحاف سے صاف کیا جس کی وجہ سے لحاف پر دو لکیریں بن گئیں۔ پھر آپؑ نے اس کے دروازے کے اوپر والے حصہ کو اپنے ہاتھ سے اٹھایا اور دروازے کے اوپر اس چھری کو رکھ دیا۔

اس کے بعد میں نیند سے بیدار ہوا تو میں نے اپنے قافلہ والوں کو یہ خواب سنایا اور ایک کاپی میں تاریخ لکھ لی۔

جب میں سفرِ حج سے واپس اپنے شہر موصل پہنچا تو میں نے لوگوں سے اپنے اس ناصبی ہمسائے کے متعلق پوچھا:

لوگوں نے بتایا کہ وہ قتل ہو چکا ہے۔ لوگوں نے اس کے قتل کی وہی تاریخ بتائی جسے میں نے اپنی کاپی میں لکھا تھا۔

لوگوں نے بتایا کہ اس کے قاتل کا ابھی تک کوئی علم نہیں ہوا، پولیس نے شبہ میں پڑوسیوں کو گرفتار کر لیا ہے اور وہ ان سے اس کے قتل کی تفتیش کر رہی ہے۔

میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا: آؤ ہم پولیس افسر کے پاس چلیں اور اسے اصل قصہ بتلائیں تاکہ بے گناہ افراد آزاد ہو جائیں۔

ہم پولیس افسر کے پاس گئے اور جو میں نے خواب میں دیکھا تھا اس سے بیان کیا، میرے ساتھیوں نے اس کی تصدیق کی اور خواب کی تاریخ کے بارے میں اس کو بتلایا اور انہوں نے کہا: پہلی علامت تو یہ ہے کہ آپ اس کے لحاف پر دو سرخ لکیریں پائیں گے اور دوسری یہ کہ چھری چھت کے نیچے دروازے پہ رکھی ہوئی ہے۔

پس افسر خود آیا اور اس نے دونوں علامتیں دیکھیں۔

حضرت علیؑ کے اس اعجاز سے موصل کے بہت سے لوگوں نے مذہبِ شیعہ اختیار کرلیا اور مقتول کے اقرباء نے بھی امیر المومنینؑ کی دوستی اختیار کرلی۔

(کشکول دستغیب ص ۴۵ نقل از بحار الانوار ج ۴۲، ص ۱۰)

(۳۲)

سخاوت

آیات:

۱۔ سخاوت کے اثرات:

﴿الَّذِينَ يُنفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَعَلَانِيَةً فَلَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَاخَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَاهُمْ يَحْزَنُونَ﴾ (سورۂ بقرہ، آیت ۲۷۴)

جولوگ اپنے مال کو راہِ خدا میں رات میں، دن میں خاموشی اور علی الاعلان خرچ کرتے ہیں ان کے لیے خدا کے پاس اجر بھی ہے اور انہیں نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ حزن۔

۲۔ سخاوت کرنے پر حریص:

﴿وَلَاتَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُولَةً إِلَى عُنُقِكَ وَلَاتَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُومًا مَحْسُورًا﴾ (سورۂ اسراء، آیت ۲۹)

اور خبردار نہ اپنے ہاتھوں کو گردنوں سے بندھا ہوا قرار دو اور نہ بالکل پھیلا دو کہ آخر میں قابل ملامت اور خالی ہاتھ بیٹھے رہ جاؤ۔

۳۔ ارث تقسیم کرتے وقت سخاوت:

﴿لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ نَصِيبًا مَفْرُوضًا (٧) وَإِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ أُولُوا الْقُرْبَى وَالْيَتَامَى وَالْمَسَاكِينُ فَارْزُقُوهُمْ مِنْهُ وَقُولُوا لَهُمْ قَوْلًا مَعْرُوفًا﴾ (سورۂ نساء، آیات ۸،۷)

مردوں کے لئے ان کے والدین اور اقربا کے ترکے میں ایک حصہ ہے اور عورتوں کے لیے بھی ان کے والدین اور اقربا کے ترکہ میں سے ایک حصہ ہے وہ مال بہت ہو یا تھوڑا یہ حصہ بطور فریضہ ہے اور اگر تقسیم کے وقت دیگر قرابتداروں، ایتام، مساکین بھی آجائیں تو انہیں بھی اس میں سے بطور رزق دے دو اور ان سے نرم اور مناسب گفتگو کرو۔

۴۔ مہر میں سخاوت:

﴿وَآتُوا النِّسَاءَ صَدُقَاتِهِنَّ نِحْلَةً فَإِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ مِنْهُ نَفْسًا فَكُلُوهُ هَنِيئًا مَرِيئًا﴾ (سورۂ نساء، آیت ۴)

عورتوں کا ان کو مہر عطا کردو، پھر اگر وہ خوشی خوشی تمہیں دینا چاہیں تو شوق سے کھالو۔

۵۔ سخاوت کرنے میں میانہ روی:

﴿وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ﴾ (سورۂ مدثر، آیت ٦)

اور اس طرح احسان نہ کرو کہ طلب گار بن جاؤ۔

روایات:

۱۔مقربین کی عبادت:

قال امیر المؤمنینؑ: اَلْجُوْدُ فِی اللّٰهِ عِبَادَةُ الْمُقَرَّبِیْنَ (غررالحکم ج۱،ص ۱۹۷)

مولائے کائناتؑ نے فرمایا: راہِ خدا میں سخاوت کرنا مقربین کی عبادت ہے۔

۲۔کمالِ سخاوت:

قال امیر المومنینؑ: غَایَةُ الْجُوْدِ بَذْلُ الْمَوْجُوْدِ (غررالحکم ج۱،ص ۲۰۶)

امام علیؑ نے فرمایا: سخاوت کا کمال یہ ہے کہ جو کچھ موجود ہو اس کو (راہِ خدا میں) خرچ کر دو۔

۳۔سختی میں سخاوت:

قال علی بن ابی طالبؑ: اَفْضَلُ الْجُوْدِ مَا کَانَ عَنْ عُسْرَةٍ (غررالحکم ج۱،ص ۱۹۸)

حضرت علیؑ نے فرمایا: سختی میں سخاوت کرنا بڑی سخاوت ہے۔

۴۔سخاوت کی آفت:

قال امیر المومنینؑ: آفَةُ الْجُوْدِ اَلتَّبْذِیْرِ (غررالحکم ج۱،ص ۱۹۸)

امام علیؑ نے فرمایا: بخشش وعطا کی آفت فضول خرچی ہے۔

۵۔سرفرازی:

قال امیر المومنینؑ: اَحسَنُ المَکارِمِ اَلجُوْدُ (غرر الحکم ج۱،ص۱۹۷)

مولا علیؑ نے فرمایا: بہترین سرفرازی و سربلندی بخشش ہے۔

تشریح:

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اگر سخاوت کی جائے اور لوگوں کو اپنا مال دے دیا جائے تو ان کے لیے مال و ثروت کبھی جمع نہیں ہوسکتی یہ وہم و خیال باطل و غلط ہے کس طرح حضرت ابراہیمؑ اتنی بخشش و سخاوت کے باوجود بغیر مہمان کے کھانا نہیں کھاتے تھے اور کافی مال ان کے پاس تھا؟ اگر ہم سخاوت کریں تو اس کا فائدہ ہم ہی کو ہے۔ انبیاء اور ائمہ کی سیرت کا مطالعہ کریں تو پتا چلتا ہے کہ وہ لوگ سخاوت کرنے کے باوجود غنی تھے وہ لوگوں کے محتاج نہ تھے، لوگ ان کے محتاج تھے جب بھی ضرورت ہوتی ان کے در پہ آتے۔ عدل اور جود و سخاوت میں یہی فرق ہے عدالت یعنی صاحب حق کو اس کا حق مل جائے اور سخاوت یہ ہے کہ اپنا مال راہِ خدا میں خرچ کر دیا جائے۔ کیا جو مال راہِ خدا میں خرچ ہو جاتا ہے، اس کے خرچ کرنے سے انسان خالی ہاتھ ہو جاتا ہے؟ جو مال خدا کی راہ میں چلا جائے اس کو دوام ملتا ہے۔ جو لوگ خدا کی راہ میں مال دیتے ہیں ان کو عزت و سرفرازی اور سربلندی ملتی ہے اور جو لوگ بخل کرتے ہیں وہ ہمیشہ ذلیل و رسوا ہوتے ہیں اور ایسے لوگوں کا پیٹ کبھی نہیں بھرتا۔ اگر انسان خدا کا

قرب چاہتا ہے تو اسے چاہیے کہ سخاوت کرے۔ مال کو فنا سے بچانا چاہتا ہے تو اللہ کی راہ میں خرچ کرے۔

خدا سے دعا ہے بحقِ امام المتقین، مولیٰ الموحدین حضرت علی بن ابی طالبؑ ہمیں سخاوت کرنے کی توفیق عطا فرما۔ (آمین)

واقعات:

ا۔ سخاوت امام علیؑ

ایک دفعہ امام المتقین علی بن ابی طالبؑ خانہ کعبہ کا طواف کر رہے تھے دیکھا کہ ایک جوان خانہ کعبہ کا غلاف پکڑے ہوئے دعا کر رہا ہے خدایا! مجھے چار ہزار درہم کی بہت سخت ضرورت ہے۔ ہزار درہم کا مقروض ہوں، ہزار درہم گھر کے لیے چاہئیں اور ہزار درہم کی، شادی میں خرچ کے لیے ضرورت ہے اور ہزار درہم اپنے روزی کمانے کے لئے۔ حضرت علیؑ نے اس جوان کی آواز کو سنا اور فرمایا: تم نے انصاف سے کام لیا، جب مکہ سے واپس جاؤ تو مدینہ آ جانا میں تمہاری ضرورت کو پورا کر دوں گا۔ جوان چند دنوں کے بعد مدینہ آیا اور لوگوں سے امام علیؑ کے گھر کا پوچھنے لگا۔ پہلی شخصیت جس سے اُس نے امام علیؑ کا گھر پوچھا وہ امام حسینؑ تھے۔ وہ جوان امام حسینؑ کے ساتھ حضرتؑ کے گھر کی طرف چل پڑا۔ راستہ میں جوان نے پوچھا: آپ کون ہیں؟ حضرت امام حسینؑ نے فرمایا: میں حسینؑ بن علیؑ ہوں، میرے والد گرامی

علیؑ ہیں اور مادر گرامی فاطمہؑ اور جدّ بزرگوار پیغمبر اکرمؐ اور میرے بھائی حسن مجتبیٰؑ ہیں۔ اس جوان نے کہا: دنیا کی تمام سعادتیں تمہارے پاس ہیں۔ جب گھر پہنچے، عرب جوان نے امام حسینؑ سے عرض کیا: اپنے بابا سے جا کر کہو وہی جوان آیا ہے، جس سے وعدہ کیا تھا کہ تمہاری حاجت کو پورا کروں گا۔ امام حسینؑ نے تمام ماجرا مولائے کائناتؑ کو بتایا۔ امام علیؑ نے اس جوان کو گھر میں بلوایا اور سلمان کو اپنے پاس بلا کر فرمایا: میرے پاس ایک باغ ہے اس کو فروخت کرنا چاہتا ہوں۔ سلمان لوگوں کے درمیان باغ فروخت کرنے گئے آخر کار بارہ ہزار درہم کا وہ باغ فروخت ہوا۔ امام علیؑ نے پہلے چار ہزار درہم اس جوان کو دیے باقی درہم مدینے کے فقراء میں تقسیم کر دیئے اور خالی ہاتھ گھر واپس آ گئے۔ (گنجینۂ معارف ج ۱، ص ۵۵۱ نقل از روضۃ الواعظین ج ۱، ص ۱۲۴)

۲۔ خدا بھی سخاوت مند کو دوست رکھتا ہے:

یمن سے ایک قافلہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا۔ اس کارواں میں ایک شخص آنحضرتؐ سے گستاخی سے پیش آیا۔ آنحضرتؐ اس کی اس حرکت سے کافی غصہ میں تھے لیکن خلق عظیم کے مصداق نے تحمل کیا۔ اسی اثناء میں جبرائیل امین خدا کی طرف سے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس وحی لے کر آئے کہ یہ شخص سخاوت مند ہے۔ جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سنا تو غصہ پی گئے اور اس شخص کی طرف رخ کر کے فرمایا: ''اگر جبرائیل مجھے یہ خبر نہ دیتے کہ تو ایک سخاوت مند شخص ہے اور لوگوں کو کھانا پہنچاتا ہے تو میں یقیناً تجھ سے اتنا ناراض ہوتا کہ لوگ تجھ سے عبرت حاصل کرتے۔

اس شخص نے کہا: کیا تمہارا خدا سخاوت کو پسند کرتا ہے؟ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک خداوند عالم سخاوت کو پسند کرتا ہے۔

فوراً اس شخص نے کہا: اشھد ان لا الہ الّا اللّٰہ و انک رسول اللّٰہ۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپؐ اللہ کے رسول ہیں۔

میں نے کبھی بھی کسی کو اپنے پاس سے خالی ہاتھ نہیں پلٹایا۔ کسی کو اپنے مال و غذا سے دور نہیں کیا۔ (گنجینۂ معارف ج ۱، ص ۵۵۲)

(۳۴)

شکر

آیات:

ا۔ شکر عذاب سے دوری کا سبب:

﴿مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ إِنْ شَكَرْتُمْ وَآمَنْتُمْ وَكَانَ اللّٰهُ شَاكِرًا عَلِيمًا﴾ (سورۂ نساء، آیت ۱۴۷)

خدا تم پر عذاب کر کے کیا کرے گا اگر تم اس کے شکر گزار اور صاحبانِ ایمان بن جاؤ اور وہ تو ہر ایک کے شکریہ کا قبول کرنے والا اور ہر ایک کی نیت کا جاننے والا ہے۔

۲۔ شکر کا حکم:

﴿وَاشْكُرُوا لِي وَلَا تَكْفُرُونِ﴾ (سورۂ بقرہ، آیت ۱۵۲)

اور ہمارا شکریہ ادا کرو اور کفرانِ نعمت نہ کرو۔

۳۔ شکر گزار واقعی بہت کم ہیں:

﴿وَقَلِيلٌ مِنْ عِبَادِيَ الشَّكُورُ﴾ (سورۂ سباء، آیت ۱۳)

اور ہمارے بندوں میں سے شکر گزار بندے بہت کم ہیں۔

۴۔ شکر، نعمتوں میں اضافہ کا سبب:

﴿لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِي لَشَدِيدٌ ﴾(سورۂ ابراہیم، آیت ۷)

اگر تم ہمارا شکریہ ادا کرو گے تو ہم نعمتوں میں اضافہ کر دیں گے اور اگر کفرانِ نعمت کرو گے تو ہمارا عذاب بھی بہت سخت ہے۔

۵۔ شکر کرو:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُلُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ وَاشْكُرُوا لِلَّهِ إِنْ كُنتُمْ إِيَّاهُ تَعْبُدُونَ﴾(سورۂ بقرہ، آیت ۱۷۲)

صاحبانِ ایمان جو ہم نے پاکیزہ رزق عطا کیا ہے اسے کھاؤ اور دینے والے خدا کا شکر ادا کرو اگر تم اس کی عبادت کرتے ہو۔

روایات:

۱۔ ہمیشہ شکر:

قال امیر المومنینؑ: اِسْتَدِمِ الشُّكْرَ تَدُمْ عَلَيْكَ النِّعْمَةُ (غرر الحکم ج ۱، ص ۷۰۹)

حضرت علیؑ نے فرمایا: ہمیشہ شکر ادا کرو تا کہ ہمیشہ نعمت ملتی رہے۔

۲۔ شکر نعمتوں کی افزائش کا سبب:

قال علی بن ابی طالبؑ: اَلشُّکْرُ یُدِرُّ النِّعَمِ (غررالحکم ج۱،ص۲۱۷)

حضرت علیؑ نے فرمایا: شکر نعمتوں کو بڑھاتا ہے۔

۳۔ شکر غنیمت:

قال امیر المومنینؑ: اَلشُّکْرُ مُغْتَنِمٌ (غررالحکم ج۱،ص۲۱۷)

حضرت امیر المومنینؑ نے فرمایا: شکر غنیمت ہے۔

۴۔ نعمتوں کی زینت:

قال علی بن ابی طالبؑ: اَلشُّکْرُ زِیْنَةٌ لِلنَّعْمَاءِ (غررالحکم ج۱،ص۲۱۳)

حضرت علیؑ نے فرمایا: شکر نعمتوں کی زینت ہے۔

۵۔ شکر، عمل سے ظاہر:

قال امیر المومنینؑ: شُکْرُ الْمُؤْمِنِ یَظْهَرُ فِیْ عَمَلِهِ (غررالحکم ج۱،ص۲۱۶)

امام علیؑ نے فرمایا: مومن کا شکر اس کے عمل سے ظاہر ہوتا ہے۔

تشریح:

شکر کا پہلا مرحلہ احساس و ادراکِ انعامِ خدا اور دوسرا مرحلہ زبانی تشکر ہے اور آخری مرحلہ عملی ہے۔ شکر یہ ہے جیسا کہ روایات میں وارد ہوا ہے کہ شکرِ نعمت محرمات سے اجتناب کرنے کا نام ہے کہ نعمتِ خدا کو حرام میں صَرف کرنا ناشکری ہے شکر نہیں ہے۔

بعض حضرات کا خیال ہے کہ انسان نعمتوں کا شکر ادا کرلے تو دنیا ہی میں نعمتوں میں اضافہ ہو جائے گا اور یہ کسی حد تک صحیح بھی ہے لیکن عذاب شدید کا قرینہ آیت میں بتا رہا ہے کہ اضافہ نعمت اور عذاب شدید دونوں آخرت میں ہیں، شکر نعمت اضافہ کا سبب اور کفرانِ نعمت عذاب شدید کا سبب ہے۔ انسان کو چاہیے کہ جتنا ہو سکے اس مالک کا شکر ادا کرے جس نے ہمیں اتنی نعمتیں دی ہیں۔ اس کی نعمتیں لامحدود ہیں اور ہمارا شکر بہت کم ہے۔ اگر ہم چاہتے ہیں کہ نعمتوں کو دوام رہے تو خدا کا شکر ادا کریں ہر نعمت کے ملنے پر شکر اور اس شکر پر بھی شکر کریں کہ خدایا تو نے مجھے شکر ادا کرنے کی توفیق دی۔ اگر اس طرح کریں گے تو یقیناً ہم نے شکر ادا کیا اور شکرِ عملی کا بہترین نمونہ نماز ہے۔

خدا سے دعا کرتے ہیں بحقِ ائمہ طاہرینؑ ہمیں شکر ادا کرنے کی توفیق عطا فرما۔ (آمین)

واقعات:

۱۔ حضرت عیسیٰؑ اور نابینا:

حضرت عیسیٰؑ نے ایک روز سیر و تفریح کرتے ہوئے ایک نابینا شخص کو دیکھا جو مختلف بیماریوں میں مبتلا تھا۔ نابینا کے علاوہ جذام، برص اور دو طرف سے بدن فالج ہے اور زمین گیر بھی ہے اس کے باوجود بار بار یہ کہہ رہا تھا ''خدایا تیرا شکر ہے کہ تو نے مجھے بہت سی بیماریوں سے بچایا ہوا ہے۔''

حضرت عیسیٰؑ نے اس سے کہا: ''تو ہر بیماری میں مبتلا ہے، پس کون سی بیماری ایسی ہے جس میں تو مبتلا نہیں ہے جو تو اس قدر شکر کر رہا ہے؟''

نابینا نے کہا: ''میں اس سے بہتر ہوں جو میری طرح خدا کی معرفت نہیں رکھتا، اس وجہ سے میں خدا کا شکر ادا کر رہا ہوں۔''

حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا: ''تو نے سچ کہا، اپنے ہاتھ مجھے دو! اس نابینا نے اپنا ہاتھ حضرت عیسیٰؑ کو تھمایا، اچانک حضرت عیسیٰ -کو ہاتھ تھماتے ہی وہ شخص بہ اعجاز عیسیٰؑ تمام بیماریوں سے نجات پا گیا اور حسین وجمیل صورت پیدا کر لی۔ اس کے بعد وہ شخص حضرت عیسیٰؑ کے ساتھیوں میں سے ہو گیا۔

اس میں کوئی شک نہیں شکرِ نعمت، نعمتوں میں اضافہ کا سبب ہے۔ (گنجینۂ معارف ج۱، ص۵۸۱ نقل از کشکول شیخ بھائی رحمۃ اللہ علیہ ص۴۹۹)

۲۔ شکرِ نعمت:

معمر بن خلود امام علی رضاؑ سے روایت نقل کرتا ہے کہ حضرت نے فرمایا: بنی اسرائیل میں سے ایک شخص نے خواب میں دیکھا کہ اس کے پاس کوئی شخص آیا اور اس نے کہا: تیری عمر میں آدھی زندگی آرام وسکون اور خوشی میں گزرے گی اور آدھی زندگی پریشانی وتنگدستی میں۔ اب تیری مرضی ہے جس کا چاہے پہلے انتخاب کر لے۔ اس شخص نے کہا: میرے ساتھ میری شریکِ حیات زوجہ بھی ہے ضروری ہے کہ پہلے اس سے مشورہ کر لوں۔ جب صبح ہوئی تو اس نے اپنی بیوی سے کہا: رات میں نے خواب میں ایک شخص کو دیکھا، جس نے مجھ سے کہا: تیری آدھی زندگی میں خوشیاں اور

آدھی زندگی میں پریشانیاں ہیں۔ اب تیری مرضی جس کو بھی پہلے انتخاب کر۔ اس کی بیوی نے کہا: پہلے آرام وسکون اور خوشی کی زندگی کو انتخاب کر۔ اس نے اپنی زوجہ کی بات پر عمل کیا اور خوشیوں کی زندگی کو منتخب کیا۔ جب اس نے یہ کام کیا اور دنیا اس کی طرف آئی اور نعمتیں ملنا شروع ہوئیں تو اس کی بیوی اس سے کہتی، دیکھ تمہارا فلاں رشتہ دار نیاز مند ہے اس کی مدد کر، اس طرح اس کو جو بھی نعمت ملتی وہ غریبوں اور محتاجوں کی مدد کرتا اور ہر نعمت کے ملنے پر خدا کا شکر ادا کرتا۔

اس طرح اس کی آدھی زندگی خوشیوں میں گزر گئی جب دوسری آدھی زندگی شروع ہوئی تو اس کی بیوی نے کہا:

''قَدْ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْنَا فَشَکَرْنَا وَ اللّٰهُ اَوْلٰی بِالْوَفَاءِ'' خدا نے ہمیں نعمت دی اور ہم نے اس کا شکر ادا کیا اور خدا اپنے وعدے پر بہترین وفا کرنے والا ہے۔

یہی شکرِ نعمت، غریبوں اور محتاجوں، عزیز واقارب کی مدد کرنا سبب بنا کہ اس کی دوسری آدھی زندگی بھی خوشیوں اور وسعتِ رزق میں گزری۔ (چہل حدیث ج۱، ص۲۹، شرح زیارت امین اللہ ص۳۱۵، انسان ساز واقعات ص۷۹)

(۳۴)

صبر

آیات:

۱۔صبر کرنے والوں کے ساتھ خدا:

﴿وَاصْبِرُوا إِنَّ اللهَ مَعَ الصَّابِرِينَ﴾ (سورۂ انفال، آیت۴۶)

صبر کرو کہ اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

۲۔صبر خدا کے لئے:

﴿وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ إِلَّا بِاللهِ﴾ (سورۂ نحل، آیت۱۲۷)

اور آپ صبر ہی کریں کہ آپ کا صبر بھی اللہ ہی کی مدد سے ہوگا۔

۳۔دین کی تبلیغ میں صبر:

﴿وَاصْبِرْ عَلَى مَا يَقُولُونَ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيلاً﴾ (سورۂ مزمل، آیت۱۰)

اور یہ لوگ جو کچھ بھی کہہ رہے ہیں اس پر صبر کریں اور انہیں خوبصورتی کے ساتھ اپنے سے الگ کردیں۔

۴۔صبر، استحکام کا سبب:

﴿وَإِنْ تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا فَإِنَّ ذٰلِکَ مِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ﴾ (سورۂ آل عمران، آیت۱۸۶)

اور اگر تم صبر کروگے اور تقویٰ اختیار کروگے تو یہی امور میں استحکام کا سبب ہے۔

۵۔بشارت اور رحمت الٰہی:

﴿وَبَشِّرْ الصَّابِرِينَ ☆ الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُمْ مُصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ ☆ أُوْلَئِکَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِنْ رَبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ﴾ (سورۂ بقرہ، آیات ۱۵۷،۱۵۶،۱۵۵)

اور صبر کرنے والوں کو بشارت دیدیں جو مصیبت پڑنے کے بعد یہ کہتے ہیں کہ ہم اللہ ہی کے لیے ہیں اور اُس کی بارگاہ میں واپس جانے والے ہیں کہ ان کے لیے پروردگار کی طرف سے صلوات اور رحمت ہے۔

روایات:

۱۔ایمان کا سر:

قال الصادقؑ: اَلصَّبْرُ رَأْسُ الْإِيْمَانِ (کتاب الشافی ج۳،ص۲۷۲)

امام صادقؑ نے فرمایا: صبر ایمان کا سر ہے۔

۲۔ہزار شہید کا ثواب:

قَالَ الصادقؑ: مَنِ ابْتُلِیَ مِنَ الْمُؤْمِنِینَ بِبَلَاءٍ فَصَبَرَ عَلَیْهِ کَانَ لَهُ مِثْلُ اَجْرِ اَلْفِ شَهِیدٍ (کتاب الشافی ج۳، ص۳۸۰)

امام جعفر صادقؑ نے فرمایا: جو مومن کسی مصیبت میں مبتلا ہو اور اس پر صبر کرے تو اس کو ہزار شہید کا ثواب ملتا ہے۔

۳۔ کامیابی:

قال امیر المومنینؑ: اِصْبِرْ تَظْفَرْ (غرر الحکم، ج۱، ص۴۹۷)

مولا علیؑ نے فرمایا: صبر کرو کامیاب ہو جاؤ گے۔

۴۔ صبر کی قسمیں:

قَالَ علیؑ: اَلصَّبْرُ صَبْرَانِ: صَبْرٌ فِی الْبَلَاءِ حَسَنٌ وَ جَمِیلٌ وَ اَحْسَنُ مِنْهُ اَلصَّبْرُ عَنِ الْمَحَارِمِ (غرر الحکم، ج۱، ص۴۹۷)

حضرت علیؑ نے فرمایا: صبر کی دو قسمیں ہیں: مصیبت و بلا پر صبر بہت اچھا ہے اور حرام چیزوں سے بچنے کے لیے صبر کرنا اس سے بھی زیادہ اچھا ہے۔

۵۔ مضبوط لباس:

قال امیر المومنینؑ: اَلصَّبْرُ اَقْوٰی لِبَاسٍ (غرر الحکم، ج۱، ص۴۵۳)

حضرت علیؑ نے فرمایا: صبر مضبوط ترین لباس ہے۔

تشریح:

صبر اور شکیبائی ایک الٰہی، اخلاقی اور انسانی مسئلہ ہے جس کو خداوند عالم پسند کرتا ہے، جو عظیم اجر و ثواب کا باعث ہے۔ صبر حافظِ دین ایمان کا بہترین لباس، آدمی کی جنت، بہترین سپر و ذخیرہ، ایمان کا سر، یقین کا پھل، کامیابی کا ضامن، مومن کا لشکر ہے۔ صبر انسان کو حق و حقیقت کی نسبت بے توجہ ہونے سے روکتا ہے۔ صبر کے ذریعہ انسان کے دل و جان میں طاقت پیدا ہوتی ہے۔ نیز صبر انسان کو شیاطین جن و انس سے حفاظت کرنے والا ہے جو شخص صبر سے کام لے تو خداوند عالم اس کو صبر کی توفیق عطا کرتا ہے۔ صبر بہترین اور خوبصورت زینت ہے۔ انسان کو چاہیے کہ اپنے آپ کو صبر سے مزین کرے تاکہ شیاطینی خیالات و وسوسہ سے محفوظ رہ سکے۔ صابر کا مرتبہ و مقام بلند ہے۔ صبر کا ثواب مصیبت کی تکلیف کو زائل کر دیتا ہے اور صبر کے ذریعے بند راستے کھل جاتے ہیں۔

آخر میں دعا کرتے ہیں بحق سیّدِ سجاد و سیّد الشہداءؑ و اسیران کوفہ و شام ہمیں صبر کرنے کی توفیق عطا فرما۔ (آمین)

واقعات:

۱۔ صبر اور استقامت:

حاجیوں کا قافلہ بیابان سے گزرتا ہوا ایک خیمہ کے قریب پہنچا۔ قافلے والوں نے

قریب پہنچ کر اجازت طلب کی تو صحرا میں رہنے والی خاتون نے کہا:

خوش آمدید اے خانۂ خدا کے زائرو! میرے اونٹ چراگاہ میں گئے ہوئے ہیں جب واپس آئیں گے تو میں تمہاری مہمان نوازی کروں گی۔

قافلے والے وہاں آرام کرنے لگے، خاتون باہر نکلی اِس نے قریب آکر خاتون کو بتایا: اونٹ جب کنوئیں کے قریب پہنچے تو وہ ایک دوسرے سے لڑ پڑے ان کو چھڑاتے ہوئے تمہارا بیٹا کنوئیں میں گر گیا۔

چرواہے نے آہ وزاری کرتے ہوئے مزید کہا: خاتون آپ کو تو معلوم ہے کہ وہ کنواں کتنا گہرا ہے اور اس میں کافی مقدار میں پانی موجود ہے، اس کے اندر گرنے کے بعد کسی کے زندہ رہنے کی کوئی امید نہیں لگائی جاسکتی۔

خاتون فوراً آگے بڑھی تاکہ اونٹوں کی دیکھ بھال کرنے والے کو خاموش کرائے۔ خاتون نے اس سے کہا: اس وقت ہمارے ہاں مہمان آئے ہوئے ہیں، زور زور سے گریہ مت کرو کہیں ایسا نہ ہو کہ مہمانوں کے آرام میں خلل پڑے! مہمان نوازی تو ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے۔

اس کے بعد اس نے حکم دیا کہ ایک دنبہ ذبح کیا جائے تاکہ مسلمانوں کی خاطر مدارات کی جاسکے۔ جب وہ خاتون خیمے میں آئی تو حاجیوں نے اس سے کہا: ہمیں بہت افسوس ہے کہ ایسے موقع پر ہم آپ کو زحمت دے رہے ہیں جب کہ اس قسم کا سانحہ آپ کے ساتھ پیش آچکا ہے۔

خاتون نے کہا: حجاج کرام! میں نہیں چاہتی تھی کہ آپ کو اس واقعے کا علم ہو اور

آپ لوگ اس سے متاثر ہوں لیکن جب آپ لوگوں کو علم ہو ہی چکا ہے تو مجھے اجازت دیجیے کہ میں دو رکعت نماز پڑھ لوں۔

حاجیوں نے پوچھا: کیوں؟

خاتون نے کہا: اس لیے کہ قرآن مجید میں ارشاد رب العزت ہے:

﴿وَاسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلاةِ﴾ (سورۂ بقرہ، آیت ۴۵)

صبر اور نماز کے ذریعے مدد طلب کرو۔

میں چاہتی ہوں کہ اس مصیبت اور آزمائش میں نماز کے ذریعہ مدد طلب کروں۔

بعد میں اس نے پوچھا: تم میں سے کوئی قرآن کی تلاوت کر سکتا ہے؟

حاجیوں میں سے ایک نے مصیبت کے موقع پر پڑھی جانے والی اس آیت کی تلاوت کی: ﴿وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنفُسِ وَالثَّمَرَاتِ وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ ☆ الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُمْ مُصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ ☆ أُوْلَئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِنْ رَبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ﴾ (سورۂ بقرہ، آیات ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷) اور ہم تمہیں کچھ خوف اور کچھ بھوک سے، مالوں اور جانوروں اور پھلوں کی کمی سے ضرور آزمائیں گے اور (اے رسولؐ) ایسے صبر کرنے والوں کو کہ جب ان پر کوئی مصیبت آتی ہے تو وہ کہتے ہیں ہم تو خدا ہی کے ہیں اور ہم اُسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں خوشخبری دے دو کہ انہی لوگوں پر خدا کی طرف سے عنایت اور رحمت ہے۔

خاتون نے کہا: خداوندا! اگر اس دنیا میں کوئی شخص ہمیشہ باقی رہ سکتا تو اس کے

سب سے زیادہ مستحق تیرے حبیب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ انہیں باقی رہنا چاہیے تھا، پروردگارا! تو نے قرآن مجید میں صبر کا حکم دیا ہے اور صابر کو جزا دینے کا وعدہ فرمایا ہے، میں اپنے جوان بیٹے پر صبر کرتی ہوں تو اس کے بدلے مجھے اجر و ثواب عطا فرما اور میرے بیٹے کی مغفرت فرما۔

یہ کہنے کے بعد وہ خاتون اپنے کام کاج میں اس طرح مشغول ہوگئی جیسے کچھ ہوا ہی نہیں۔ (بکھرے موتی ج۱، ص ۵۵، گنجینۂ معارف ج۱، ص ۶۱۶ کچھ اختلاف و اختصار کے ساتھ نقل از تفسیر نمونہ ج۱، ص ۵۳۵)

۲۔ صبر و ایمان:

ہارون رشید کا وزیر ''اصمعی'' شکار کے لیے ساتھیوں کے ساتھ گیا ہوا تھا۔ شکار کرتے کرتے اس کے ساتھی پیچھے رہ گئے اور آخر کار وہ اپنے ساتھیوں سے بچھڑ گیا۔ کہتے ہیں اس حال میں یک و تنہا پیاس کا غلبہ، ہوا گرم تھی، صحرا میں اس نے دور سے ایک خیمہ دیکھا، اپنے آپ سے کہا: چلو اس خیمہ میں جا کر آرام کرتا ہوں، بعد میں ساتھیوں کو ڈھونڈ لوں گا۔ وہ آدھے جہاں کا وزیر تھا، کہتا تھا جب میں قریب پہنچا تو ایک حسین و جمیل جوان عورت کو دیکھا جو خیمہ میں تنہا بیٹھی ہوئی ہے۔ عرب لوگ مہمانوں کو بہت دوست رکھتے ہیں جیسے ہی اس عورت نے مجھے دیکھا تو سلام کیا اور کہا: اندر تشریف لے آئیں۔ میں خیمہ کے اندر چلا گیا۔ اس عورت نے مجھے بیٹھنے کے لیے کہا میں جب خیمہ میں بیٹھ گیا تو میں نے اس سے کہا: مجھے بہت پیاس لگی ہے۔ اس کا رنگ تبدیل ہوگیا اور کہا: کیا کروں مجھے میرے شوہر کی اجازت نہیں ہے

کہ میں تم کو پانی دے سکوں لیکن میرے پاس دوپہر کے کھانے کے لیے دودھ رکھا ہوا ہے تم دودھ پی لو، میں دوپہر کا کھانا نہیں کھاؤں گی! اصمعی کہتا ہے: میں نے دودھ پیا، وہ عورت مجھ سے باتیں نہیں کر رہی تھی، اچانک میں نے دیکھا کہ اس کی حالت غیر ہو رہی ہے، کیا دیکھا کہ دور سے ایک کالے رنگ والا شخص آ رہا ہے۔ عورت نے کہا: میرا شوہر آ رہا ہے۔ میں دیکھ رہا تھا کہ عورت نے جو مجھے پانی نہیں دیا اس کی وجہ یہ تھی کہ اس کا شوہر پانی اپنے ساتھ لے گیا تھا۔ اس عورت نے اس بداخلاق کالے مرد کو اونٹ سے اتارا اور اس کے ہاتھ پیر دھلوائے اور عزت واحترام کے ساتھ خیمہ میں لائی۔ اس بداخلاق مرد نے میری کچھ پروانہ کی اور عورت سے تیز لہجے میں گفتگو کر رہا تھا۔ اصمعی کہتا ہے: مجھے اس مرد سے نفرت ہوئی اور میں اپنی جگہ سے اُٹھا اور اس بات کی پروانہ کی کہ باہر گرمی ہے۔ میں خیمے سے باہر نکل گیا پھر بھی اس مرد نے میری پروانہ کی لیکن اس عورت نے میرا ساتھ دیا۔ میں نے اس سے کہا: اے عورت حیف ہے کہ تو اس جوانی کے ہوتے ہوئے اس مرد سے کس وجہ سے دل لگائے ہوئے ہے؟ پیسوں کی خاطر؟ معلوم ہے کہ اس کے مالی حالات بہتر نہیں ہیں، اس نے تجھے بیابان میں ڈالا ہوا ہے۔ اخلاق کی وجہ سے؟ یہ بھی مجھے پتا چل گیا ہے اس کا اخلاق کتنا عجیب ہے۔ اس کی خوبصورتی کی وجہ سے؟ یہ بوڑھا اور رنگ وروپ کا اچھا نہیں ہے۔ پس کس وجہ سے اس کے ساتھ رہ رہی ہو؟ کہتا ہے میں نے ایک مرتبہ دیکھا کہ عورت کا رنگ تبدیل ہوا اور بولی: اے اصمعی! تجھ پر حیف ہے، میں نہیں سمجھتی تھی کہ تو ہارون رشید کا وزیر ہوتے ہوئے اس طرح کی باتیں کرے گا اور

میرے دل سے میرے شوہر کی محبت کو کم کرے گا۔ اے اصمعی تو جانتا ہے کہ میں کیوں اس طرح کر رہی ہوں؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ میں نے پیغمبر اکرم ﷺ کا فرمان سنا ہے کہ آپؐ نے فرمایا: "اَلْاِیْمَانُ نِصْفُهُ الصَّبْرُ وَ نِصْفُهُ الشُّکْرُ" یعنی ایمان کے دو حصے ہیں آدھا صبر، آدھا شکر۔ میں خدا کا اس بات پر شکر کرتی ہوں کہ اس نے مجھے حُسن دیا، جوانی دی اور اچھا اخلاق دیا اور اس کا شکر ہے کہ اس نے مجھے توفیق دی کہ اپنے ایمان کو کامل کرنے کے لئے اس مرد کی بداخلاقی پر صبر کروں۔ دنیا ختم ہو جائے گی اور میں چاہتی ہوں کہ میرا ایمان کامل ہو جائے اور کامل ایمان کے ساتھ اس دنیا سے چلی جاؤں اس لئے میں نے شکر و صبر کا دامن نہیں چھوڑا۔ (گنجینۂ معارف ج۱، ص۶۱۶)

(۳۵)

صدقہ

آیات:

۱۔خدا کی راہ میں:

﴿وَمِنْهُمْ مَنْ عَاهَدَ اللهَ لَئِنْ آتَانَا مِنْ فَضْلِهِ لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُونَنَّ مِنَ الصَّالِحِينَ﴾ (سورۂ توبہ، آیت ۷۵)

اوران میں وہ بھی ہیں جنہوں نے خدا سے عہد کیا کہ اگر وہ اپنے فضل وکرم سے عطا کردے گا تو اس کی راہ میں صدقہ دیں گے اور نیک بندوں میں شامل ہوجائیں گے۔

۲۔صدقہ خدا وصول کرتا ہے:

﴿أَلَمْ يَعْلَمُوا أَنَّ اللهَ هُوَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ وَيَأْخُذُ الصَّدَقَاتِ وَأَنَّ اللهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ﴾ (سورۂ توبہ، آیت ۱۰۴)

کیا یہ نہیں جانتے کہ اللہ ہی اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور زکوٰۃ وخیرات کو وصول کرتا ہے اور وہی بڑا توبہ قبول کرنے والا اور مہربان ہے۔

۳۔ مخفی صدقہ دینا:

﴿إِنْ تُبْدُوا الصَّدَقَاتِ فَنِعِمَّا هِيَ وَإِنْ تُخْفُوهَا وَتُؤْتُوهَا الْفُقَرَاءَ فَهُوَ خَيْرٌ لَكُمْ وَيُكَفِّرُ عَنْكُمْ مِنْ سَيِّئَاتِكُمْ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ﴾ (سورۂ بقرہ، آیت ۲۷۱)

اگر تم صدقہ علی الاعلان دو گے تو یہ بھی ٹھیک ہے اور اگر چھپا کر فقراء کے حوالے کر دو گے تو یہ بھی بہت بہتر ہے اور اس کے ذریعہ تمہارے بہت سے گناہ معاف ہو جائیں گے اور خدا تمہارے اعمال سے خوب باخبر ہے۔

۴۔ مال کے پاک ہونے کا ذریعہ:

﴿خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ إِنَّ صَلَاتَكَ سَكَنٌ لَهُمْ وَاللّٰهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ﴾ (سورۂ توبہ، آیت ۱۰۳)

پیغمبر ﷺ آپ ان کے اموال میں سے زکواۃ لے لیجئے کہ اس کے ذریعہ یہ پاک و پاکیزہ ہو جائیں اور انہیں دعائیں دیجئے کہ آپ کی دعا ان کے لئے تسکین قلب کا باعث ہوگی اور خدا سب کا سننے والا اور جاننے والا ہے۔

۵۔ صدقہ برباد نہ کرو:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُبْطِلُوا صَدَقَاتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْأَذَى﴾ (سورۂ بقرہ، آیت ۲۶۴)

اے ایمان لانے والو اپنے صدقات کو منّت گزاری اور اذیت سے برباد نہ کرو۔

روایات:

ا۔بہترین صدقہ:

قال رسول اللّٰہؐ: اَفْضَلُ الصَّدَقَةِ اَنْ يَتَعَلَّمَ الْمَرْءُ الْمُسْلِمِ عِلماً ثُمَّ يُعَلِّمَهُ اَخَاهُ الْمُسْلِم (منتخب میزان الحکمۃ ص ۳۱۸)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بہترین صدقہ یہ ہے کہ کوئی مسلمان شخص علم کو سیکھے پھر اسکے بعد اپنے مسلمان بھائی کو سکھائے۔

۲۔مال کی برکت:

قال امیر المومنینؑ: بَرَكَةُ الْمَالِ فِي الصَّدَقَةِ (غرر الحکم ج ۱،ص ۷۶۸)

مولا علیؑ نے فرمایا: مال کی برکت صدقے میں ہے۔

۳۔خزانہ:

قال علیؑ: اَلصَّدَقَةُ كَنْزٌ (غرر الحکم ج ۱،ص ۷۶۹)

حضرت علیؑ نے فرمایا: صدقہ خزانہ کی مانند ہے۔

۴۔بہترین نیکی:

قال امیر المومنینؑ: اَلصَّدَقَةُ اَفْضَلُ الْحَسَنَاتِ (غرر الحکم ج ۱،ص ۷۷۰)

حضرت علیؑ نے فرمایا: صدقہ بہترین نیکی ہے۔

۵۔صدقہ کے ذریعہ علاج:

قال امیر المومنینؑ: سُوْسُوْا اَنْفُسَکُمْ بِالْوَرَعِ وَ دَاوُوْا مَرْضَاکُمْ بِالصَّدَقَۃِ (غرر الحکم ج۱،ص۷۶۹)

مولائے کائنات علیؑ نے فرمایا: اپنے نفس کو ورع و پاکدامنی کے ذریعہ کامل کرو اور اپنے مریضوں کا علاج صدقہ کے ذریعہ کرو۔

تشریح:

صدقہ دینا ایک عظیم عبادت ہے، صدقہ دینے سے بلائیں ٹل جاتی ہیں، نعمتوں میں اضافہ ہوتا ہے مال و دولت جو ہم خرچ کرتے ہیں ختم ہو جاتی ہے لیکن جو مال صدقہ کے عنوان سے دیا جاتا ہے وہ باقی رہتا ہے۔ جس شخص نے راہِ خدا میں صدقہ دیا تو اس کے ہر درہم کے بدلے جنت میں کوہِ احد کے برابر نعمتیں ملیں گی۔

حضرت امام زین العابدینؑ جب بھی کسی غریب کو کوئی چیز دیتے تھے تو اپنے ہاتھ چومتے تھے اور بعض روایات میں ہے کہ سائل کے ہاتھ کا بوسہ لیتے تھے۔ جب کسی نے امام سے اس کا سبب پوچھا تو آپؑ نے فرمایا کیا قرآن مجید میں یہ آیت نہیں پڑھی: ﴿وھو یا خذا الصدقات﴾ اور وہ (اللہ) صدقات کو وصول کرتا ہے۔ روایت میں بھی ہے۔ ''انھا (الصدقۃ) تقع فی ید اللہ قبل ان تقع فی ید السائل '' ۔صدقہ سائل کے ہاتھ میں پہنچنے سے پہلے خدا کے ہاتھ میں پہنچتا ہے یہ دراصل خدا ہے جو ہم سے صدقات لے رہا ہے، ظاہر میں تو یہ سائل ہے یا مانگنے

والے کا ہاتھ ہے لیکن حقیقت میں خدا وصول کر رہا ہے، اس اعتبار سے سائل کا ہاتھ متبرک ہو گیا ہے۔ لہٰذا اس وجہ سے میں اپنے ہاتھ کا بوسہ لیتا ہوں کہ اس ہاتھ سے ایک نیک کام صادر ہوا ہے۔ صدقہ دیجئے اور مال کو فنا ہونے سے بچائیے اور اپنے مریضوں کا علاج صدقہ کے ذریعہ کیجئے۔

آخر میں دعا کرتے ہیں بحقِ چہاردہ معصومینؑ ہمیں صدقہ دینے کی توفیق عطا فرما۔ (آمین)

واقعات:

ا۔ صدقہ دینے والا جوان:

ایک روز ایک جوان حضرت داوٗدؑ کے پاس آیا۔ فرشتۂ موت وہاں پر موجود تھا اس نے حضرت داوٗدؑ کو بتایا کہ یہ جوان سات روز کے بعد مر جائے گا اور میں سات روز بعد اس کی روح قبض کرلوں گا۔ وہ جوان اس مجلس سے اٹھ کر باہر گیا۔ راستہ میں ایک فقیر اس کے پاس آیا اور مدد کی درخواست کی۔ اس جوان نے صدقہ اس فقیر کو دیا۔ ساتویں دن جب پہنچا تو وہ جوان دوبارہ حضرت داوٗدؑ کے پاس آیا حضرت داوٗدؑ نے حیرت سے عزرائیل سے پوچھا: کیا تم نے نہیں کہا تھا کہ سات دن بعد مر جائے گا؟ ملک الموت نے جواب دیا: بالکل اسی طرح ہے لیکن اس نے صدقہ دیا تھا خداوندِ عالم نے اس کی عمر ستّر سال بڑھا دی ہے۔ (گنجینۂ معارف ج ۱، ص ۶۰۸)

۲۔شیاطین کی ماں:

کتاب انوارِ جزائری میں ہے کہ قحط کے زمانے میں کسی مسجد کے واعظ نے منبر سے کہا: ''جب کوئی شخص صدقہ دینا چاہتا ہے تو ستر شیطان اس کے ہاتھوں سے چمٹ جاتے ہیں اور اسے ایسا نہیں کرنے دیتے!''

ایک مومن نے منبر سے جب یہ بات سنی تو اُسے بڑا تعجب ہوا اور اپنے دوستوں سے کہنے لگا: ''صدقہ دینے میں ایسی تو کوئی بات نہیں ہوتی۔ میرے پاس کچھ گندم ہے میں جاتا ہوں اور ابھی مستحقین کے لیے مسجد میں لے آتا ہوں۔''

یہ کہہ کر وہ اپنی جگہ سے اٹھا اور گھر پہنچا۔ اُس کی بیوی اپنے شوہر کے ارادے سے آگاہ ہوئی تو اسے برا بھلا کہنے لگی یہاں تک کہ شدید دھمکی آمیز انداز میں بولی:

''تمہیں اس قحط کے زمانے میں اپنے بیوی بچوں کا کوئی خیال نہیں ہے؟ ہوسکتا ہے قحط سالی کا یہ سلسلہ طویل ہو جائے اور اس وقت ہم لوگ بھوک سے مر جائیں!''

اس کے علاوہ اور نہ جانے وہ کیا کیا کہتی رہی۔ بس مختصر یہ کہ بیوی نے اس کے دل میں اتنا وسوسہ پیدا کر دیا کہ وہ بے چارہ خالی ہاتھ مسجد آ گیا۔

اس کے دوستوں نے پوچھا: ''کیا ہوا؟ تم نے دیکھا کہ ستّر شیطان تمہارے ہاتھوں سے چمٹ گئے اور تمہیں صدقہ نہیں دینے دیا!''

اس شخص نے جواب دیا: ''میں نے شیطانوں کو تو نہیں دیکھا، البتہ شیطانوں کی ماں کو دیکھا ہے جو کہ ایسا نہیں کرنے دیتی ہے!''

(۳۶)

صلۂ رحم

آیات:

۱۔حکم الٰہی:

﴿إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَى﴾ (سورۂ نحل، آیت ۹۰)

بے شک اللہ عدل و احسان اور قرابت داروں کے حقوق کی ادائیگی کا حکم دیتا ہے۔

۲۔صلۂ رحم مومنین کی صفت:

﴿الَّذِينَ يُوفُونَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَلَايَنقُضُونَ الْمِيثَاقَ ☆ وَالَّذِينَ يَصِلُونَ مَا أَمَرَ اللّٰهُ بِهِ أَنْ يُوصَلَ وَيَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ وَيَخَافُونَ سُوءَ الْحِسَابِ﴾ (سورۂ رعد، آیات ۲۱،۲۰)

جو عہدِ خدا کو پورا کرتے ہیں اور عہد شکنی نہیں کرتے ہیں اور جو ان تعلقات کو قائم رکھتے ہیں جنہیں خدا نے قائم رکھنے کا حکم دیا ہے اور اس سے ڈرتے رہتے ہیں اور

بدترین حساب سے خوفزدہ رہتے ہیں۔

۳۔ قطع رحم سے پرہیز:

﴿وَاتَّقُوا اللهَ الَّذِي تَتَسَائَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ إِنَّ اللهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا﴾ (سورۂ نساء، آیت ۱)

اور اُس خدا سے بھی ڈرو جس کے ذریعے ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو اور قرابتداروں کی بے تعلقی سے بھی۔ اللہ تم سب کے اعمال کا نگراں ہے۔

۴۔ قطع تعلق کرنے والا رحمتِ الٰہی سے دور:

﴿وَالَّذِينَ يَنقُضُونَ عَهْدَ اللهِ مِنْ بَعْدِ مِيثَاقِهِ وَيَقْطَعُونَ مَا أَمَرَ اللهُ بِهِ أَنْ يُوصَلَ وَيُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ أُوْلَئِكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوءُ الدَّارِ﴾ (سورۂ رعد، آیت ۲۵)

اور جو لوگ عہدِ خدا کو توڑ دیتے ہیں اور جن سے تعلقات کا حکم دیا گیا ہے ان سے قطعِ تعلقات کر لیتے ہیں اور زمین میں فساد برپا کرتے ہیں ان کے لئے لعنت اور بدترین گھر ہے۔

۵۔ قطع رحم کرنے والے پہ خدا کی لعنت:

﴿فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ تَوَلَّيْتُمْ أَنْ تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَتُقَطِّعُوا أَرْحَامَكُمْ ☆ أُوْلَئِكَ الَّذِينَ لَعَنَهُمُ اللهُ فَأَصَمَّهُمْ وَأَعْمَى أَبْصَارَهُمْ﴾ (سورۂ محمدؐ، آیات ۲۳،۲۲)

تو کیا تم سے کچھ بعید ہے کہ تم صاحبِ اقتدار بن جاؤ تو زمین میں فساد برپا کرو اور

قرابتداروں سے قطع تعلقات کرلو، یہی وہ لوگ ہیں جن پر خدا نے لعنت کی ہے اور ان کے کانوں کو بہرا کردیا ہے۔

روایات:

۱۔ صلۂ رحم کا فائدہ:

قال الباقرؑ: صِلَةُ الْاَرْحَامِ تُزَكِّي الْاَعْمَالَ وَ تُنْمِي الْاَمْوَالَ وَ تَدْفَعُ الْبَلْوٰى وَ تُيَسِّرُ الْحِسَابَ وَ تُنْسِيءُ فِي الْاَجَلِ (بحار ج۱، ص۱۱۱، کتاب الشافی ج۴، ص۴۱)

امام محمد باقرؑ نے فرمایا: صلۂ رحم اعمال کو پاک کرتا ہے اور مال کو زیادہ کرتا ہے اور بلاؤں کو دور کرتا ہے اور حساب میں آسانی کرتا ہے اور موت میں تاخیر کرتا ہے۔

۲۔ آثار صلۂ رحم:

قال رسول اللّٰہؐ: صِلَةُ الرِّحْمِ تَزِيْدُ فِي الْعُمْرِ وَ تُنْفِي الْفَقْرَ (بحار ج۷۱، ص۱۰۳)

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: صلۂ رحم عمر کی زیادتی کا باعث ہے اور فقر کو دور کرتا ہے۔

۳۔ قطعِ رحم رحمتِ الٰہی سے دور:

قال رسول اللّٰہؐ: اِنَّ الرَّحْمَةَ لَا تُنْزِلُ عَلٰى قَوْمٍ فِيْهَا قَاطِعُ رَحِمٍ (کنز

العمال ج۳،ص ۳۶۷)

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا: اس قوم پر رحمت الٰہی نازل نہیں ہوتی جس میں قطعِ رحم کرنے والا موجود ہو۔

۴۔ بہترین خلقت:

قال علیؑ: اَفْضَلُ الشِّيَمِ صِلَةُ الْاَرْحَامِ (غرر الحکم ج۱،ص ۵۸۶)

حضرت علیؑ نے فرمایا: صلۂ رحم اعلیٰ ترین خصلت ہے۔

۵۔ صلۂ رحم کا حکم:

قال علیؑ: صِلُوْا اَرْحَامَكُمْ وَ لَوْ قَطَعُوْكُمْ (امالی طوسی ۲۰۸)

حضرت علیؑ نے فرمایا: اپنے قرابت داروں سے صلۂ رحمی کرو، اگرچہ انہوں نے تم سے قطع تعلق کیا ہو۔

تشریح:

قرآن و احادیث میں صلۂ رحم کا حکم دیا گیا ہے جو رشتہ دار محرم ہیں جیسے والدین، بہن، بھائی وغیرہ ان سے صلۂ رحم کرنا بہت ضروری ہے اگرچہ یہ لوگ ہم سے نہ ملتے ہوں اور نہ ہی ملنا چاہتے ہوں ہمیں اپنے فرض کو پورا کرنے کے لئے ان سے صلۂ رحم کرنا چاہیے، چاہے صلۂ رحم سلام کے ذریعے سے ہی کریں۔ ہم یہ کہہ کر کہ وہ تو ہم سے ملنا پسند نہیں کرتے تو ہم کیوں ملیں، ان کا فعل ان کے ساتھ ہمارا فعل ہمارے

ساتھ۔ ہر ایک نے اپنی قبر اور حساب و کتاب کے دن جواب دہ ہونا ہے۔ صلۂ رحم، عمر میں زیادتی کا باعث ہے، اخلاق کو اچھا کرتا ہے، ہاتھ کو صاحبِ کرم بناتا ہے، نفس کو پاک کرتا ہے صلۂ رحم کرنے والے سے لوگ محبت کرتے ہیں اور بے تعلقی، قطع رحم کرنے والا رحمت الٰہی سے دور ہے اور یہ خدا کی لعنت کا حق دار ہے۔ خدا ان لوگوں کو دوست رکھتا ہے جو صلۂ رحم کرتے ہیں اور ان کو معظم و محترم قرار دیتا ہے۔ اب آپ فیصلہ کریں خدا کی رحمت سے قریب ہونا چاہتے ہیں یا دور۔ اگر قریب ہونا چاہتے ہیں تو آج ہی جنہوں نے آپ سے بے تعلقی کی ہے یا آپ نے کسی سے قطع رحم کیا ہے فون کے ذریعہ ہی سہی، ان سے صلہ رحم کریں تا کہ عمر میں اضافہ ہو اور رحمت الٰہی آپ کے قریب ہو۔

خدا سے دعا کرتے ہیں بحقِ محمدؐ و آل محمدؑ ہمیں صلۂ رحم کرنے کی توفیق عطا فرما۔ (آمین)

واقعات:

ا۔ صلۂ رحم کرنے کا حکم:

ایک شخص حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور عرض کیا: میرے رشتہ دار ہیں اور میں ان سے صلۂ رحم کرتا ہوں لیکن وہ لوگ مجھے اذیت دیتے ہیں۔ میں نے ارادہ کیا ہے میں بھی ان سے بے تعلقی اختیار کرلوں، کیا میرا یہ ارادہ کرنا صحیح ہے؟ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس صورت میں خداوند متعال تم سب کو چھوڑ دے گا۔ اس

شخص نے پوچھا: پس میرا وظیفہ کیا ہے: پیغمبر اکرم ﷺ نے فرمایا:

''تَصِلُ مَنْ قَطَعَکَ تُعْطِی مَنْ حَرَّمَکَ وَ تَصِلّ مَنْ قَطَعَکَ وَ تَعْفُوا عَمَّنْ ظَلَمَکَ فَاِذَا فَعِلْتَ ذٰلِکَ کَانَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ لَکَ عَلَیْهِمْ ظَهِیْرًا''

جس نے قطع رحم کیا ہے اس سے صلۂ رحم کرو، جس نے تجھے حق سے محروم کیا ہے اس پر بخشش کرو اور جس نے تجھ پر ظلم کیا ہے اس کو معاف کر، اگر تو نے ایسا کیا تو خدا کی طرف سے تیرے لیے ان پر غلبہ حاصل ہوگا۔ (بحار ج ۴، ص ۱۰۰، گنجینۂ معارف ج ۱، ص ۵۹۸، کتاب الشافی ج ۴، ص ۴۱ کچھ اختصار کے ساتھ)۔

۲۔ صلۂ رحم اور برکت:

بنی اسرائیل میں دو جوان بھائی زندگی گزار رہے تھے وہ دونوں ایک دوسرے سے بہت محبت کرتے اور ایک دوسرے سے بہت مہربان تھے اور دونوں ایک زمین میں کاشتکاری کرتے۔ ایک بھائی شادی شدہ اور بچہ دار تھا دوسرا بھائی فقر و تنگدستی کی وجہ سے شادی نہ کر سکا۔ جس وقت گندم کاٹنے کا وقت آیا تو گندم کاٹنے کے بعد ہر ایک نے اپنے اپنے حصے کی گندم علیحدہ کی۔ اس کے بعد ہر ایک نے اپنا حصہ گھر لے جانے کا ارادہ کیا۔ غروب کے وقت بڑے بھائی نے چھوٹے بھائی سے کہا: مجھے ذرا کام ہے میں ابھی گھر سے ہو کر آرہا ہوں تم گندم کی دیکھ بھال کرو۔ جس وقت بڑا بھائی گھر گیا تو چھوٹے بھائی نے اپنے آپ سے کہا: میں اکیلا ہوں بیوی بچے تو ہیں نہیں اور میرا خرچہ بھی کم ہے لیکن میرا بھائی شادی شدہ ہے اور اس کے بیوی بچے بھی

ہیں، اس گندم کے علاوہ اس کے پاس کچھ اور ہے بھی نہیں۔ بہتر ہے کہ جب تک وہ نہیں آتا میں اپنے حصے کی کچھ گندم اس کی گندم میں ڈال دیتا ہوں تاکہ بیوی بچوں کے لیے گزربسر کرسکے۔ اس کے بعد اس چھوٹے بھائی نے اپنے حصے کی گندم بڑے بھائی کے حصے میں ڈال دی۔ جس وقت بڑا بھائی واپس آیا تو رات ہوچکی تھی۔ ساری گندم اٹھا کے بڑے بھائی کے گھر رکھ دی اور چھوٹا بھائی اپنے گھر چلا گیا۔ بڑے بھائی نے خدا کا شکر ادا کیا اور کہا: الحمدللہ میں گھر والا اور بیوی بچے والا ہوں لیکن میرا چھوٹا بھائی فقروتنگدستی کی وجہ سے شادی نہیں کرسکا۔ بہتر ہے ابھی وہ یہاں موجود بھی نہیں ہے کیوں نہ میں اپنے حصے کی گندم اس کے حصے میں ڈال دوں تاکہ اس کی گندم زیادہ ہوجائے اور شادی کے لیے رقم مہیا ہوجائے۔ اس نیت سے اس نے اپنی گندم چھوٹے بھائی کے حصے میں ڈال دی۔ جب خداوند متعال نے ان دونوں بھائیوں میں خیرخواہی، مساوات، صلۂ رحمی کو دیکھا تو دونوں بھائیوں کے رزق میں اضافہ کیا اور ان دونوں کو فقروتنگدستی سے نجات دی، جب صبح کو دونوں بھائیوں نے اپنی اپنی گندم اٹھائی تو دیکھا کہ گزشتہ سال کی نسبت اس سال گندم دگنی ہے۔ بہت تعجب کرنے لگے اور ہر ایک یہ خیال کرنے لگا کہ گندم کے زیادہ ہونے کا سبب میں ہوں کہ میں نے اپنے حصے کی گندم اس کے حصے میں ڈال دی ہے لیکن یہ دونوں نہیں جانتے تھے کہ بھائی چارہ، ایک دوسرے سے نیکی اور صلۂ رحم کرنے کی وجہ سے خداوند متعال نے ان دونوں کی گندم میں برکت عطا فرمائی ہے۔ (گنجینۂ معارف ج۱، ص۵۹۹)

(۳۷)

ظن اور گمان

آیات:

۱۔ظن وگمان سے اجتناب کا حکم:

﴿یاأَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا کَثِیرًا مِنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ﴾ (سورۂ حجرات، آیت۱۲)

ایمان والو! اکثر گمانوں سے اجتناب کرو کہ بعض گمان گناہ کا درجہ رکھتے ہیں۔

۲۔ظن وگمان ہلاکت کا باعث:

﴿بَلْ ظَنَنْتُمْ أَنْ لَنْ یَنْقَلِبَ الرَّسُولُ وَالْمُؤْمِنُونَ إِلَى أَهْلِیهِمْ أَبَدًا وَزُیِّنَ ذَلِکَ فِی قُلُوبِکُمْ وَظَنَنْتُمْ ظَنَّ السَّوْءِ وَکُنْتُمْ قَوْمًا بُورًا﴾ (سورۂ فتح، آیت۱۲)

اصل میں تمہارا خیال یہ تھا کہ رسولؐ اور صاحبان ایمان اب اپنے گھر والوں تک پلٹ کر نہیں آسکتے اور اس بات کو تمہارے دلوں میں خوب سجا دیا گیا اور تم نے بدگمانی سے کام لیا اور تم ہلاک ہو جانے والی قوم ہو۔

۳۔ برے خیالات سے منع:

﴿وَتَظُنُّونَ بِاللهِ الظُّنُونَ﴾ (سورۂ احزاب، آیت ۱۰)

اور تم خدا کے بارے میں طرح طرح کے خیالات میں مبتلا ہو گئے۔

۴۔ بُرے ظن کی سزا:

﴿وَيُعَذِّبَ الْمُنَافِقِينَ وَالْمُنَافِقَاتِ وَالْمُشْرِكِينَ وَالْمُشْرِكَاتِ الظَّانِّينَ بِاللهِ ظَنَّ السَّوْءِ عَلَيْهِمْ دَائِرَةُ السَّوْءِ وَغَضِبَ اللهُ عَلَيْهِمْ وَلَعَنَهُمْ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَهَنَّمَ وَسَائَتْ مَصِيرًا﴾ (سورۂ فتح، آیت ۶)

اور منافق مرد، منافق عورتیں اور مشرک مرد وعورت جو خدا کے بارے میں برے برے خیالات رکھتے ہیں ان سب پر عذاب نازل کر کے ان کے سر عذاب کی گردش ہے اور ان پر اللہ کا غضب ہے خدا نے اِن پر لعنت کی ہے اور ان کے لیے جہنم کو مہیا کیا ہے جو بدترین انجام ہے۔

۵۔ خیر کا گمان کرنا چاہیے:

﴿لَوْلَا إِذْ سَمِعْتُمُوهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بِأَنفُسِهِمْ خَيْرًا وَقَالُوا هَٰذَا إِفْكٌ مُبِينٌ﴾ (سورۂ نور، آیت ۱۲)

آخر ایسا کیوں نہ ہو کہ جب تم لوگوں نے اس تہمت کو سنا تھا تو مومنین و مومنات اپنے بارے میں خیر کا گمان کرتے اور کہتے کہ یہ تو کھلا ہوا بہتان ہے۔

روایات:

۱۔نیک خیال کی تصدیق کرو:

قال امیر المؤمنینؑ: مَنْ ظَنَّ بِکَ خَیْرًا فَصَدِّقْ ظَنَّهٗ (غرر الحکم ج۲،ص ۵۲)

حضرت علیؑ نے فرمایا: جو شخص تمہارے بارے میں نیک خیال (حُسن ظن) رکھتا ہے اس کے حُسن ظن کی تصدیق کرو۔

۲۔حسن ظن کے اثرات:

قال علی بن ابی طالبؑ: حُسْنُ الظَّنِّ رَاحَةُ الْقَلْبِ وَ سَلَامَةُ الدِّیْنِ (غرر الحکم ج۲،ص ۵٦)

امام علیؑ نے فرمایا: حُسن ظن دل کے سکون اور دین کی حفاظت کا سبب ہے۔

۳۔ایمان نہیں:

قال علیؑ: لَا اِیْمَانَ مَعَ السُّوْءِ (غرر الحکم ج۲،ص ۵۷)

مولا علیؑ نے فرمایا: بدگمانی (سوئے ظن) کے ساتھ کوئی دین نہیں ہے۔

۴۔سوئے ظن سے بچو:

قال امیر المومنینؑ: اِیَّاکَ اَنْ تُسِیْءَ الظَّنَّ فَاِنَّ سُوْءَ الظَّنِّ یُفْسِدُ الْعِبَادَةَ وَ یُعَظِّمُ الْوِزْرَ (غرر الحکم ج۲،ص ۵۵)

امام المتقین علیؑ نے فرمایا: خبردار سوئے ظن نہ کرنا بے شک سوئے ظن عبادت کو

برباد کردیتا ہے اور گناہ کو بڑا بنا دیتا ہے۔

۵۔ حُسنِ ظن کرو:

قال علی بن ابی طالبؑ حُسنُ الظَّنِّ یُخَفِّفُ الھَمِّ وَ یُنجِی مِن تَقَلُّدِ الِاثمِ :(غررالحکم ج۲،ص۵۵)

حضرت علیؑ نے فرمایا: حُسنِ ظن غم کو ہلکا کردیتا ہے اور گناہ کی پیروی سے نجات دلاتا ہے۔

تشریح:

ظن و گمان یعنی خیال ، وہم، وسواس، شک و شبہ احتمال دینے کے معانی میں استعمال ہوتے ہیں۔ اب انسان اچھے خیالات (حُسنِ ظن) بھی رکھ سکتا ہے اور بُرے خیالات (سوئے ظن) بھی رکھ سکتا ہے لیکن قرآن و روایات میں حُسنِ ظن کو بہتر قرار دیا ہے اور حسن ظن کے بارے میں ہے کہ بہترین عادت اور بہت بڑا نفع ہے، بڑی عطا ہے جس کا گمان نیک ہوتا ہے وہ بہشت حاصل کرنے میں کامیاب ہوجاتا ہے اور قرآن و روایات میں بُرے خیالات کی مذمت کی گئی ہے جو سوئے ظن رکھتا ہے، وہ ہر ایک سے ڈرتا ہے اور ایسے شخص کا باطن بھی اچھا نہیں ہوتا۔ ایسے شخص پر لوگ اعتماد نہیں کرتے، اس کو امانت دار نہیں سمجھتے۔ جس طرح ہم چاہتے ہیں کہ لوگ ہمارے بارے میں اچھے خیالات (حُسنِ ظن) رکھیں اس طرح ہمیں بھی

دوسروں کے بارے میں حُسنِ ظن رکھنا چاہیے۔ حُسنِ ظن ایمان کی ایک نشانی ہے اور سوئے ظن بے ایمانی کی ایک علامت ہے۔ سوئے ظن ایمان کو ختم کر دیتا ہے۔

خدا سے دعا کرتے ہیں بحقِ اہل بیتِ اطہار ؑ ہم سب کو اچھے خیالات (حُسنِ ظن) رکھنے کی توفیق عطا فرما۔ (آمین)

واقعات:

ا۔ حُسنِ ظن کی پاداش:

کہتے ہیں: کچھ راہ زن، ڈاکو رات کو اپنے گھر سے اِس خیال سے باہر نکلے کہ کسی کارواں کا راستہ روک کر ان کے مال کو تباہ و برباد کریں گے لیکن اتفاق سے اس رات کوئی کارواں ان سے نہ ٹکرایا۔ رات گئے جب کوئی نہ ملا تو ہوٹل میں چلے گئے اور ہوٹل کے دروازے کو کھٹکھٹایا۔ صاحب ہوٹل نے پوچھا کون، تو کہا: ہم چند مجاہدِ راہِ حق ہیں، چاہتے ہیں کہ آج رات یہاں پر آرام کریں۔ صاحب ہوٹل نے کافی عزت و احترام کے ساتھ ان کو اندر بلایا اور اچھی خاصی مہمان نوازی کی۔ صاحب ہوٹل نے قربۃً الی اللہ ان کی اچھی خاطر مدارات کی کہ یہ لوگ مجاہدینِ خدا ہیں، ان کی جتنی خدمت کروں اتنا ہی کم ہے۔ اس کا ایک مفلوج بیٹا تھا۔ ان مجاہدوں کو کھانا پینے دینے کے بعد اپنی بیوی کے پاس آیا اور کہا آج مجاہدِ خدا ہمارے ہوٹل میں آئے ہیں ان کا رتبہ و مقام بہت بلند ہے، کھانا کھا رہے ہیں۔ جب کھانا کھا چکیں گے تو

میں ان کے آگے سے بچا ہوا کھانا اور پانی لے کر آؤں گا تم ایسا کرنا کھانا بچے کو کھلانا اور پانی اس کے بدن پر ملنا ہوسکتا ہے خداوند متعال ان مجاہدوں کے ذریعہ میرے بیٹے کو شفا دے دے۔ بیوی نے شوہر کی باتوں کو بڑے غور سے سنا اور اس پر عمل بھی کیا۔ صبح کے وقت راہ زن، ڈاکو ہوٹل سے باہر نکلے اور راستہ میں ایک کارواں کا راستہ روک کر ان کا مال لوٹا اور رات بسر کرنے کے لیے دوبارہ ہوٹل میں آگئے لیکن انہوں نے تعجب سے دیکھا کہ جولڑکا کل رات چل نہیں سکتا تھا وہ آج رات چل رہا ہے۔ صاحب ہوٹل سے کہا: ہم نے کل رات اس بچے کو زمین گیر، مفلوج دیکھا تھا لیکن آج رات یہ بالکل صحیح وسالم ہے! صاحبِ ہوٹل نے کہا: جی ہاں آپ لوگوں کی برکت سے اس کو شفا مل گئی ہے۔ کل رات آپ کا بچا ہوا کھانا اور پانی اس کے بدن پر ملا تو یہ صحت مند و تندرست ہو گیا۔

راہ زنوں، ڈاکوؤں نے جب یہ سنا تو گریہ کرنے لگے اور کہا: ہم مجاہدینِ راہِ خدا نہیں ہیں بلکہ ڈاکو ہیں۔ خداوند متعال نے تیرے بیٹے کو تیرے حُسنِ ظن اور نیک نیّتی کی وجہ سے شفا دی ہے۔ ہم بھی خدا کی بارگاہ میں توبہ کرتے ہیں۔ ان تمام ڈاکوؤں نے توبہ کی اور اس کے بعد آخر عمر تک مجاہدینِ خدا کے راستے پر قائم رہے۔

(گنجینۂ معارف ج ۱، ص ۳۳۳)

۲۔ سوئے ظن کا انجام:

ایک شخص اپنے بچے کو بستر پر لٹا کر باہر چلا گیا۔ گھر میں ایک پالتو کتا بھی تھا جب وہ واپس گھر آیا تو کیا دیکھا کہ دروازے پہ کتا خون آلود بیٹھا ہے، اس نے بدگمانی کی اور

سوچا کہ کتے نے اس کے بچے کو کھالیا ہے۔ فوراً اس نے پستول نکال کر کتے کو مار دیا۔ جب گھر میں داخل ہوا تو کیا دیکھا کہ بچہ صحیح و سالم جھولے میں پڑا ہوا ہے اور بچے کے جھولے کے پاس ایک درندہ مرا پڑا ہے۔ گویا درندہ بچے کو کھانا چاہتا تھا لیکن کتے نے اس پر حملہ کر کے اس درندہ کو ہلاک کر دیا اور بچے کی جان بچالی۔ اس وجہ سے کتے کے منہ سے خون ٹپک رہا تھا اور جسم پر خون لگا ہوا تھا۔ یہ شخص کافی غمگین ہوا اور دوڑتا ہوا کتے کے پاس آیا دیکھا کہ کتے کی آنکھیں آنسوؤں سے تر ہیں اور اپنی بے زبانی میں کہہ رہا ہے "میں نے تیرے بچے کی جان کی حفاظت کی لیکن اے انسان! تُو نے جلد بازی اور سوئے ظن کی وجہ سے مجھے یہ انعام دیا ہے۔" (گنجینۂ معارف ج۱، ص۳۳۲)

(۳۸)

عبادت

آیات:

۱۔ خلقت کا مقصد:

﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ﴾ (سورۂ ذاریات، آیت ۵۶)

اور میں نے جنات اور انسانوں کو صرف اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے۔

۲۔ راہِ مستقیم:

﴿إِنَّ اللّٰهَ رَبِّي وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوهُ هَذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ﴾ (سورۂ آل عمران، آیت ۵۱)

اللہ میرا اور تمہارا دونوں کا رب ہے لہٰذا اس کی عبادت کرو کہ یہی راہِ مستقیم ہے۔

۳۔ حکم عبادت:

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ وَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴾ (سورۂ بقرہ، آیت ۲۱)

اے انسانو! پروردگار کی عبادت کرو جس نے تمہیں پیدا کیا اور تم سے پہلے والوں کو

بھی خلق کیا ہے شاید کہ تم اس طرح متقی اور پرہیز گار بن جاؤ۔

۴۔ عبادت انسان کی پاکیزگی کا سبب:

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلاةِ فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ وَإِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوا وَإِنْ كُنْتُمْ مَرْضَى أَوْ عَلَى سَفَرٍ أَوْ جَاءَ أَحَدٌ مِنْكُمْ مِنَ الْغَائِطِ أَوْ لامَسْتُمُ النِّسَاءَ فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوا بِوُجُوهِكُمْ وَأَيْدِيكُمْ مِنْهُ مَا يُرِيدُ اللهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِنْ حَرَجٍ وَلَكِنْ يُرِيدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ﴾

(سورۂ مائدہ، آیت ۶)

ایمان والو! جب بھی نماز کے لیے اٹھو تو پہلے اپنے چہروں کو اور کہنیوں تک اپنے ہاتھوں کو دھوؤ اور اپنے سر اور گٹّے تک پیروں کا مسح کرو اور اگر جنابت کی حالت میں ہو تو غسل کرو اور اگر مریض ہو یا سفر کے عالم میں ہو یا پیخانہ وغیرہ نکل آیا ہے یا عورتوں کو باہم لمس کیا ہے اور پانی نہ ملے تو پاک مٹی سے تیمّم کرلو اس طرح اپنے چہرے اور ہاتھوں کا مسح کرلو کہ خدا تمہارے لئے کسی طرح کی زحمت نہیں چاہتا بلکہ یہ چاہتا ہے کہ تمہیں پاک و پاکیزہ بنادے اور تم پر اپنی نعمت کو تمام کردے شاید تم اس طرح اس کے شکر گزار بندے بن جاؤ۔

۵۔ عبادت کی راہ میں صبر:

﴿فَاعْبُدْهُ وَاصْطَبِرْ لِعِبَادَتِهِ﴾ (سورۂ مریم، آیت ۶۵)

اس کی عبادت کرو اور عبادت کی راہ میں صبر کرو۔

روایات:

۱۔عبادت کا طریقہ:

قال رسول اللہؐ: اُعْبُدِ اللّٰہَ کَاَنَّکَ تَراٰہُ فَاِنْ لَمْ تَراٰہُ فَاِنَّہُ یَراٰنَ (کنز العمال ج۱۶،ص۱۲۸)

رسول اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خدا کی اس طرح عبادت کرو گویا تم اُس کو دیکھ رہے ہو اگر تم اس کو نہیں دیکھ رہے تو وہ تم کو دیکھ رہا ہے۔

۲۔عابد ترین شخص:

قال علی بن الحسینؑ: مَنْ عَمِلَ بِمٰا افْتَرَضَ اللّٰہُ عَلَیْہِ اَعْبَدِ النَّاسِ (کافی ج۲،ص۱۸۴)

حضرت امام زین العابدینؑ نے فرمایا: جس نے عمل کیا اس چیز پر جو اللہ نے ان پر فرض کی ہے تو وہ سب سے زیادہ عبادت کرنے والا ہے۔

۳۔عبادت کی زینت:

قال امیر المومنینؑ: زَیْنُ الْعِبادَۃِ اَلْخُشُوْعُ (غرر الحکم ج۲،ص۶۱)

حضرت امیر المومنینؑ نے فرمایا: عبادت کی زینت خشوع و خضوع ہے۔

۴۔عبادت کی غرض و غایت:

قال علی بن ابی طالبؑ: غایة العبادة الطاعة (غرر الحکم ج۲،ص۶۱)

حضرت علیؑ نے فرمایا: عبادت کی غرض وغایت اطاعت ہے۔

۵۔ تین طرح کی عبادت:

قال الصادقؑ: (إنَّ) العبادة ثلاثة: قوم عبدوا اللّٰہ عزوجل خوفاً فتلک عبادة العبید، و قوم عبدوا اللّٰہ تبارک و تعالیٰ طلب الثواب فتلک عبادة الاجرار، و قوم عبدوا اللّٰہ عزّوجلّ حُبّاً له فتلک عبادة الاحرار وھی افضل العبادة (کتاب الشافی ج۳،ص۳۶۶)

امام صادقؑ نے فرمایا: عبادت تین طرح کی ہے: بے شک کچھ لوگ جہنم کے خوف سے خدا کی عبادت کرتے ہیں یہ غلاموں کی عبادت ہے اور کچھ لوگ ثواب (جنت کے شوق) کی خاطر عبادت کرتے ہیں یہ عبادت تاجروں کی ہے اور کچھ لوگ صرف خدا کی محبت کی خاطر اس کی عبادت کرتے ہیں یہ آزاد لوگوں کی عبادت ہے اور یہ افضل عبادت ہے۔

تشریح:

عبادت الٰہی خدا کے تقرب کے لیے ایک ذریعہ ہے اور ہر شخص کو اس کے عمل کا اجر اس کی نیت کے مطابق دیا جائے گا۔ ہر وہ کام جو خداوند متعال کی خوشنودی کے لیے کیا جائے عبادت ہے، اس لیے ہم ہر عبادت میں نیت کے وقت یہ کہتے ہیں قربةً الی

اللہ۔ یعنی ہمارا عمل اللہ کے لیے ہے۔ انسان اس قدر عبادت سے کیوں دور ہے۔ کیا خالق کائنات نے ہمیں صحیح و سالم اعضاء و جوارح نہیں دیے؟ کیا ہمیں نعمات نہیں دیں؟ کیا ہم ان نعمتوں کے شکر بجالانے کے لیے اس کی عبادت نہیں کر سکتے۔ اگر ہم خدا کے بندے ہیں اور اس نے ہمیں عبادت کے لیے خلق کیا ہے تو آج ہی سے بلکہ ابھی سے ہم خدا کی عبادت کریں جب ہم اس کی عبادت کریں گے تو وہ ہمیں ہر چیز سے غنی کر دے گا اور خالص عبادت یہ ہے کہ انسان اپنے رب کے علاوہ کسی سے امید نہ رکھے اور اپنے گناہ کے علاوہ کسی چیز سے نہ ڈرے۔ اس شخص کو عبادت کی لذت کیسے محسوس ہوسکتی ہے جو خواہش پوری کرنے سے باز نہیں رہتا۔ عبادت کی لذت وہی محسوس کرسکتا ہے جو اللہ کے لیے عبادت کرے اور اس کا بندہ رہ کر زندگی گزارے۔ خدا نے ہر چیز کو ہمارے لیے خلق کیا اور ہمیں اپنے لیے۔

خدا سے دعا کرتے ہیں بحقِ امام زین العابدینؑ ہمیں عبادت کرنے کی توفیق عطا فرما۔ (آمین)

واقعات:

ا۔ نمونہ عبادت:

حضرت امام صادقؑ سے روایت ہے کہ میرے والد نے فرمایا: ایک دن میں اپنے والد گرامی علیؑ بن الحسینؑ کی خدمت میں حاضر ہوا میں نے دیکھا کہ عبادت

نے آپ میں بہت تاثیر کر رکھی ہے اور بیداری شب کی وجہ سے آپ کا رنگِ مبارک زرد ہو چکا ہے اور زیادہ گریہ کی وجہ سے آپ کی آنکھیں زخمی ہو چکی ہیں اور سجدہ زیادہ کرنے کی وجہ سے آپ کی نورانی پیشانی پر گٹھا بن چکا ہے اور نماز میں زیادہ کھڑے رہنے کی وجہ سے آپ کے قدموں پر ورم آ گیا ہے۔ جب میں نے اُنہیں اس حالت میں دیکھا تو میں اپنا گریہ نہ روک سکا اور میں بہت رویا آپ تفکرِ الٰہی کی طرف متوجہ تھے کچھ دیر کے بعد آپؑ نے میری طرف دیکھا تو فرمایا: امیر المومنینؑ کی عبادت کی کتاب لے آؤ کہ جن میں آپ کی عبادت لکھی ہوئی ہے۔ جب میں لے آیا ان میں سے کچھ کا مطالعہ فرمانے کے بعد انہیں زمین پر رکھ دیا اور فرمایا: کس شخص میں یہ طاقت وقوت ہے کہ علی بن ابی طالبؑ کی طرح عبادت کر سکے۔ (احسن المقال ج ۱، ص ۵۷۹)

۲۔ حضرت علیؑ اور نماز:

امیر المومنین حضرت علیؑ صفین کے معرکہ میں تھے۔ جنگ پورے زور وشور سے جاری تھی۔ دشمن کا لشکر مقابلے پر ڈٹا ہوا تھا ایسے ہی موقع پر ایک مرتبہ آپؑ نے سورج کی جانب نگاہ کی۔ ابن عباس نے پوچھا: آپ سورج کی جانب کیوں متوجہ ہیں؟

حضرت علیؑ نے فرمایا: میں زوال کا وقت شناخت کرنا چاہتا ہوں تا کہ نمازِ ظہر پڑھ سکوں۔

ابن عباس نے کہا: کیا ایسی گھمسان کی جنگ کے موقع پر نماز پڑھی جائے گی۔

امامؑ نے فرمایا: ہم ان لوگوں سے کس بات پر جنگ کر رہے ہیں؟ ہم ان سے اسی

لیے تو برسر پیکار ہیں تا کہ نماز قائم ہو سکے۔

ابن عباس بیان کرتے ہیں کہ امیر المومنینؑ نے کبھی نمازِ شب نہیں چھوڑی یہاں تک کہ جنگ صفین میں سخت ترین موقع پر یعنی لیلۃ الحریر میں بھی آپؑ نے نمازِ شب ادا کی اور نماز ظہر تو پھر بھی واجب تھی مولاؑ اس کو کیسے چھوڑ سکتے تھے۔ (بکھرے موتی ج۱،ص۲۴۰)

(۳۹)

علم

آیات:

۱۔اہمیتِ علم:

﴿الَّـذِی عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ☆ عَلَّمَ الْإِنسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ﴾(سورہٴعلق،آیات ۵،۴)

جس نے قلم کے ذریعے تعلیم دی ہے اور انسان کو وہ سب کچھ بتادیا ہے جو اسے نہیں معلوم تھا۔

۲۔انسان کی اہمیت علم کے ساتھ:

﴿وَلَـقَـدْ آتَيْـنَـا دَاوُودَ وَسُلَيْمَانَ عِلْمًا وَقَالاَالْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِی فَضَّلَنَا عَلَى كَثِيرٍ مِنْ عِبَادِهِ الْمُؤْمِنِينَ﴾(سورہٴنمل،آیت ۱۵)

اور ہم نے داوٗدؑ اور سلیمانؑ کوعلم عطا کیا تو دونوں نے کہا کہ خدا کا شکر ہے کہ اس نے ہمیں بہت سے بندوں پر فضیلت عطا کی ہے۔

۳۔علمِ انسان کسبی ہے:

﴿وَاللّٰهُ أَخْرَجَكُمْ مِنْ بُطُونِ أُمَّهَاتِكُمْ لاتَعْلَمُونَ شَيْئًا وَجَعَلَ لَكُمْ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَالْأَفْئِدَةَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴾ (سورۂ نحل، آیت ۷۸)

اور اللہ ہی نے تمھیں شکمِ مادر سے اس طرح نکالا ہے کہ تم کچھ نہیں جانتے تھے اور اسی نے تمہارے لیے کان، آنکھ اور دل قرار دیے ہیں تاکہ شاید تم شکرگزار بن جاؤ۔

۴۔علم کے حصول کی دعا:

﴿وَقُلْ رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا ﴾ (سورۂ طٰہٰ، آیت ۱۱۴)

اور یہ کہتے رہیں کہ پروردگار میرے علم میں اضافہ فرما۔

۵۔کیا عالم اور جاہل برابر ہیں؟

﴿قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لايَعْلَمُونَ ﴾ (سورۂ زمر، آیت ۹)

کہہ دیجیے کہ کیا وہ لوگ جو جانتے ہیں ان کے برابر ہو جائیں گے جو نہیں جانتے ہیں۔

روایات:

۱۔علم حاصل کرنا واجب ہے:

قَالَ رسولُ اللّٰہ: طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ اَلا اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ بُغَاةَ الْعِلْمِ (کافی ج۱، ص۳۰)

رسول خدا ﷺ نے فرمایا: علم کا طلب کرنا ہر مسلمان پر واجب ہے بے شک خداوند علم حاصل کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

۲۔ بہترین وزیر:

قال رسول اللّٰہؐ: نِعْمَ وَزِیْرُ الْاِیْمَانِ العلم (کتاب الشافی ج ۱، ص ۱۰۵)

حضرت رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: ایمان کا بہترین وزیر علم ہے۔

۳۔ علم کی زکات:

قال الباقرؑ: زَکَاۃُ الْعِلْمِ اَنْ تُعَلِّمَہُ عِبَادَ اللّٰہِ (کتاب الشافی ج ۱، ص ۹۱)

امام محمد باقرؑ نے فرمایا: علم کی زکوٰۃ یہ ہے کہ اس کی لوگوں کو تعلیم دو۔

۴۔ عظیم خزانہ:

قال علیؑ: اَلْعِلْمُ کَنْزٌ عَظِیْمٌ لَا یَفْنٰی (غرر الحکم ج ۲، ص ۱۸۷)

حضرت علیؑ نے فرمایا: علم ایسا خزانہ ہے جو کبھی فنا نہیں ہو سکتا۔

۵۔ علم بغیر عمل:

قال امیر المومنینؑ: اَلْعِلْمُ بِلَا عَمَلٍ وَبَالٌ (غرر الحکم ج ۲، ص ۱۸۷)

حضرت علیؑ نے فرمایا: علم بغیر عمل کے وبال ہے۔

تشریح:

مالکِ کائنات نے انسان کو دو اجزاء سے مرکب بنایا ہے: جسم و روح اور دونوں

اپنی حیات و بقاء کے لیے غذا کے محتاج ہیں۔ جسم کی غذا کا نام ہے مال اور روح کی غذا کا نام ہے علم۔

جسم مادی ہے لہٰذا اس کی غذا بھی مادی ہے۔ روح مجرد ہے لہٰذا اس کی غذا بھی مجرّد ہے۔ جسم خاک میں مل جانے والا ہے لہٰذا اس کی غذا بھی فانی ہے روح عالمِ ارواح سے ملحق ہونے والی ہے لہٰذا اس کی غذا بھی باقی رہنے والی شئے ہے۔ لہٰذا بہترین انسان وہ ہے جو فانی مال دے کر جاودانی علم حاصل کرلے اور بدترین صاحبِ علم وہ ہے جو باقی علم کو دے کر مال لینے کی کوشش کرے۔ علم صرف اور صرف خدا کے لیے ہونا چاہیے نہ کہ مال و دولت کے حصول کے لیے۔ علم کو کھانے پینے کا ذریعہ بنانے والا ملعون قرار دیا گیا ہے۔ مال خرچ کرنے سے کم ہو جاتا ہے اور علم کی روحانیت کا اثر یہ ہے کہ صَرف کرنے سے مسلسل بڑھتا رہتا ہے۔ تجربہ بہترین ثبوت ہے۔ مال یار بے وفا ہے اور علم ناصر باوفا۔

خدا سے دعا کرتے ہیں بحقِ بابِ مدینۃ العلم ہمیں تا دمِ آخر علم حاصل کرنے کی توفیق عطا فرما۔ (آمین)

واقعات:

ا۔ حضور اکرم ﷺ کا انتخاب:

ایک دن رسول اکرم ﷺ مدینہ منورہ میں مسجد میں داخل ہوئے آپؐ نے دو

گروہ کو دیکھا جو دو ٹولیوں کی شکل میں بیٹھے ہوئے تھے۔ دونوں ایک دوسرے کے اردگرد دائرے کی شکل میں بیٹھے کسی کام میں مشغول نظر آرہے تھے۔ ان میں سے ایک گروہ عبادت اور ذکرِ خدا میں مشغول تھا۔ دوسرا گروہ تعلیم و تعلّم میں مصروف تھا۔ یعنی کچھ سیکھ رہے تھے تو دوسرے سکھا رہے تھے۔

آپؐ نے دونوں کی طرف دیکھا اور فرمایا: خوش بخت ہیں لیکن مجھے سکھانے کے لیے بھیجا گیا ہے اور میرا کام تعلیم و تربیت ہے۔ پھر تعلیم و تعلّم کے کام میں مشغول گروہ کی طرف بڑھے اور ان کے ساتھ جا کر بیٹھ گئے۔ (موضوعی داستانیں ص ۲۶۳)

۲۔ ہمیشہ ساتھ رہنے والی دولت:

عالم ربّانی اور مردِ روحانی حضرت آیت اللہ العظمیٰ میرزا قمیؒ کی ایک مرتبہ اتفاق سے ایک حمام میں بادشاہ سے ملاقات ہوگئی۔ آقائے میرزا قمیؒ نے بادشاہ فتح علی قاچار سے فرمایا: لشکر کدھر ہے، جاہ و حشم، ثروت و دولت، تخت و تاج کہاں ہے، اکیلے کیسے آگئے؟

بادشاہ فتح علی شاہ نے کہا: قبلہ صاحبِ مال و دولت اور جاہ و حشم ایسی شئے تو نہیں جو حمام میں ساتھ آئے۔

میرزا صاحب نے فرمایا: میں جس دولت و سرمایہ کا مالک ہوں وہ اس وقت میرے ساتھ ہے۔ میرا علم حمام میں بھی میرے ساتھ ہوتا ہے چونکہ میرے سینہ میں ہے اور قیامت تک ہر جگہ میرے ہمراہ ہوگا۔ قبر میں بھی میرے ساتھ ہوگا۔ حشر میں بھی میرے ہمراہ ہوگا۔ (موضوعی داستانیں ص ۲۶۵)

(۴۰)

غَضَب وغُصَّہ

آیات:

ا۔ متقین کی صفت:

﴿وَالْكَاظِمِينَ الْغَيْظَ وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ وَاللهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ﴾ (سورۂ آلِ عمران، آیت ۱۳۴)

اور غصہ کو پی جاتے ہیں اور لوگوں کو معاف کرنے والے ہیں اور خدا احسان کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

۲۔ غصہ کو پی جانا:

﴿وَتَوَلَّى عَنْهُمْ وَقَالَ يَاأَسَفَى عَلَى يُوسُفَ وَابْيَضَّتْ عَيْنَاهُ مِنَ الْحُزْنِ فَهُوَ كَظِيمٌ﴾ (سورۂ یوسف، آیت ۸۴)

یہ کہہ کر انہوں (یعقوبؑ) نے سب سے منہ پھیر لیا اور کہا کہ افسوس ہے یوسفؑ کے حال پر اتنا روئے کہ آنکھیں سفید ہو گئیں اور غم کے گھونٹ پیتے رہے۔

۳۔غصہ کے وقت معاف کرنا:

﴿وَإِذَا مَا غَضِبُوا هُمْ يَغْفِرُونَ ﴾(سورۂ شوریٰ، آیت ۳۷)

اور جب غصہ آجاتا ہے تو معاف کر دیتے ہیں۔

۴۔حضرت یونسؑ کا غصہ:

﴿وَذَا النُّونِ إِذْ ذَهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ أَنْ لَنْ نَقْدِرَ عَلَيْهِ فَنَادَى فِي الظُّلُمَاتِ أَنْ لاَإِلَهَ إِلاَّ أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنتُ مِنْ الظَّالِمِينَ ﴾سورۂ انبیاء، آیت ۸۷)

اور یونسؑ کو یاد کرو کہ جب وہ غصہ میں آکر چلے اور یہ خیال کیا کہ ہم ان پر روزی تنگ نہ کریں گے اور پھر تاریکیوں میں جا کر آواز دی کہ پروردگار تیرے علاوہ کوئی خدا نہیں ہے تو پاک و بے نیاز اور میں اپنے نفس پر ظلم کرنے والوں میں سے تھا۔

۵۔اخلاقِ اسلامی:

﴿وَإِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ أَعْرَضُوا عَنْهُ وَقَالُوا لَنَا أَعْمَالُنَا وَلَكُمْ أَعْمَالُكُمْ سَلاَمٌ عَلَيْكُمْ لاَنَبْتَغِي الْجَاهِلِينَ ﴾(سورۂ قصص، آیت ۵۵)

اور جب لغو بات سنتے ہیں تو کنارہ کشی اختیار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارے لیے ہمارے اعمال اور تمہارے لیے تمہارے اعمال ہیں تم پر ہمارا اسلام کہ ہم جاہلوں کی صحبت پسند نہیں کرتے ہیں۔

روایات:

۱۔ ہر برائی کی چابی:

قال الصّادقؑ: اَلْغَضَبُ مِفْتَاحُ کُلِّ شَرٍّ (کافی ج۲،ص۳۰۳)

امام صادقؑ نے فرمایا: غضب وغصہ ہر برائی کی کنجی ہے۔

۲۔ غصہ کو ضبط کرنے کا ثواب:

قال الباقرؑ: مَنْ کَظَمَ غَیْظًا وَ ھُوَ یَقْدِرُ عَلٰی اِمْضَائِہٖ حَشَا اللّٰہُ قَلْبَہُ اَمْنًا وَ اِیْمَانًا یَوْمَ الْقِیَامَۃِ (کتاب الشافی ج۲،ص۴۱۰)

امام باقرؑ نے فرمایا: جس نے غصہ کو ضبط کیا حالانکہ وہ اس کو ظاہر کر سکتا تھا تو خدا اس کے دل کو روزِ قیامت امن وایمان سے پُر کر دے گا۔

۳۔ ایمان کی تباہی کا سبب:

قال رسول اللّٰہؐ: اَلْغَضَبُ یُفْسِدُ الْاِیْمَانَ کَمَا یُفْسِدُ الْخَلُّ الْعَسَلَ (کافی ج۲،ص۳۰۲)

رسولِ خدا ﷺ نے فرمایا: غصہ ایمان کو اس طرح خراب کر دیتا ہے جیسے سرکہ شہد کو۔

۴۔ عذاب سے دوری کا سبب:

قال الباقرؑ: مَنْ کَفَّ غَضَبَہُ عَنِ النَّاسِ کَفَّ اللّٰہُ عَنْہُ عَذَابَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ (کتاب الشافی ج۴،ص۲۶۵)

امام محمد باقرؑ نے فرمایا: جو اپنے غصہ وغضب کو لوگوں سے روکتا ہے روزِ قیامت اللہ تعالیٰ اس پر عذاب نہیں کرتا۔

۵۔ غصہ عقل کو ختم کر دیتا ہے:

قَالَ الصَّادِقُ: مَنْ لَمْ يَمْلِكْ غَضَبَهُ لَمْ يَمْلِكْ عَقْلَهُ (کتاب الشافی ج۴، ص ۲۶۵)

امام صادقؑ نے فرمایا: جو اپنے غصے پر قابو نہیں رکھتا وہ اپنی عقل پر قابو نہیں رکھتا۔

تشریح:

بلا وجہ غیظ وغضب سے کام لینا، بے جا غصہ ہونا یا اہل وعیال اور رشتہ داروں کی غلطی کی بنا پر یا دینی بھائیوں کی غفلت و جہالت کی وجہ سے غصہ اختیار کرنا واقعاً ایک شیطانی حالت، ابلیسی منصوبہ اور ناپسند عمل ہے۔

لہٰذا غضب وغصہ سے پرہیز کرنا ہر مسلمان کے لیے لازم وضروری ہے کیونکہ غصہ کی حالت میں انسان اپنی عقل پر قابو نہیں رکھتا اور جو کچھ شیطان اس سے کہلوانا چاہتا ہے، انسان کہہ دیتا ہے بعد میں پشیمان ہوتا ہے اور بعض اوقات غصہ کی حالت میں انسان ایسے گناہوں کا مرتکب ہو جاتا ہے جس کی تلافی ناممکن اور محال ہے۔

غصے کو پی جانا انبیاء، اولیاء اور ائمہ طاہرینؑ کی صفات میں سے ایک ہے، ہمیں بھی اس صفت کو اپنانا چاہیے۔

خدا سے دعا کرتے ہیں بحقِ امام موسیٰ کاظم ؑ ہمیں غصہ پر قابو کرنے کی توفیق عطا فرما۔(آمین)

واقعات:

ا۔غصہ نہ کرنا:

ایک شخص رسول خدا ﷺ سے کہنے لگا مجھے کچھ تعلیم دیجئے آپؐ نے فرمایا: اور غصہ نہ کرو اس نے کہا میرے لیے آپ کا یہ حکم کافی ہے اس کے بعد وہ اپنے گھر چلا گیا وہاں معلوم ہوا کہ اس کی قوم جنگ کے لیے آمادہ ہے صف بندی ہو چکی ہے اور لوگوں نے ہتھیار بدن پر اٹھا لیے ہیں، یہ حال دیکھ کر اس نے بھی اپنے بدن پر ہتھیار ڈالے اور لڑنے کے لیے آمادہ ہوا تب اس کو رسول اللہ ﷺ کا قول یاد آیا۔ غصہ نہ کرنا۔ فوراً اپنے بدن سے ہتھیار اتارے اور ان کے پاس گیا جن سے دشمنی تھی اور کہا: لوگو! تم میں سے کسی کو زخم لگا ہے یا کوئی قتل ہوا ہے یا چوٹ وغیرہ کھائی جس کا اثر اب نہ ہو تو میں اپنے مال میں سے تم لوگوں کو دیت دینے کے لیے تیار ہوں۔ میری قوم سے اس کا کوئی تعلق نہ ہوگا میں خود یہ وعدہ پورا کروں گا۔ انہوں نے کہا: جو تم کہہ رہے ہو یہ تم اپنے پاس رکھو ہم تم سے زیادہ جوانمردی دکھانے کے اہل ہیں۔ پس اس کے بعد ان میں صلح ہوگئی اور غصہ دور ہو گیا۔ (آپ نے دیکھا غصہ کو پی جانے کی وجہ سے دو قومیں ایک ہوگئیں) (کتاب الشافی ج ۴، ص ۲۶۴)

۲۔ شرطِ نبوت و جانشینی:

پیغمبروں میں سے ایک پیغمبر حضرت یسعؑ کی عمر مبارک کے آخری ایام تھے انہوں نے اپنی جانشینی کے بارے میں سوچا۔ لوگوں کو جمع کیا اور فرمایا: جو بھی مجھ سے تین کاموں کا وعدہ کرے گا میں اس کو اپنا جانشین منتخب کروں گا۔ ۱۔ دن کو روزہ رکھے۔ ۲۔ رات کو بیدار رہے۔ ۳۔ غصہ نہ کرے۔

لوگوں میں سے ایک جوان جس کی کوئی اہمیت نہ تھی درمیان سے اٹھا اور کہا کہ میں ان شرائط پر عمل کروں گا۔ دوسرے دن پھر حضرت یسعؑ نے لوگوں کے سامنے اس بات کو دہرایا۔ اس جوان کے علاوہ کسی نے جواب نہیں دیا۔ حضرت یسعؑ نے اس جوان کو اپنا جانشین مقرر کیا یہاں تک کہ اس دنیا سے رخصت ہوئے۔ خداوند متعال نے اس جوان کو جو حضرت ذوالکفل تھے نبوت پر فائز کیا۔ شیطان نے سوچا کیوں نہ اس جوان کو غصہ دلواؤں، اس کے وعدے کو توڑواتا ہوں۔

ابلیس نے اپنے ایک ساتھی جس کا نام ابیض تھا، کو کہا جاؤ اور اس جوان (ذوالکفل) کو غصہ میں لاؤ! حضرت ذوالکفل رات کو شب بیداری کرتے اور دن میں بہت کم سوتے۔ ابیض نامی شیطان نے صبر کیا کہ وہ دن میں سو جائیں۔ جب وہ دن میں سوئے تو یہ ان کے قریب آیا اور زور زور سے چلانے لگا کہ مجھ پر ظلم ہوا ہے میرا حق ظالم سے دلوائیں۔ حضرت نے فرمایا: جاؤ اس کو میرے پاس لے کر آؤ! ابیض نے کہا: میں یہاں سے نہیں جاؤں گا! ذوالکفلؑ نے اس کو اپنی انگوٹھی دی کہ یہ ظالم کو دکھانا وہ تمہارے ساتھ میرے پاس آجائے گا۔ ابیض نے انگوٹھی لی اور فوراً

جا کر واپس آ گیا اور فریاد کرنے لگا: میں مظلوم ہوں! ظالم نے انگوٹھی کی طرف توجہ ہی نہ کی اور میرے ساتھ آنے سے انکار کر دیا۔ دوبارہ ذوالکفل نے اس سے فرمایا: اچھا مجھے کچھ دیر سونے دو گزشتہ رات بھی نہیں سویا! ابیض نے کہا: مجھ پر ظلم ہوا ہے اور تم آرام کرنا چاہتے ہو! حضرت ذوالکفلؑ نے کچھ لکھ کر اس کو دیا کہ یہ اس ظالم کو جا کر دو اور اس کو میرے پاس لے کر آؤ۔

تیسرے دن جب آرام کرنے لگے تو ابیض نامی شیطان نے ان کو بیدار کیا: ذوالکفل نے ابیض کا ہاتھ پکڑا اور اس کے ساتھ چل پڑے لیکن غصہ نہیں کیا۔

ابیض نے جب یہ دیکھا کہ ان کو غصہ نہیں آ رہا ہے تو اپنا ہاتھ ذوالکفل سے چھڑوا کر بھاگ گیا۔ (گنجینۂ معارف ج۱،ص ۶۵۵)

(۴۱)

غیبت

آیات:

۱۔غیبت کرنا منع ہے:

﴿وَلاَ يَغْتَبْ بَعْضُكُمْ بَعْضًا أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَنْ يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوهُ وَاتَّقُوا اللّٰهَ إِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَحِيمٌ﴾ (سورۂ حجرات، آیت۱۲)

اور ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو کیا تم اس بات کو پسند کرتے ہو کہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھاؤ یقیناً تم برا سمجھو گے تو اللہ سے ڈرو کہ بے شک اللہ توبہ قبول کرنے والا اور مہربان ہے۔

۲۔روزِ قیامت زبان کی گواہی:

﴿يَوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ أَلْسِنَتُهُمْ وَأَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾ (سورۂ نور، آیت۲۴)

قیامت کے دن ان کے خلاف ان کی زبانیں اور ہاتھ پاؤں سب گواہی دیں گے کہ یہ کیا کر رہے تھے؟

۳۔برائی کرنے سے پرہیز:

﴿فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْأَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوا قَوْلَ الزُّورِ﴾ (سورۂ حج، آیت ۳۰)

تم ناپاک بتوں سے پرہیز کرتے رہو اور لغو اور مہمل باتوں سے اجتناب کرتے رہو۔

۴۔ مظلوم کی فریاد:

﴿لَا يُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوءِ مِنَ الْقَوْلِ إِلَّا مَنْ ظُلِمَ﴾ (سورۂ نساء، آیت ۱۴۸)

اللہ مظلوم کے علاوہ کسی کی طرف سے بھی علی الاعلان برا کہنے کو پسند نہیں کرتا۔

۵۔ اپنے گفتار کا جوابدہ:

﴿كَلَّا سَنَكْتُبُ مَا يَقُولُ وَنَمُدُّ لَهُ مِنَ الْعَذَابِ مَدًّا﴾ (سورۂ مریم، آیت ۷۹)

ہرگز ایسا نہیں ہے ہم اس کی باتوں کو درج کر رہے ہیں اور اس کے عذاب میں اور بھی اضافہ کر دیں گے۔

روایات:

۱۔ عجز و ناتوانی کی نشانی:

قال علی بن ابی طالبؑ: اَلْغِيبَةُ جُهْدُ الْعَاجِزِ (نہج البلاغہ حکمت ۴۶۱)

مولا علیؑ نے فرمایا: غیبت کرنا عاجز و ناتواں کی کوشش ہے۔

۲۔ منافق کی علامت:

قال علی بن ابی طالبؑ: اَلْغِیْبَۃُ آیَۃُ الْمُنافِقِ (غرر الحکم ج ۲، ص ۳۱۷)

حضرت علیؑ نے فرمایا: غیبت منافق کی علامت و پہچان ہے۔

۳۔ غیبت سننے والا:

قال امیر المؤمنینؑ: اَلسَّامِعُ لِلْغِیْبَۃِ کَالْمُغْتابِ (غرر الحکم ج ۲، ص ۳۱۸))

امیر المومنینؑ نے فرمایا: غیبت سننے والا غیبت کرنے والے کی مانند ہے۔

۴۔ غیبت کا کفارہ:

قال رسول اللّٰہؐ: کَفَّارَۃُ الْاَغْتِیابَ اَنْ تَسْتَغْفِرَ لِمَنِ اغْتَبْتَہُ (امالی طوسی ص ۱۹۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: غیبت کرنے کا کفارہ یہ ہے کہ جس کی تم نے غیبت کی ہے اس کے لیے استغفار کرو۔

۵۔ غیبت سے پرہیز:

قال علی بن ابی طالبؑ: اِجْتَنِب الْغِیْبَۃَ فَاِنَّھا اِدامُ کَلابِ النَّارِ ثُمَّ قَالَ یَا نُوْفُ کَذَبَ مَنْ زَعِمَ اَنَّہُ وُلِدَ مِنْ حَلالٍ وَ ھُوَ یَاکُلَ لُحُوْمَ النَّاسِ بِالْغِیْبَۃِ (وسائل الشیعہ ج ۱۲، ص ۲۸۳)

حضرت علیؑ نے نوف بکالی سے فرمایا: غیبت کرنے سے پرہیز کرو کیونکہ وہ جہنم کے کتوں کی غذا ہے۔ اس کے بعد فرمایا: اے نوف! وہ شخص جھوٹا ہے جو یہ گمان کرتا ہے کہ وہ حلال زادہ ہے حالانکہ وہ لوگوں کا غیبت کے ذریعہ گوشت کھاتا ہے۔

تشریح:

غیبت ایک ایسا گناہ ہے جس سے بچنا آج کل کے معاشرے میں بہت مشکل ہے اگر انسان کوشش کرے تو اس سے بچ سکتا ہے۔غیبت یعنی ایسی برائی اپنے برادر مومن کی پس پشت بیان کرنا جو لوگوں میں مشہور نہ ہو اور اگر ایسی برائی جو اس میں نہ ہو تو یہ بہتان ہے۔اور اگر پس پشت ایسی برائی بیان کرے جو لوگوں میں مشہور ہو تو یہ غیبت نہیں ہے مثلاً فلاں شخص داڑھی منڈواتا ہے۔کہنے والا بھی جانتا ہے اور سننے والا بھی جانتا ہے اب اگر بیان کیا جائے کہ فلاں داڑھی منڈواتا ہے تو سامع اور مسموع کے لیے گناہ نہیں ہے۔غیبت کرنا ایسا ہے جیسا انسان اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے۔غیبت جہنم کے کتوں کی غذا ہے۔واضح ہوا کہ غیبت کرنا زبان پر منحصر نہیں بلکہ جس طریقے سے بھی غیر کا نقص سمجھ میں آجائے وہ غیبت ہے خواہ وہ قول یا فعل یا اشارہ یا تحریر سے کی جائے۔

ہمیں چاہیے کہ ہم پس پشت اپنے برادر دینی کی عزت کریں اگر کوئی غیبت کرے تو اسے روکیں، اگر کوئی ایسا کرے گا تو خداوند متعال دنیا و آخرت میں اس کی مدد کرے گا۔کہاں پر غیبت کرنا جائز ہے، اس کے لیے فقہ کی کتابوں میں رجوع کریں۔جب خداوند متعال نے اس کا عیب چھپایا ہے تو ہم کون ہوتے ہیں کہ اس کے عیوب کو عیاں کریں۔ہم اپنے گریباں میں دیکھیں ہمارے اندر کتنے عیوب ہیں اور ستار العیوب نے ہمارے عیبوں پر کس طرح پردہ ڈالا ہوا ہے۔ہم اس بات کو

پسند کرتے ہیں کہ ہمارے عیب دوسروں کو پتہ چلیں۔ ہرگز ہم پسند نہیں کرتے جب ہم پسند نہیں کرتے تو ہمیں چاہیے کہ ہم بھی دوسرے کے عیبوں پر پردہ ڈالیں اگر اس طرح ہر ایک مومن کرنے لگے تو معاشرہ سے فساد اور برائی ختم ہو سکتی ہے۔

خدا سے دعا کرتے ہیں بحقِ محمدؐ و آل محمدؑ ہمیں اس برائی سے بچنے کی توفیق عطا فرما۔ (آمین)

واقعات:

ا۔ عصائے موسیٰؑ

ایک دن حضرت موسیٰؑ سو رہے تھے کہ بنی اسرائیل کے کسی شخص نے آپؑ کا عصا چرا لیا۔ اسے درمیان سے کاٹ کر دو ٹکڑے زمین میں دفن کر دیے۔ جب حضرت موسیٰؑ کی آنکھ کھلی تو آپؑ نے اپنا عصا غائب پایا۔ اُسی وقت اپنے رب ذوالجلال کے حضور شکایت کی۔

خدایا! میرا عصا کہاں گیا، میرا عصا کیا ہوا؟ ندا آئی: اے موسیٰ! آپ کے عصا کو کسی نے دو ٹکڑے کر کے زمین میں دفن کر دیا ہے۔ حضرت موسیٰؑ نے عرض کیا: خدایا وہ کون ہے، کس نے یہ کام کیا، کہاں پر میرے عصا کو چھپایا ہے؟

جواب ملا: اے موسیٰ آپ کو تو معلوم ہے میرا حکم ہے کہ میرے بندوں کے عیبوں پر پردہ ڈالا جائے، ان کی پردہ پوشی کی جائے۔ آپ جس جگہ کھڑے ہیں اسی جگہ پر

اپنے عصا کو آواز دیں۔ میں آپ کے عصا کو سننے کی قدرت عطا کروں گا۔ وہ آپ کی آواز سن کر آپ کا جواب دے گا۔

حضرت موسیٰؑ نے اپنے عصا کو آواز دی۔ عصا نے خدا کی قدرت سے جواب دیا اور زمین سے دو ٹکڑے برآمد ہوئے۔ آپؑ نے اپنے عصا کے دونوں حصوں کو اٹھالیا اور پھر آپس میں ملا دیا۔ (موضوعی داستانیں ص ۲۷۳)

۲۔ حقیقتِ غیبت:

انس کہتے ہیں: پیغمبر اکرم ﷺ نے ایک روز لوگوں کو ایک دن روزہ رکھنے کا حکم دیا اور فرمایا: میری اجازت کے بغیر کوئی افطار نہ کرے۔ لوگوں نے روزہ رکھا جب افطار کا وقت ہوا تو ایک شخص آیا اور کہا: اے رسول خدا ﷺ میرا روزہ تھا اگر اجازت دیں تو افطار کرلوں۔ پیغمبر اکرم ﷺ نے اس کو افطار کی دعوت دی۔

اسی طرح لوگ آتے رہے اور پیغمبر ﷺ سے اجازت لیتے رہے اور افطار کرتے رہے یہاں تک کہ ایک شخص آیا اور عرض کیا: میرے گھر والوں میں سے دو بچیوں نے روزہ رکھا تھا اور وہ آپ کے پاس آتی ہوئی شرماتی ہیں۔ آپ ان کو اجازت دیں کہ وہ افطار کرلیں۔ پیغمبر ﷺ نے اس شخص سے اپنا منہ پھیر لیا۔ اس نے دوبارہ کہا پھر پیغمبر ﷺ نے منہ موڑ لیا۔ جب تیسری مرتبہ کہا تو پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا: ان کا روزہ نہیں تھا اور کس طرح کا روزہ تھا حالانکہ آج انہوں نے لوگوں کا گوشت کھایا؟ جاؤ اور ان دونوں کو حکم دو کہ قے کریں۔

وہ مرد گھر واپس آیا اور ان دونوں کو آ کر بتایا اور حکم دیا کہ قے کریں۔ جب ان

دونوں نے قے کی تو گوشت کے ٹکڑے باہر نکلے، وہ شخص پیغمبر ﷺ کی خدمت میں واپس آیا اور سارا واقعہ بیان کیا۔ پیغمبر اکرم ﷺ نے فرمایا: خدا کی قسم! جس کے قبضۂ قدرت میں محمد ﷺ کی جان ہے اگر یہ گوشت کے ٹکڑے ان کے شکم میں باقی رہتے تو جہنم کی آگ ان کو کھا جاتی۔ (گنجینۂ معارف ج ۲، ص ۶۳۴ نقل از محجۃ البیضاء ج ۵، ص ۲۵۲)

(۴۲)

فقر و ناداری

آیات:

۱۔ شادی کے وقت فقر سے مت ڈرو:

﴿إِنْ يَكُونُوا فُقَرَاءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهِ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ﴾ (سورۂ نور، آیت۳۲)

اگر وہ فقیر بھی ہوں گے تو خدا اپنے فضل و کرم سے انہیں مال دار بنا دے گا خدا بڑی وسعت والا اور صاحبِ علم ہے۔

۲۔ اوصافِ متقین:

﴿وَآتَى الْمَالَ عَلَى حُبِّهِ ذَوِي الْقُرْبَى وَالْيَتَامَى وَالْمَسَاكِينَ وَابْنَ السَّبِيلِ وَالسَّائِلِينَ﴾ (سورۂ بقرہ، آیت ۱۷۷)

اور محبتِ خدا میں قرابتداروں، یتیموں، مسکینوں، غربت زدہ مسافروں، سوال کرنے والوں کو مال دیتے ہیں۔

۳۔ فقراء کی مدد نہ کرنے کا انجام:

﴿مَا سَلَكَكُمْ فِي سَقَرَ ☆ قَالُوا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّينَ ☆ وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِينَ ﴾ (سورۂ مدثر، آیات ۴۲، ۴۳، ۴۴)

آخر تمہیں کس چیز نے جہنم میں پہنچا دیا۔ وہ کہیں گے کہ ہم نماز گزار نہیں تھے اور مسکین کو کھانا نہیں کھلایا کرتے تھے۔

۴۔ سائل سے سلوک:

﴿وَأَمَّا السَّائِلَ فَلَا تَنْهَرْ ﴾ (سورۂ ضحیٰ، آیت ۱۰)

اور سائل کو جھڑک مت دینا۔

۵۔ خوفِ غربت:

﴿وَإِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً فَسَوْفَ يُغْنِيكُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهِ إِنْ شَاءَ إِنَّ اللّٰهَ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴾ (سورۂ توبہ، آیت ۲۸)

اور اگر تم کو غربت کا خوف ہے تو عنقریب خدا چاہے گا تو اپنے فضل و کرم سے تمہیں غنی بنا دے گا وہ صاحبِ علم بھی ہے اور صاحبِ حکمت بھی ہے۔

روایات:

۱۔ میانہ روی:

قال الصادقؑ: ضَمِنْتُ لِمَنْ اقْتَصَدَ اَنْ لَا يَفْتَقِرَ (کافی ج ۴، ص ۵۴)

امام صادقؑ نے فرمایا: میں ضمانت دیتا ہوں کہ جو شخص بھی میانہ روی اختیار کرے

گا وہ کبھی فقیر نہیں ہوگا۔

۲۔فقراء کے پاس بیٹھنے کا حکم:

قال علی بن ابی طالبؑ: جَالِسَ الْفُقَرَاءِ تَزْدَدْ شُکْرًا (غررالحکم ج۲، ص۳۵۱)

مولائے کائنات علیؑ نے فرمایا: فقیروں کے پاس بیٹھوتا کہ تم شکر میں اضافہ کرسکو۔

۳۔ایمان کی زینت:

قال امیر المؤمنینؑ: اَلْفَقْرُ زِیْنَۃُ الْاِیْمَانِ (غررالحکم ج۲،ص۳۴۷)

حضرت علیؑ نے فرمایا: فقر (صبر ورضا کے ساتھ) ایمان کی زینت ہے۔

۴۔فقر کا اظہار مت کرو:

قال علی بن ابی طالبؑ: مَنْ اَظْهَرَ فَقْرَہٗ اَذَلَّ قَدْرَہٗ (غررالحکم ج۲،ص ۳۴۹)

امیر المومنینؑ نے فرمایا: جس نے اپنے فقر کا اظہار کیا اس نے اپنی قدر ومنزلت کو گھٹا دیا۔

۵۔سب سے بڑا فقیر:

قال امیر المؤمنینؑ: اَفْقَرَ النَّاسِ مَنْ قَتَّرَ عَلٰی نَفْسِہٖ مَعَ الْغِنٰی وَ السَّعَۃِ وَ خَلَّفَہٗ لِغَیْرِہٖ (غررالحکم ج۲،ص۳۵۲)

حضرت علیؑ نے فرمایا: سب سے بڑا فقیر وہ ہے جو فراخی وثروت مندی کے باوجود خود کو تنگی میں رکھے اور اس کو غیر کے لیے چھوڑ جائے۔

تشریح:

فقر یعنی محتاج و مفلسی کوئی بری چیز نہیں ہے، اگر یہی فقر صبر و رضا کے ساتھ ہو تو ایمان ہے اور اگر فقر پر صبر نہیں ہے تو اس سے بہتر موت ہے۔ شیطان انسان کو فقر سے ڈراتا ہے جبکہ خداوند اپنے فضل و کرم سے دینے کا وعدہ کرتا ہے، فقیروں سے محبت ورع و پرہیز گاری کو کسب کرتا ہے۔ انسان کو کسی کے آگے ہاتھ پھیلانے کی ضرورت نہیں، فقط اس کے آگے ہاتھ پھیلائے جس کے سامنے ہر ایک ہاتھ پھیلاتا ہے، ہر ایک اس سے سوال کرتا ہے۔ ہم سب فقیر ہیں اور خداوند غنی مطلق ہے۔ بہت سے فقیر غنی ہیں اور بہت سے غنی فقیر ہیں، بہت سے فقیر ایسے ہیں کہ لوگ ان کے نیاز مند ہوتے ہیں۔ جس پر فقر و ناداری غالب آجاتی ہے اسے چاہیے کہ ''لاحول ولا قوۃ الا باللّٰہ العلی العظیم'' زیادہ سے زیادہ پڑھے۔

خدا سے دعا کرتے ہیں بحقِ محمدؐ و آلِ محمدؑ ہمیں فقر میں صبر و رضا عطا فرما اور مال کو راہِ خدا میں خرچ کرنے کی توفیق عطا فرما۔ (آمین)

واقعات:

۱۔ حقیقی شیعہ:

کافی دور سے ایک امام صادقؑ کا شیعہ حضرت کی خدمت میں آیا۔ حضرت نے احوال پرسی کے دوران اس سے پوچھا: تمہارے ہم شہری کیسے ہیں؟ اس نے کہا:

سب خیریت سے ہیں اور صراطِ مستقیم اور آپؑ کے خاندانِ رسالت کی پیروی میں زندگی بسر کررہے ہیں۔

امام صادقؑ نے پوچھا: صاحبانِ ثروت کا برتاؤ فقیروں کے ساتھ کس طرح ہے؟ اس نے عرض کیا: اس بارے میں ان کا برتاؤ اتنا اچھا نہیں ہے۔ حضرت نے فرمایا: کیا ثروت مند افراد فقیروں کی مدد کرتے ہیں اور معاشِ زندگی کے بارے میں ان کا خیال رکھتے ہیں۔

اس شخص نے جواب دیا: بہت ہی افسوس کے ساتھ اس طرح کا اخلاق و کردار ہمارے درمیان بہت کم دیکھا جاتا ہے۔

حضرت نے فرمایا: اگر اس طرح ہے، تو پھر وہ لوگ کس طرح ہمارے پیروکار اور شیعہ ہیں؟ (گنجینۂ معارف ج۱، ص۱۷۶ نقل از المحجۃ البیضاء ج۶، ص۹۰)

۲۔ امام حسینؑ اور سائل:

مقتل خوارزم اور جامع الاخبار سے روایت ہوئی ہے کہ ایک اعرابی امام حسینؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ فرزند رسول ﷺ میں پوری دیت (خونبہا) کا ضامن ہوا ہوں اور اس کے ادا کرنے کی قدرت مجھ میں نہیں ہے لہٰذا میں نے دل میں خیال کیا کہ سب سے زیادہ کریم شخص سے سوال کروں اور کوئی شخص اہل بیت رسالت سے زیادہ کریم میرے خیال میں نہیں ہے۔ آپؑ نے فرمایا: اے عرب بھائی میں تین مسئلے تجھ سے پوچھتا ہوں اگر ایک کا جواب دیا تو دیت کا تیسرا حصہ تجھے دوں گا اور اگر دو سوالوں کا جواب دیا تو دو ثلث دیت کا تجھے ملے گا اور اگر تینوں سوالات

سب خیریت سے ہیں اور صراطِ مستقیم اور آپؑ کے خاندانِ رسالت کی پیروی میں زندگی بسر کر رہے ہیں۔

امام صادقؑ نے پوچھا: صاحبانِ ثروت کا برتاؤ فقیروں کے ساتھ کس طرح ہے؟

اس نے عرض کیا: اس بارے میں ان کا برتاؤ اتنا اچھا نہیں ہے۔ حضرت نے فرمایا: کیا ثروت مند افراد فقیروں کی مدد کرتے ہیں اور معاشِ زندگی کے بارے میں ان کا خیال رکھتے ہیں۔

اس شخص نے جواب دیا: بہت ہی افسوس کے ساتھ اس طرح کا اخلاق و کردار ہمارے درمیان بہت کم دیکھا جاتا ہے۔

حضرت نے فرمایا: اگر اس طرح ہے، تو پھر وہ لوگ کس طرح ہمارے پیروکار اور شیعہ ہیں؟ (گنجینۂ معارف ج۱، ص۱۷۶ نقل از المحجۃ البیضاء ج۶ ص۹۰)

۲۔ امام حسینؑ اور سائل:

مقتل خوارزم اور جامع الاخبار سے روایت ہوئی ہے کہ ایک اعرابی امام حسینؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ فرزند رسول ﷺ میں پوری دیت (خونبہا) کا ضامن ہوا ہوں اور اس کے ادا کرنے کی قدرت مجھ میں نہیں ہے لہٰذا میں نے دل میں خیال کیا کہ سب سے زیادہ کریم شخص سے سوال کروں اور کوئی شخص اہل بیت رسالت سے زیادہ کریم میرے خیال میں نہیں ہے۔ آپؑ نے فرمایا: اے عرب بھائی میں تین مسئلے تجھ سے پوچھتا ہوں اگر ایک کا جواب دیا تو دیت کا تیسرا حصہ تجھے دوں گا اور اگر دو سوالوں کا جواب دیا تو دو ثلث دیت کا تجھے ملے گا اور اگر تینوں سوالات

کے جواب بتائے تو وہ سارا مال تجھے دے دوں گا۔ اعرابی نے فرمایا: اے فرزندِ رسول ﷺ یہ کس طرح ہوسکتا ہے کہ آپؑ جیسی ہستی جو صاحبِ علم وشرف ہے، اس فدوی سے جو بدو عرب ہے سوال کرے۔ حضرت نے فرمایا: میں نے اپنے جدِّ بزرگوار رسول خدا ﷺ سے سنا ہے کہ آپؐ نے فرمایا: **المعروف بقدر المعروفة** یعنی نیکی و بخشش کا دروازہ لوگوں کی معرفت کے اندازے کے مطابق ان پر کھولا جائے۔

اعرابی نے عرض کیا کہ آپؑ جو چاہیں سوال کیجیے اگر معلوم ہوا تو جواب دوں گا ورنہ آپؑ سے پوچھ لوں گا اور قوت وطاقت صرف خدا کے لیے ہے۔

حضرت نے فرمایا: تمام اعمال سے افضل کون سا عمل ہے؟

عرض کیا: اللہ پر ایمان لے آنا۔

حضرت نے فرمایا: کون سی چیز لوگوں کو ہلاکتوں سے بچا سکتی ہے؟

عرض کیا: اللہ پر اعتماد اور توکل کرنا۔

حضرت نے فرمایا: مرد کی زینت کیا چیز ہے؟

اعرابی نے کہا: علم کہ جس کے ساتھ حلم ہو۔

حضرتؑ نے فرمایا: اگر اس شرف پر اس کی دسترسی نہ ہو تو، عرض کیا پھر مال کہ جس کے ساتھ مروّت و جوانمردی ہو۔ فرمایا: اگر یہ بھی اس کے پاس نہ ہو تو کہنے لگا، فقر و فاقہ جس کے ساتھ صبر وتحمل ہو۔

حضرتؑ نے فرمایا: اگر یہ بھی نہ ہو تو، اعرابی نے کہا کہ آسمان سے بجلی گرے اور

اس کو جلا دے کیونکہ وہ اس کے علاوہ کسی اور چیز کا مستحق نہیں۔

پس آپ مسکرائے اور ایک تھیلی جس میں ہزار دینار سرخ تھے اس کو عطا کی اور اپنی انگوٹھی بھی اسے عطا فرمائی کہ جس کے نگینے کی قیمت دو ہزار درہم تھی۔ فرمایا: اس زر و مال سے تم خون بہا ادا کرو اور یہ انگوٹھی اپنے اخراجات میں صرف کرو۔ اعرابی نے زر و مال اٹھایا اور اس آیت مبارکہ کی تلاوت کی ﴿اللّٰہ اعلم حیث یجعل رسالتہ﴾ خدا زیادہ علم رکھتا ہے کہ وہ اپنی رسالت کو کہاں قرار دیتا ہے۔ (احسن المقال ج ۱، ص ۳۴۴)

(۴۳)

قرآن

آیات:

۱۔قرآن سننے کے آداب:

﴿وَإِذَا قُرِءَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ﴾(سورۂ اعراف،آیت۲۰۴)

اور جب قرآن کی تلاوت کی جائے تو خاموش ہوکر غور سے سنو کہ شاید تم پر رحمت نازل ہوجائے۔

۲۔جاودانی معجزہ:

﴿وَإِنْ كُنتُمْ فِي رَيْبٍ مِمَّا نَزَّلْنَا عَلَى عَبْدِنَا فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِنْ مِثْلِهِ وَادْعُوا شُهَدَائَكُمْ مِنْ دُونِ اللهِ إِنْ كُنتُمْ صَادِقِينَ ﴾(سورۂ بقرہ،آیت۲۳)

اگر تمہیں اس کلام کے بارے میں کوئی شک ہے جسے ہم نے اپنے بندے پر نازل کیا ہے تو اس کا جیسا ایک ہی سورہ لے آؤ اور اللہ کے علاوہ جتنے تمہارے مددگار ہیں سب کو بلالو اگر تم اپنے دعوے اور خیال میں سچے ہو۔

۳۔قرآن میں اختلاف نہیں:

﴿أَفَلاَيَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللهِ لَوَجَدُوا فِيهِ اخْتِلاَفًا كَثِيرًا﴾ (سورۂ نساء، آیت ۸۲)

کیا یہ لوگ قرآن میں غور وفکر نہیں کرتے ہیں کہ اگر وہ غیر خدا کی طرف سے ہوتا تو اس میں بڑا اختلاف ہوتا۔

۴۔ قرآن میں تحریف نہیں:

﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ﴾ (سورۂ حجر، آیت ۹)

ہم نے ہی اس قرآن کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔

۵۔ نصیحت، شفاء، ہدایت، رحمت:

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَائَتْكُمْ مَوْعِظَةٌ مِنْ رَبِّكُمْ وَشِفَاءٌ لِمَا فِي الصُّدُورِ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِلْمُؤْمِنِينَ﴾ (سورۂ یونس، آیت ۵۷)

اے لوگو! تمہارے پاس پروردگار کی طرف سے نصیحت اور دلوں کی شفاء کا سامان اور ہدایت اور صاحبانِ ایمان کے لیے رحمت ''قرآن'' آچکا ہے۔

روایات:

۱۔ قرآن کو دیکھنا عبادت:

قال الامام الصادقؑ: اَلنَّظَرُ فِي الْمُصْحَفِ عِبَادَةٌ (وسائل الشیعہ ج۴، ص۸۵۴)

امام صادقؑ نے فرمایا: قرآن مجید کو دیکھنا عبادت ہے۔

۲۔گھروں کو منوّر کرو:

قال رسولُ اللّٰہؐ: نَوِّرُوا بُیُوتَکُمْ بِتِلاوَۃِ الْقُرآنِ (کافی ج۲،ص۲۱)

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اپنے گھروں کو تلاوت قرآن سے روشن اور نورانی کرو۔

۳۔قرآن اچھائی کا حکم دیتا اور برائی سے روکتا ہے:

قال الصادقؑ: اَنَّ الْقُرآنَ زَاجِرٌ وَ آمِرٌ یَامُرُ بِالْجَنَّۃِ وَ یَزْجُرُعَنِ النَّارِ (کتاب الشافی ج۵،ص۳۰۰)

امام صادق ؑ نے فرمایا: بے شک قرآن برے کاموں سے منع کرتا ہے اور اچھے کاموں کا حکم دیتا ہے اور وہ جنت کا حکم دیتا ہے اور دوزخ سے روکتا ہے۔

۴۔غنیٰ:

قال الصادقؑ: مَنْ قَرءَ الْقُرآنَ فَھُوَ غَنِیٌّ وَلا فَقْرَ بَعْدَہُ (کتاب الشافی ج۵،ص۳۰۸)

امام صادق ؑ نے فرمایا: جس نے قرآن پڑھا وہ غنی ہے اس کے بعد کوئی فقیری نہیں۔

۵۔تلاوت قرآن عذابِ الٰہی میں تخفیف کا سبب:

قال الصادقؑ: قِرَاءَۃُ الْقُرآنِ فِی الْمُصْحَفِ تُخَفِّفُ الْعَذَابَ عَنِ الْوَالِدَیْنِ وَ لَوْ کَانَ کَافِرَیْنَ (کتاب الشافی ترجمہ اصول کافی ج۵،ص۳۲۱)

امام صادقؑ نے فرمایا: قرآن کو دیکھ کر پڑھنا والدین کے عذاب میں تخفیف کرتا

ہے، اگر چہ وہ کافر ہوں۔

تشریح:

یہ ربّ العالمین کی طرف سے عظمتِ قرآن کا اعلان ہے کہ اسے ہم نے ہی نازل کیا ہے اور اس میں کسی بندے کا ایک حرف یا ایک آیت کے برابر حصہ نہیں ہے اور پھر ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں کہ اس میں باطل کی آمیزش یا اس کی تباہی اور بربادی کا کوئی امکان نہیں ہے۔ یہ واضح اعلان ہے کہ قرآن میں کسی طرح کی تحریف ممکن نہیں ہے، نہ اس میں کوئی آیت کم ہو سکتی ہے اور نہ زیادہ۔ واضح رہے کہ تحریف قرآن کی اکثر روایتیں احمد بن محمد سیّاری سے نقل ہوئی ہیں اور یہ شخص فاسد المذہب تھا لہٰذا اس کا اعتبار نہیں ہے۔ حضرت امیر المومنینؑ کے جمع کردہ قرآن میں ناسخ و منسوخ، شانِ نزول اور تشریح و تفسیر کا اضافہ تھا، آیات کا کوئی اضافہ نہیں تھا اور نہ اس کا تحریف سے کوئی تعلق ہے۔

قرآن اپنے پروردگار سے گفتگو کرنے کا ایک ذریعہ ہے۔ یہ قرآن رحمت، ہدایت، نصیحت، شفاء، نور بن کر ہمارے پاس آیا ہے۔ اس میں خشک و تر کا ذکر موجود ہے۔ جس طرح ہم دوسری کتابوں کو غور سے پڑھتے ہیں، ہمیں چاہیے کہ قرآن مجید کو بھی اسی طرح غور و فکر کے ساتھ پڑھیں تا کہ ہمیں ہدایت مل سکے۔ یہی قرآن ہمیں اچھائی کی طرف لے کر جائے گا اور برائی سے روکے گا اور بیماریوں کی دوا اس میں

موجود ہے۔ تنہائی کا بہترین ساتھی یاور و مددگار، پریشانیوں سے نجات کا ذریعہ، رزق میں وسعت کا وسیلہ، خدا تک پہنچنے کا بہترین راستہ ہے۔ ہمیں چاہیے کہ ہم خود بھی قرآن پڑھیں اور دوسروں کو بھی اس کی تعلیم دیں۔

خدا سے دعا کرتے ہیں بحقِ حسینؑ ابن علیؑ ہمیں قرآن سے متمسک رہنے کی توفیق عطا فرما۔ (آمین)

واقعات:

ا۔ قرآن کا دعویٰ:

﴿قُلْ لَئِنْ اجْتَمَعَتْ الْإِنسُ وَالْجِنُّ عَلَى أَنْ يَأْتُوا بِمِثْلِ هَذَا الْقُرْآنِ لاَيَأْتُونَ بِمِثْلِهِ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيرًا﴾ (سورۂ بنی اسرائیل، آیت ۸۸)

(اے رسول ﷺ!) کہہ دو کہ اگر (ساری دنیا کے) انسان اور جن اس بات پر اکٹھے ہوں کہ اس قرآن کا مثل لے آئیں تو (غیر ممکن) ہے اس کے برابر نہیں لا سکتے اگر (اس کوشش میں) یہ ایک دوسرے کی مدد کریں۔

جب منکروں کی طرف سے کوئی جواب نہیں ملا تو قرآن کی طرف سے دوسرا اعلان ہوا:

﴿أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَاهُ قُلْ فَأْتُوا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِثْلِهِ مُفْتَرَيَاتٍ وَادْعُوا مَنْ اسْتَطَعْتُمْ مِنْ دُونِ اللهِ إِنْ كُنتُمْ صَادِقِينَ﴾ (سورۂ ہود، آیت ۱۳)

کیا یہ لوگ کہتے ہیں کہ اس شخص نے اس قرآن کو اپنی طرف سے گھڑ لیا ہے تو تم ان سے صاف صاف کہہ دو کہ اگر تم اپنے دعوے میں سچے ہو تو زیادہ نہیں ایسی ہی دس سورتیں اپنی طرف سے گھڑ کے لے آؤ اور خدا کے سوا جس جس کو تم چاہو مدد کے لیے بلا لو۔

منکروں نے بغلیں بجائیں، لو اب تو بار ہلکا ہو گیا اپنے فصاحت و بلاغت کے سرتاجوں سے کہا: کس فکر میں ہو اب تو کافی وزن کم ہو گیا ہے اٹھو اور عرب کے کمال کی لاج رکھ لو، وعدے ہوئے اور بڑے بڑے وعدے ہوئے لیکن سب کو سانپ سونگھ گیا، بات جہاں تھی وہیں رہی۔

قرآن نے پھر اعلان کیا:

﴿وَإِنْ كُنتُمْ فِي رَيْبٍ مِمَّا نَزَّلْنَا عَلَى عَبْدِنَا فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِنْ مِثْلِهِ وَادْعُوا شُهَدَائَكُمْ مِنْ دُونِ اللهِ إِنْ كُنتُمْ صَادِقِينَ﴾ (سورۂ بقرہ، آیت ۲۳)

اور اگر تمہیں اس کلام کے بارے میں کوئی شک ہے جسے ہم نے اپنے بندے پر نازل کیا ہے تو اس کا جیسا ایک ہی سورہ لے آؤ اور اللہ کے علاوہ جتنے تمہارے مددگار ہیں سب کو بلا لو اگر تم اپنے دعوے اور خیال میں سچے ہو۔

اس اعلان کے بعد منکروں کی لاٹری کھل گئی، اچھلنے کودنے لگے لو اب کیا مشکل ہے؟ یہ مسئلہ تو چٹکی بجاتے ہی حل ہو جائے گا، ہمارے فصحاء ایسے گئے گزرے تو نہیں ہیں کہ ایک سورے کی مثل بھی نہ بنا سکیں! موسم حج آیا تو اس زمانے کے چار ناموں فصیح البیان: (۱) ابن ابی العوجا (۲) ابوشاکر دیصانی (۳) ابن مقنع (۴) عبدالملک

بصری۔

جن کی قادر الکلامی کے سارے میں ملک میں ڈنکے بج رہے تھے وہ بھی آئے، ساری قوم نے ان کا احاطہ کیا اور ان کی غیرتوں کو جوش دلانا شروع کیا، ہر طرف سے عن طعن کی بوچھار ہونے لگی: تم اب تک کس خواب میں ہو، محمد ﷺ کی طرف سے آسانیوں پر آسانیاں دی جا رہی ہیں اور تمہارے کان پر جوں بھی نہیں رینگتی، اگر بے حسی کا یہی عالم رہا تو پھر ہماری ناک کٹ جائے گی، عکاظ کے میلوں پر تو بڑی بڑی ینگیں مارتے ہو، سینہ تان کر آتے ہو کہ ہے کوئی مائی کا لعل جو ہمارے مقابل آئے ور یہاں تمہاری غیرت وحمیت پر ایسے پتھر پڑے ہیں کہ سانس تک نہیں لیتے ؟!

چاروں نے وعدہ کیا کہ اگلے سال جب ہم آئیں گے تو اس دعوائے قرآنی کی ردید لے کر آئیں گے۔

سال بھر چاروں اپنی دماغی صلاحیتوں کا تیل ٹپکاتے رہے اور فصاحت و بلاغت لی رگ سے پسینہ نچوڑتے رہے لیکن ایک آیت کا جواب بھی نہ بن پڑا۔ اگلے سال ب اداس چہرے لیے پھر حج کرنے آئے تو چاروں نے بیک زبان کہا: ہمارا فیصلہ یہ ہے:

مَا هَذَا كَلَامُ الْبَشَرْ

یہ (قرآن) بشر کا کلام نہیں ہے۔

ا۔ ابن مقنع نے کہا: جب میں اس آیت پر پہنچا:

﴿وَقِيلَ يَاأَرْضُ ابْلَعِي مَائَكِ وَيَاسَمَاءُ أَقْلِعِي وَغِيضَ الْمَاءُ وَقُضِيَ الْأَمْرُ وَاسْتَوَتْ عَلَى الْجُودِيِّ وَقِيلَ بُعْدًا لِلْقَوْمِ الظَّالِمِينَ﴾ (سورۂ ہود، آیت ۴۴)

اور جب خدا کی طرف سے حکم دیا گیا کہ اے زمین اپنا پانی جذب کر لے اور اے آسمان (برسنے سے تھم جا اور پانی گھٹ گیا اور (لوگوں کا) کام تمام کر دیا گیا اور کشتی جُودی پہاڑی پر جا ٹھہری اور ہر (چار) طرف پکار دیا گیا کہ ظالم لوگوں کو (خدا کی رحمت سے) دوری ہے۔

تو سمجھ گیا فصاحتِ قرآن سے مقابلہ میرے بس کی بات نہیں۔

۲۔ ابوالعوجا کھڑا ہوا اور کہا: میں اس وقت سمجھا کہ مقابلہ میری توانائی سے باہر ہے جب میں اس آیت پر پہنچا:

﴿فَلَمَّا اسْتَيْئَسُوا مِنْهُ خَلَصُوا نَجِيًّا﴾ (سورۂ یوسف، آیت ۸۰)

پھر جب یوسفؑ کی طرف سے مایوس ہوئے تو باہم مشورہ کرنے کے لیے الگ کھڑے ہو گئے۔

۳۔ عبدالملک مصری منہ بنائے ہوئے کھڑا ہوا اور کہتا ہے: سال بھر میں اس آیت پر غور و فکر کرتا رہا:

﴿إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللهِ لَنْ يَخْلُقُوا ذُبَابًا وَلَوِ اجْتَمَعُوا لَهُ﴾ سورۂ حج، آیت ۷۳)

جن لوگوں کو تم پکارتے ہو وہ لوگ اگرچہ سب کے سب اس کام کے لیے اکٹھے بھی

ہو جائیں تو بھی ایک مکھی تک پیدا نہیں کر سکتے۔

آخر خود کو قرآن کی فصاحت و بلاغت کے سامنے عاجز پا کر تھک ہار کر بیٹھ گیا۔

۴۔ ابوشاکر دیصانی نے اپنے عجز و ناتوانی کو اس طرح بیان کیا: سال بھر جو آیت میرے زیر غور تھی، وہ یہ ہے:

﴿لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللهُ لَفَسَدَتَا﴾ (سورۂ انبیاء، آیت ۲۲)

اگر زمین و آسمان میں خدا کے سوا چند معبود ہوتے تو دونوں کب کے برباد ہو گئے ہوتے۔

آخر میں تمام اپنی اپنی عاجزی و ناتوانی کا اعلان کر کے محفل سے باہر چلے گئے۔

(قرآنی لطیفے ص ۱۸۴ سے لے کر ۱۸۸ تک)

۲۔ آیت پڑھتا گیا کھجور ملتی گئی:

بغداد کے کسی شہر میں ایک شخص جو صاحب حیثیت، کھجور کھانے میں مشغول تھا کہ اسی دوران ایک خوش مزاج چٹکلے باز شخص وارد ہوا اور کھجور کی طرف اشارہ کر کے کہنے لگا! اے امیر، یہ کیا ہے؟

امیر نے ایک کھجور اس کی طرف پھینک دی،

اس شخص نے بہت ہی ظرافت اور لطافت کے ساتھ گفتگو کرنا شروع کی اور موقع کی مناسب سے آیت پڑھتا رہا اور امیر اسے کھجور دیتا رہا،

جب ایک کھجور لے لی تو اس شخص نے کہا:

﴿إِذْ أَرْسَلْنَا إِلَيْهِمُ اثْنَيْنِ﴾ (سورۂ یٰس، آیت ۱۴)

جب ہم نے ان کے پاس دو رسولوں کو بھیجا۔

امیر نے ایک اور کھجور اس کی طرف پھینک دی،

جب دو ہو گئے تو اس شخص نے کہا:

﴿ فَعَزَّزْنَا بِثَالِثٍ ﴾ (سورۂ یٰسٓ، آیت ۱۴)

تب ہم نے ان کی مدد کے لیے تیسرا رسول بھی بھیجا۔

امیر نے ایک اور کھجور اس کی طرف بڑھا دی۔

جب تین ہو گئے تو اس نے کہا:

﴿فَخُذْ أَرْبَعَةً مِنَ الطَّيْرِ ﴾ (سورۂ بقرہ، آیت ۲۶۰)

چار پرندے لے لو۔

امیر نے پھر ایک کھجور اس کو عطا کی،

جب چار ہو گئے تو پانچویں کے لیے کہا:

﴿وَيَقُولُونَ خَمْسَةٌ سَادِسُهُمْ كَلْبُهُمْ ﴾ (سورۂ کہف، آیت ۲۲)

اور لوگ کہتے ہیں کہ پانچ آدمی تھے، چھٹا ان کا کتّا ہے۔

امیر نے دوبارہ اس کی طرف ایک کھجور پھینک دی۔

جب پانچ ہو گئے تو چٹکلے باز نے کہا:

﴿وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ﴾ (سورۂ ق، آیت ۳۸)

اور ہم نے آسمان و زمین اور ان کے درمیان کی مخلوقات کو چھ دن میں پیدا کیا

ہے۔

امیر نے ایک اور کھجور اس کی طرف بڑھا دی۔

جب چھ ہو گئے تو دوبارہ اس شخص نے کہا:

﴿اللهُ الَّذِی خَلَقَ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ﴾ (سورۂ طلاق، آیت ۱۲)

اللہ وہی ہے جس نے ساتوں آسمانوں کو خلق کیا۔

امیر نے پھر ایک کھجور اس کی طرف بڑھا دی۔

اس نے پھر کہا:

﴿وَأَنْزَلَ لَكُمْ مِنَ الْأَنْعَامِ ثَمَانِيَةَ أَزْوَاجٍ﴾ (سورۂ زمر، آیت ۶)

اور تمہارے لیے آٹھ قسم کے چوپائے نازل کیے ہیں۔

امیر نے دوبارہ ایک اور کھجور اس کو عنایت کی،

اس شخص نے کہا:

﴿وَكَانَ فِي الْمَدِينَةِ تِسْعَةُ رَهْطٍ يُفْسِدُونَ فِي﴾ (سورۂ نمل، آیت ۴۸)

اور اس شہر میں نو افراد تھے جو زمین میں فساد برپا کرتے تھے۔

امیر نے پھر ایک کھجور اسے دی،

جب نو کھجور ہو گئیں تو اس شخص نے کہا:

﴿تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ﴾ (سورۂ بقرہ، آیت ۱۹۶)

اس طرح دس پورے ہو جائیں۔

امیر نے ایک اور کھجور اس کی طرف بڑھا دی،

پھر اس شخص نے کہا:

﴿إِنِّي رَأَيْتُ أَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا﴾ (سورۂ یوسف، آیت ۴)

میں نے خواب میں گیارہ ستاروں کو دیکھا ہے۔

امیر نے ایک کھجور اور اس کو عطا کی۔

دوبارہ وہ شخص بولا:

﴿إِنَّ عِدَّةَ الشُّهُورِ عِنْدَ اللهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا﴾ (سورۂ توبہ، آیت ۳۶)

بے شک اللہ کے نزدیک کتابِ خدا میں مہینوں کی تعداد بارہ ہے۔

امیر نے ایک اور کھجور اس کی طرف بڑھا دی۔

جب بارہ ہوئے تو اس شخص کہا:

﴿إِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ عِشْرُونَ صَابِرُونَ﴾ (سورۂ انفال، آیت ۶۵)

اگر ان میں بیس بھی صبر کرنے والے ہوں گے۔

امیر نے آیت کے مطابق آٹھ کھجور دے دیں تا کہ سب کو ملا کر بیس ہو جائیں۔

جب بیس ہو گئے تو کہا:

﴿يَغْلِبُوا مِائَتَيْنِ﴾ (سورۂ انفال، آیت ۶۵)

تو وہ دو سو پر بھی غالب آجائیں گے۔

اس بار امیر نے حکم دیا کہ کھجور کی پوری سینی اُسے دے دی جائے ورنہ اب یہ کہہ دے گا۔

﴿وَأَرْسَلْنَاهُ إِلَى مِائَةِ أَلْفٍ أَوْ يَزِيدُونَ﴾ (سورۂ صافات، آیت ۱۴۷)

اور انہیں ایک لاکھ یا اس سے زیادہ کی قوم کی طرف نمائندہ بنا کر بھیجا۔ (قرآنی لطیفے ص ۱۱۹ سے لے کر ۱۲۳ تک)

(۴۴)

قناعت

آیات:

ا۔ دنیا فریب دہندہ:

﴿یَا أَیُّهَا النَّاسُ إِنَّ وَعْدَ اللهِ حَقٌّ فَلاتَغُرَّنَّکُمْ الْحَیَاةُ الدُّنْیَا وَلایَغُرَّنَّکُمْ بِاللهِ الْغَرُورُ ﴾ (سورۂ فاطر، آیت ۵)

اے لوگو! اللہ کا وعدہ سچا ہے لہٰذا زندگانی دنیا تم کو دھوکے میں نہ ڈال دے اور دھوکا دینے والا تمہیں دھوکا نہ دیدے۔

۲۔ دنیا کھیل تماشہ:

﴿وَمَا الْحَیَاةُ الدُّنْیَا إِلَّا لَعِبٌ وَلَهْوٌ ﴾ (سورۂ انعام، آیت ۳۲)

اور یہ زندگانی دنیا صرف کھیل تماشہ ہے۔

۳۔ دنیا و آخرت کے لیے نیکی کی دعا کرو:

﴿رَبَّنَا آتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَفِی الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴾ (سورۂ بقرہ، آیت ۲۰۱)

پروردگار ہمیں دنیا میں بھی نیکی عطا فرما اور آخرت میں بھی اور ہم کو عذاب جہنم سے

محفوظ فرما۔

۴۔ دنیا کا سرمایہ قلیل ہے:

﴿قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيلٌ وَالْآخِرَةُ خَيْرٌ لِمَنْ اتَّقَى وَلاتُظْلَمُونَ فَتِيلًا﴾

(سورۂ نساء، آیت ۷۷)

دنیا کا سرمایہ بہت تھوڑا ہے اور آخرت صاحبانِ تقویٰ کے لیے بہترین جگہ ہے اور تم پر دھاگے کے برابر بھی ظلم نہیں کیا جائے گا۔

۵۔ آخرت کی فکر:

﴿وَابْتَغِ فِيمَا آتَاكَ اللّٰهُ الدَّارَ الْآخِرَةَ وَلاتَنسَ نَصِيبَكَ مِنْ الدُّنْيَا وَأَحْسِنْ كَمَا أَحْسَنَ اللّٰهُ إِلَيْكَ وَلاتَبْغِ الْفَسَادَ فِي الْأَرْضِ إِنَّ اللّٰهَ لايُحِبُّ الْمُفْسِدِينَ﴾ (سورۂ قصص، آیت ۷۷)

اور جو کچھ خدا نے دیا ہے اس سے آخرت کے گھر کا انتظام کرو اور دنیا میں اپنا حصہ بھول نہ جاؤ اور نیکی کرو جس طرح کہ خدا نے تمہارے ساتھ نیک برتاؤ کیا ہے اور زمین میں فساد کی کوشش نہ کرو کہ اللہ فساد کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا ہے۔

روایات:

۱۔سب سے زیادہ غنی:

قال الباقرؑ: مَنْ قَنَعَ بِمَا رَزَقَهُ اللّٰهُ فَهُوَ مِنْ اَغْنَی النَّاسِ (کافی ج۲،ص۱۳۹)

امام باقرؑ نے فرمایا: جس نے اپنے رزق پر قناعت کی وہ سب سے زیادہ غنی ہے۔

۲۔صاحب عزت:

قال امیر المومنینؑ: اِقْنَعْ تَعِزَّ (غرر الحکم ج۲،ص۴۰۰)

مولا علیؑ نے فرمایا: قناعت کرو عزت پاؤ گے۔

۳۔قناعت پسندی:

قال الصادقؑ: مَنْ رَضِیَ مِنَ اللّٰهِ بِالْیَسِیْرِ مِنَ الْمَعَاشِ رَضِیَ اللّٰهُ مِنْهُ بِالْیَسِیْرِ مِنَ الْعَمَلِ (کتاب الشافی ج۴،ص۲۴)

امام صادقؑ نے فرمایا: جو تھوڑے سے رزق پر اللہ سے راضی ہوا تو خدا اس کے تھوڑے سے عمل پر راضی ہو جائے گا۔

۴۔ثروت کا تاج:

قال علی بن ابی طالبؑ: اَلْقَنَاعَةُ رَأسُ الْغِنٰی (غرر الحکم ج۲،ص۴۰۱)

امام علیؑ نے فرمایا: قناعت ثروت مندی کا سر (اساس) ہے۔

۵۔نعمت:

قال علیؑ: اَلْقَنَاعَةُ نِعْمَةٌ (غرر الحکم ج۲،ص۴۰۲)

حضرت علیؑ نے فرمایا: قناعت ایک نعمت ہے۔

تشریح:

قناعت یعنی تھوڑی چیز پر خوش رہنا، جو مل جائے اس پر راضی رہنا۔ جو کچھ خدا نے انسان کو عطا کیا ہے اس پر راضی رہے۔ لوگوں میں غنی ترین اور سب سے مالدار ترین انسان وہ ہے جو قناعت کرتا ہے۔ حسنِ قناعت کا تعلق پاک دامنی سے ہے۔ قناعت کے ذریعہ انسان کو عزت ملتی ہے۔ قناعت زحمت کو ختم کرتی ہے اور حرص زحمت کو بڑھاتی ہے۔ قناعت جیسا کوئی خزانہ نہیں۔ جو شخص اس پر قناعت نہیں کرتا، جو اس کے لیے مقدر ہوا ہے وہ رنج اٹھاتا ہے۔ پس انسان کی تقدیر میں جو کچھ لکھا ہوا ہے یا جو کچھ اس کو خدا نے عطا کیا ہے اس پر قناعت کرے۔ حرص و لالچ کا کوئی فائدہ نہیں۔ قناعت اس وقت تک حاصل نہیں ہو سکتی جب تک انسان اپنے اندر سے حرص ختم نہ کرے۔

خدا سے دعا کرتے ہیں بحقِ اہلِ بیتِ اطہارؑ ہمیں قناعت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

واقعات:

ا۔ قناعت پسندی:

اصحابِ رسول ﷺ میں سے ایک شخص تنگ دستی میں مبتلا تھا۔ اس کی زوجہ نے کہا: کیا اچھا ہوتا کہ تم رسول اللہ ﷺ کے پاس جا کر سوال کرتے۔ وہ آنحضرتؐ کے پاس آیا، حضرت نے اُسے دیکھتے ہی فرمایا: جس نے ہم سے سوال کیا ہم نے اس کو عطا کر دیا اور جس نے طلب میں بے نیازی چاہی تو خدا نے اسے بے نیاز

کر دیا۔ اس نے دل میں کہا: یہ حضرت نے میرے ہی لیے کہا ہے۔ پس اپنی بیوی کے پاس آیا اور حال بیان کیا۔ اس نے کہا رسول اللہ ﷺ بشر ہیں (انہیں ہمارے حالات کا علم نہیں) تم دوبارہ اپنا حال جا کر بیان کرو۔ وہ شخص پھر آیا۔ حضرت نے اسے دیکھ کر پھر وہی فرمایا۔ یہاں تک کہ تین بار ایسا ہی ہوا۔ اس کے بعد اس شخص نے ایک کلہاڑی عاریۃً لی اور ایک پہاڑ پر چڑھ کر سوکھی لکڑیاں کاٹیں اور بازار میں لا کر ایک مُٹھی آٹے کے عوض ان کو بیچا اور کھانا کھایا۔ دوسرے روز پھر گیا اور پہلے سے زیادہ لکڑیاں جمع کر کے لایا۔ چند دنوں تک یوں ہی کرتا رہا۔ آخر اس نے کلہاڑی خرید لی اور پھر پیسہ جمع کر کے دو اونٹ خریدے اور ایک غلام۔ یہاں تک کہ وہ مالدار ہو گیا اور رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور اپنے سوال کے لیے آنے اور حضرتؐ کے سننے کا ذکر کیا۔ آپؐ نے پھر وہی فرمایا۔ جس نے ہم سے مانگا ہم نے اس کو عطا کیا اور جس نے خدا سے بے نیازی اور ترک طلب کو چاہا خدا نے اسے بے نیاز بنا دیا۔ (کتاب الشافی ج ۴، ص ۲۵)

۲۔ قناعت نہ کرنے کا انجام:

ایک شخص کا گزر ایک تعلیمی ادارے کے سامنے سے ہوا۔ اسے دو لڑکے نظر آئے جو آپس میں بات کر رہے تھے۔ وہ کچھ دیر کے لیے رُک کر ان کی باتیں سننے لگا۔ اسے معلوم ہوا کہ وہ بچے کھانا کھانے کا ارادہ رکھتے ہیں لیکن درمیان میں ایک عجیب مسئلہ ہے۔ ایک کے پاس روٹی اور سالن دونوں چیزیں ہیں، جب کہ دوسرے کے پاس صرف خشک روٹی ہے۔ سالن روٹی والے بچے نے پورے شوق کے ساتھ کھانا

شروع کردیا۔ جب کہ دوسرے بچے کی روٹی خشک اور خالی ہونے کے باعث اس کے گلے سے نہیں اتر رہی تھی۔ اس نے سالن روٹی والے بچے سے درخواست کی کہ مہربانی کر کے مجھے بھی روٹی کے لیے سالن دے دو۔

اس نے جواب میں کہا کہ سالن تو دیتا ہوں لیکن آپ کو میرے لیے ایک کام انجام دینا ہوگا۔ آپ اگر میرا کتا بن کر میرے پیچھے پیچھے دوڑیں تو میں آپ کو سالن دے دوں گا۔

دوسرے بچے نے اس کا مطالبہ مان لیا اور کتے کی طرح اسی انداز میں اس کے اردگرد گھومنے لگا اور عاجزی دکھانے لگا۔

کافی دیر تک وہ شخص کھڑا یہ ماجرا دیکھتا رہا کہ بچہ اپنے ساتھی کے اردگرد کتے کی طرح گھوم رہا ہے اور سالن کے لالچ میں اس نے یہ کام قبول کیا ہے۔

وہ شخص یہ دیکھتا رہا اس منظر نے اس کے دل پر گہرا اثر چھوڑا وہ آگے بڑھا اور کتے کی طرح گھومنے والے بچے سے کہا:

اے بیٹا! تو نے اپنی سوکھی روٹی پر قناعت کیوں نہیں کی؟ تو خوراک کے ایک لقمہ کی خاطر اپنے آپ کو اس طرح ذلیل کر کے کتا بننے پر آمادہ ہوگیا ہے۔ تُو نے ایک لذیذ لقمے کی خاطر اپنے لیے یہ کام قبول کرلیا ہے۔

اے بیٹا! اگر انسان قناعت پسند ہو تو اسے ہمیشہ کے لیے عزّت و وقار ملتا ہے۔

(موضوعی داستانیں ص ۲۸۸)

(۴۵)

گناہ

آیات:

۱۔ذلت وبیچارگی:

﴿وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ وَبَائُوا بِغَضَبٍ مِنَ اللهِ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ كَانُوا يَكْفُرُونَ بِآيَاتِ اللهِ وَيَقْتُلُونَ النَّبِيِّينَ بِغَيْرِ الْحَقِّ ذَٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَكَانُوا يَعْتَدُونَ﴾ (سورۂ بقرہ، آیت ۶۱)

اب ان پر ذلت اور محتاجی کی مار پڑگئی اور وہ غضب الٰہی میں گرفتار ہو گئے یہ سب اس لئے ہوا کہ یہ لوگ آیاتِ الٰہی کا انکار کرتے تھے اور ناحق انبیاء کو قتل کر دیا کرتے تھے اس لئے کہ یہ سب نافرمان تھے اور ظلم کیا کرتے تھے۔

۲۔گرفتاری ومصیبت:

﴿وَمَا أَصَابَكُمْ مِنْ مُصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ﴾ (سورۂ شوریٰ، آیت ۳۰)

اور تم تک جو مصیبت بھی پہنچتی ہے وہ تمہارے ہاتھوں کی کمائی ہے۔

۳۔ہلاکت:

﴿فَأَهْلَكْنَاهُمْ بِذُنُوبِهِمْ﴾ (سورۂ انعام، آیت ۶)

پھر ہم نے ان کے گناہوں کی بنا پر انہیں ہلاک کر دیا۔

۴۔ آخرت میں عذابِ الٰہی:

﴿وَمَنْ يَعْصِ اللهَ وَرَسُولَهُ فَإِنَّ لَهُ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا﴾ (سورۂ جن، آیت ۲۳)

اور جو اللہ و رسول کی نافرمانی کرے گا اس کے لیے جہنم ہے اور وہ ہمیشہ اس میں رہنے والا ہے۔

۵۔ گناہ سے پرہیز کرنے کا اجر:

﴿إِنْ تَجْتَنِبُوا كَبَائِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَنُدْخِلْكُمْ مُدْخَلًا كَرِيمًا﴾ (سورۂ نساء، آیت ۳۱)

اگر تم بڑے بڑے گناہوں سے جن سے تمہیں روکا گیا ہے پرہیز کر لو گے تو ہم دوسرے گناہوں کی پردہ پوشی کر دیں گے اور تمہیں باعزت منزل تک پہنچا دیں گے۔

روایات:

۱۔ رزق میں کمی کا سبب:

قَالَ الباقر ؑ: اِنّ الْعَبْدَ لِيُذْنِبَ الذَّنْبَ فَيُزْوِی عَنْهُ الرِّزْقُ (کتاب شافی ج ۴، ص ۲۱۸)

امام محمد باقر ؑ نے فرمایا: جب کوئی بندہ گناہ کرتا ہے تو اس کا رزق کم ہو جاتا ہے۔

۲۔ سیاہ نکتہ:

قَالَ الصَّادِقُ ؑ: اِذَا اَذْنَبَ الرَّجُلُ خَرَجَ فِی قَلْبِهِ نُكْتَةٌ سَوْدَاءُ فَاِنْ تَابَ اِنْمَحَتْ وَ اِنْ زَادَ زَادَتْ حَتّٰی تَغْلِبَ عَلٰی قَلْبِهِ فَلَا یُفْلِحُ بَعْدَهَا اَبَدًا (کتاب شافی ج۴، ص۲۱۹)

امام صادق ؑ نے فرمایا: جب بندہ گناہ کرتا ہے تو اس کے دل میں ایک کالا نقطہ پیدا ہوجاتا ہے اگر اس نے توبہ کرلی تو مٹ جاتا ہے اگر زیادتی ہوئی تو وہ بڑھ جاتا ہے یہاں تک کہ سارے دل پر پھیل جاتا ہے اس کے بعد وہ کبھی بھی فلاح (کامیابی) نہیں پاسکتا۔

۳۔ نمازِ شب سے محرومیت:

قَالَ الصَّادِقُ ؑ: اِنَّ الرَّجُلَ یُذْنِبُ الذَّنْبَ فَیُحْرَمُ صَلَاةَ اللَّیْلِ (کتاب شافی ج۴، ص۲۲۱)

امام صادق ؑ نے فرمایا: بے شک جب انسان گناہ انجام دیتا ہے تو وہ نمازِ شب سے محروم ہوجاتا ہے۔

۴۔ گرفتاری میں مبتلا ہونے کا سبب:

قَالَ الْبَاقِرُ ؑ: مَا مِنْ نَكْبَةٍ تُصِیْبُ الْعَبْدَ اِلَّا بِذَنْبٍ (کتاب شافی ج۴، ص۲۱۷)

امام باقر ؑ نے فرمایا: بندہ پر جو مصیبت آتی ہے وہ اس کے گناہ کے باعث آتی ہے۔

۵۔دعا قبول نہ ہونے کی وجہ:

قال امیر المومنینؑ: اَلْمَعْصِيَةُ تَمْنَعُ الْإِجَابَةِ (غررالحکم ج۱،ص۵۵۸)

حضرت علیؑ نے فرمایا: گناہ و نافرمانی دعا کی قبولیت میں مانع ہوتی ہیں۔

تشریح:

مادی غذاؤں کی فکر انسانی زندگی کا سب سے بڑا المیہ ہے جو شخص خدائی عطیہ پر اکتفا نہیں کرتا اور ہوس میں پڑ جاتا ہے اور رنگ برنگ کی غذاؤں پر جان دیتا ہے اور پھر ان غذاؤں کا شکریہ ادا نہیں کرتا اس کے حصے میں ذلت اور محتاجی کے سوا کچھ اور نہیں ہے۔ان ہی مادی غذاؤں اور ہوا و ہوس نے انسان کو اس چیز پر ابھارا ہے کہ وہ اپنے خالق و مالک کی نافرمانی کرے نتیجتاً انسان خدا سے قریب ہونے کے بجائے دور ہوتا چلا گیا اور اپنے رب حقیقی کو بھول گیا اور اس کی معصیت کی۔ گناہ کو آسان سمجھنا اس بات کی دلیل ہے کہ شہوت و غفلت نے اس پر غلبہ پیدا کرلیا ہے۔ بہر حال کوئی عقلمند چند لمحوں کی لذت کے عوض بہشت اور اس کی نعمتوں کو نہیں چھوڑ سکتا۔ گناہ سے خود بھی بچیں اور دوسروں کو بھی بچائیں کیونکہ ہر گناہ کے لئے ایک عقاب و عذاب ہے۔ گناہوں پر خوش ہونا گناہوں کے ارتکاب سے بدتر ہے کیونکہ زیادہ تر گناہ شہوت کے غلبہ کی وجہ سے ہوتے ہیں لیکن انہیں معمولی سمجھنا اور ان پر خوش ہونا، دین کو ہلکا سمجھنے کا باعث ہے۔ معصیت کار کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

خدا سے دعا کرتے ہیں بحق محمدؐ و آل محمدؐ ہمیں اپنے احکام کی نافرمانی، معصیت و گناہوں سے بچنے کی توفیق عطا فرما۔ (آمین)

واقعات:

ا۔ چھوٹے گناہ:

حضرت رسول اکرم ﷺ ایک سفر کے موقع پر ایک بے آب و گیاہ مقام پر کچھ دیر کے لئے ٹھہرے۔ آپ نے اپنے ہمراہ صحابہ کو حکم دیا کہ اس وادی سے جا کر لکڑیاں اکٹھی کر کے لے آؤ تا کہ آگ جلائیں۔

اصحاب نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! اس جگہ پر تو صحرا ہے، پانی ہے نہ سبزہ، نہ درخت۔ یہاں ایندھن کی لکڑیاں تو نہیں مل سکتیں۔

آپؐ نے فرمایا: آپ جائیں جسے جتنی مقدار میں ملے لے آئے۔

آپؐ کے اصحاب صحراء کی جانب روانہ ہوئے ہر کسی نے جتنا ہوسکا چھوٹی بڑی لکڑی جو ملی لا کر آپؐ کے سامنے جمع کر دیں۔ کافی مقدار میں لکڑیاں جمع ہو گئیں۔

آپؐ نے اصحاب کو مخاطب کر کے فرمایا: دیکھو چھوٹے گناہ بھی اس قسم کی چھوٹی چھوٹی لکڑیوں کی مانند ہیں۔ نگاہِ اوّل میں نظر نہیں آتے لیکن جب غور سے دیکھا جائے اور شمار کیا جائے تو بہت سارے بن جاتے ہیں اور ان کا انبار لگ جاتا ہے۔

پھر فرمایا: دوستو دیکھو! چھوٹے گناہ سے بھی پرہیز کیا کرو کیونکہ چھوٹے گناہ زیادہ

محسوس نہیں ہوتے لیکن یاد رکھو ہر شئے کو کوئی نہ کوئی تلاش کرنے والا ہوتا ہے۔ آپ پر بھی ایسے انتظام کے تحت آپ کی نظارت کرنے والے فرشتے مقرر ہیں، جو آپ کی زندگی اور موت کے بعد آپ کے سارے آثار واعمال لکھتے ہیں۔ ایک دن آپ کو جب تحریر شدہ حساب وکتاب نظر آئے گا تو دیکھو گے کہ انہی چھوٹے گناہوں کا انبار لگا نظر آئے گا۔ (موضوعی داستانیں ص ۳۱۲، گنجینۂ معارف ج ۱، ص ۶۹۳، عبرت انگیز واقعات ص ۱۹۴)

۲۔ گناہ گار کی نصیحت:

ایک شخص حضرت عیسیٰ ؑ کی خدمت میں حاضر ہوا۔

عرض کیا: میں نے زنا کا ارتکاب کیا ہے۔ مجھے شرعی سزا دے کر پاکیزہ بنائیں۔

حضرت عیسیٰ ؑ نے منادی کرائی کہ گناہ گار کی تطہیر کے لئے جمع ہو جائیں۔ سب لوگ جمع ہو گئے تو آپ نے گڑھا کھودنے کا حکم دیا۔ جب گڑھا تیار ہو گیا اور لوگ جمع ہو گئے تو آپ نے اُسے گڑھے میں اتارا۔ وہ شخص اتر گیا اور ہجوم کی طرف دیکھا اور کہا: اے لوگو! مجھے سزا بھگتنے سے کوئی گریز نہیں لیکن میری گزارش ہے کہ مجھے صرف وہ شخص پتھر مارے جو خود گناہ میں آلودہ نہ ہو اور سزا کا مستحق نہ ہو لیکن جو خود مستوجب سزا ہو، اسے مجھے پتھر مارنے کا حق نہیں ہے۔

اس کی یہ بات سنتے ہی جمع شدہ لوگ وہاں سے چلے گئے اور حضرت عیسیٰ ؑ اور حضرت یحییٰ ؑ بچ گئے۔

حضرت یحییٰ ؑ اس شخص کے قریب آئے اور فرمایا: تو نے سب کو نصیحت کر دی،

اب ذرا مجھے اپنی نصیحت والی باتیں سناؤ۔

اس نے کہا: خیال رہے کبھی اپنے آپ کو خواہشاتِ نفسانی کے حوالے نہ کرنا ورنہ بد بخت ہو جاؤ گے۔

حضرت یحییٰ ؑ نے فرمایا: کچھ اور باتیں کرو۔

اس نے کہا: کسی خطا کار کو اس کی لغزش پر ملامت نہ کرو بلکہ اسے نجات دینے کی کوشش کرو۔

حضرت یحییٰ ؑ نے فرمایا: اور بتاؤ۔

اس نے کہا: غصہ پر عمل کرنے سے پرہیز کرو۔

حضرت یحییٰ ؑ نے فرمایا:

آپ کی باتیں بہت ہی قیمتی اور قابلِ عمل ہیں۔ (موضوعی داستانیں ص ۳۱۴ نقل از من لایحضرہ الفقیہ ج ۴، ص ۳۳۴)

محبت

آیات:

۱۔ اگر محبوب بننا چاہتے ہو:

﴿إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمَانُ وُدًّا﴾ (سورۂ مریم، آیت ۹۶)

بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کئے، عنقریب رحمٰن لوگوں کے دلوں میں ان کی محبت پیدا کر دے گا۔

۲۔ والدین سے محبت:

﴿وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرًا﴾ (سورۂ اسراء، آیت ۲۴)

اور ان کے لئے خاکساری کے ساتھ اپنے کاندھوں کو جھکا دینا اور ان کے حق میں دعا کرتے رہنا کہ پروردگار اُن دونوں پر اسی طرح رحمت نازل فرما جس طرح کہ انہوں نے بچپنے میں مجھے پالا ہے۔

۳۔ صاحبانِ ایمان کی محبت:

﴿وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِلَّهِ﴾ (سورۂ بقرہ، آیت ۱۶۵)

ایمان والوں کی تمام تر محبت خدا سے ہوتی ہے۔

۴۔ محبتِ خدا رسول کی اطاعت کی بدولت:

﴿قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللهُ﴾ (سورۂ آل عمران، آیت ۳۱)

اے پیغمبر کہہ دیجئے کہ اگر تم لوگ خدا سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو خدا بھی تم سے محبت کرے گا۔

۵۔ مومن سے خدا کی محبت:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَنْ يَرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ فَسَوْفَ يَأْتِي اللهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ﴾ (سورۂ مائدہ، آیت ۵۴)

ایمان والو! تم میں سے جو بھی اپنے دین سے پلٹ جائے گا تو عنقریب خدا ایک قوم لے آئے گا جو اس کی محبوب اور اس سے محبت کرنے والی ہوگی۔

روایات:

۱۔ دین کی اَساس:

قَالَ الصَّادِقُ ؑ: هَلِ الدِّيْنُ إِلَّا الْحُبّ (بحارالانوار، ج۶۹، ص۲۳۸، خصال ص۲۱)

امام صادق ؑ نے فرمایا: کیا دین محبت کے سوا کسی اور چیز کا نام ہے۔

۲۔قلب محبت الٰہی کی جگہ:

قَالَ الصادقؑ: اَلْقَلْبُ حَرَمُ اللّٰهِ فَلَا تَسْكُنْ حَرَمَ اللّٰهِ غَيْرَ اللّٰهِ (بحار الانوار، ج۶۷، ص۲۶)

امام صادق ؑ نے فرمایا: قلب حرمِ خدا ہے پس حرمِ خدا میں غیرِ خدا کو ساکن نہ کرو۔

۳۔بُرائی سے روکنا:

قال امیر المومنینؑ: مَنْ اَحَبَّكَ نَهَاكَ (غرر الحکم ج۱، ص۲۲۸)

حضرت علیؑ نے فرمایا: جو تم سے محبت کرے گا وہ تمہیں بُرے کاموں سے روکے گا۔

۴۔دعا:

قَالَ علیؑ: اَحَبُّ الْاَعْمَالِ اِلَى اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ فِى الْاَرْضِ اَلدُّعَاءُ (بحار ج۹۰، ص۲۹۵)

حضرت علیؑ نے فرمایا: خدا کے نزدیک رُوئے زمین پر سب سے محبوب ترین عمل دعا کرنا ہے۔

۵۔موت کی یاد:

قَالَ رسول اللّٰهؐ: مَنْ اَكْثَرَ ذِكْرُ الْمَوتِ رَضِىَ مِنَ الدُّنْيَا بِالْيَسِيرِ (بحار ج۱۰۰، ص۲۶)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو بھی موت کو زیادہ یاد کرے گا وہ دنیا کی کم چیزوں پر

بھی راضی ہو جائے گا۔

تشریح:

عمل کے بغیر دعوائے محبت کی کوئی قیمت نہیں ہے اور عمل اور اتباع کا اثر خدا کی محبوبیت اور گناہوں کی مغفرت کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے۔ اتباعِ رسول ﷺ کے بغیر محبت و مغفرت کا خواب کبھی شرمندۂ تعبیر نہیں ہوسکتا بلکہ قرآن مجید تو اتباع نہ کرنے والوں کو لفظ کافر سے تعبیر کرتا ہے جو بدبختی کی سب سے بدترین منزل ہے۔ اتباعِ رسول محبتِ خدا کا سبب ہے اور جو لوگ صاحبانِ ایمان ہیں اور نیک اعمال بجالاتے ہیں تو پروردگار عالم ان کی محبت لوگوں کے دلوں میں ڈال دیتا ہے۔ محبوبِ خدا سب کا محبوب ہوتا ہے اور مغضوبِ خدا سب کا مغضوب ہوتا ہے۔ ایمان اور عمل صالح کو مستحکم رکھیں تا کہ محبوبِ خدا اور محبوبِ بندگان خدا بنے رہیں۔ ایسے اعمال بجا نہ لائیں کہ خدا کے غضب کا شکار ہو جائیں۔ جب ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم خدا اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرتے ہیں تو اس دعوائے محبت پر قائم رہیں اور اپنے عمل سے واضح کردیں کہ ہم صرف اور صرف خدا کے بندے ہیں نہ کہ شیطان کے۔

خدا سے دعا کرتے ہیں بحق محمد مصطفیٰ ﷺ ہمارے دلوں میں روز بروز محبتِ خدا کا اضافہ فرما۔ (آمین)

واقعات:

ا۔اچھا دوست:

حضرت یوسفؑ جب عزیز مصر ہو گئے اور زلیخا ایمان لائیں تو آپ کی اس سے شادی ہوگئی وہ آپ کی بیوی ہوئیں لیکن اس دوران حضرت یوسفؑ کو احساس ہوا کہ زلیخا آپ سے دوری کو پسند کرتی ہیں اور کنارہ کش ہونے کی کوشش کرتی ہیں۔

آپ اگر اسے دن میں بلاتے تو وہ وعدۂ شب سے ٹال دیتی تھیں اور جب آپ رات کو انہیں بلاتے تو وہ وعدۂ روز سے بہلا دیتی تھیں۔

ایک دن حضرت یوسفؑ نے اس سے حیرت زدہ ہو کر پوچھا: زلیخا تیری ان والہانہ شوق بھری محبتوں اور شعلہ ور عشق کا کیا ہوا؟

جناب زلیخا نے عرض کیا: اے اللہ کے نبی! مجھے جب تک تیرے رب کی معرفت نہ تھی اور میں اپنے پروردگار کی محبت سے آشنا نہ تھی تو مجھے آپ سے محبت و دوستی تھی، لیکن جس دن سے میں نے اپنے ربّ ذوالجلال کو پہچانا ہے تو اب اس کے علاوہ سب چیزوں کی محبت کو دل سے نکال دیا ہے۔ مجھے اس ذات کے مقابل کچھ اچھا ہی نہیں نظر آتا۔ (موضوعی داستانیں، ص ۱۹۹)

۲۔محبتِ اہل بیتؑ کرنے والا اہلِ بہشت ہے:

معاذ بن وہب کہتے ہیں: ایک مرتبہ میں چند لوگوں کے ساتھ مکہ کی طرف روانہ ہوا، ایک بوڑھا شخص بھی ہمارے ساتھ تھا جو بہت زیادہ عبادت کرتا تھا لیکن ہماری طرح اہلِ بیتؑ کی ولایت اور حضرت امیر المومنین علیؑ کو بلافصل خلیفہ نہیں مانتا تھا، اسی وجہ سے اپنے خلفاء کے مذہب کے مطابق سفر میں بھی نماز پوری چار رکعتی

پڑھتا تھا۔

اس کا ایک بھتیجا بھی ہمارے قافلہ میں تھا لیکن اس کا عقیدہ ہماری طرح صراط مستقیم پر تھا، وہ بوڑھا شخص راستہ میں بیمار ہوگیا، اس نے اپنے بھتیجے سے کہا: اگر اپنے چچا کے پاس آتا اور اس کو ولایت کے سلسلے میں بتاتا تو بہتر ہوتا، شاید خداوند عالم اس کو آخری وقت میں ہدایت فرمادیتا اور گمراہی وضلالت سے نجات عطا کردیتا۔

اہل قافلہ نے کہا: اس کو اپنے حال پر چھوڑ دو لیکن اس کا بھتیجا اس کی طرف دوڑا اور کہا: چچا جان! لوگوں نے سوائے چند افراد کے رسولِ خدا ﷺ کے بعد حق سے روگردانی کی لیکن حضرت علی بن ابی طالب + رسول اکرم ﷺ کی طرح واجب الاطاعت ہیں۔ پیغمبر اکرم ﷺ کے بعد حق علیؑ کے ساتھ ہے اور آپؑ کی اطاعت تمام امت پر واجب ہے۔ اس پیر مرد نے ایک چیخ ماری اور کہا: میں بھی اسی عقیدے پر ہوں، یہ کہہ کر اس دنیا سے چل بسا۔

ہم لوگ جیسے ہی سفر سے واپس آئے تو امام صادقؑ کی خدمت میں شرف زیارت ہوئے، علی بن سرّی نے اس بوڑھے شخص کا واقعہ بیان کیا، اُس وقت امامؑ نے فرمایا: وہ شخص جنتی ہے۔ اس نے عرض کیا: وہ شخص آخری لحات میں اس عقیدہ پر پہنچا ہے، صرف اس گھڑی اس کا عقیدہ صحیح ہوا تھا، کیا وہ بھی جنتی اور اہلِ نجات ہے۔ اس وقت امامؑ نے فرمایا: تم اس سے اور کیا چاہتے ہو، بخدا وہ شخص اہلِ بہشت ہے۔

(توبہ آغوش رحمت، ص ۱۹۳)

(۴۷)

مہمان نوازی

آیات:

۱۔ مہمانی کے آداب:

﴿یاأیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوا لاتَدْخُلُوا بُیُوتًا غَیْرَ بُیُوتِکُمْ حَتَّی تَسْتَأْنِسُوا وَتُسَلِّمُوا عَلَی أَهْلِهَا ذَلِکُمْ خَیْرٌ لَکُمْ لَعَلَّکُمْ تَذَکَّرُونَ﴾ (سورۂ نور، آیت ۲۷)

ایمان والو! خبردار اپنے گھروں کے علاوہ کسی کے گھر میں داخل نہ ہونا جب تک کہ صاحبِ خانہ سے اجازت نہ لے لو اور انہیں سلام نہ کرلو یہی تمہارے حق میں بہتر ہے کہ شاید تم اس سے نصیحت حاصل کرسکو۔

۲۔ مہمان کے لیے دعا:

﴿رَبِّ اغْفِرْ لِی وَلِوَالِدَیَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَیْتِی مُؤْمِنًا وَلِلْمُؤْمِنِینَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَلاتَزِدْ الظَّالِمِینَ إِلَّا تَبَارًا﴾ (سورۂ نوح، آیت ۲۸)

پروردگار! مجھے اور میرے والدین کو اور جو ایمان کے ساتھ میرے گھر میں داخل ہوجائیں اور تمام مومنین و مومنات کو بخش دے اور ظالموں کے لئے ہلاکت کے علاوہ کسی شئے میں اضافہ نہ کرنا۔

۳۔حضرت ابراہیم -کی مہمان نوازی:

﴿وَلَقَدْ جَائَتْ رُسُلُنَا إِبْرَاهِيمَ بِالْبُشْرَى قَالُوا سَلاَمًا قَالَ سَلاَمٌ فَمَا لَبِثَ أَنْ جَاءَ بِعِجْلٍ حَنِيذٍ﴾ (سورۂ ہود، آیت ۶۹)

اور ابراہیمؑ کے پاس ہمارے نمائندے بشارت لے کے آئے اور آ کر سلام کیا تو ابراہیمؑ نے بھی سلام کیا اور تھوڑی دیر نہ گزری تھی کہ بھنا ہوا بچھڑا لے آئے۔

۴۔حضرت لوط -کی مہمان نوازی:

﴿وَجَاءَ أَهْلُ الْمَدِينَةِ يَسْتَبْشِرُونَ ☆ قَالَ إِنَّ هَؤُلاَءِ ضَيْفِي فَلاَتَفْضَحُونِي ☆ وَاتَّقُوا اللهَ وَلاَتُخْزُونِ﴾ (سورۂ حجر، آیات ۶۹،۶۸،۶۷)

اور ادھر شہر والے نئے مسلمانوں کو دیکھ کر خوشیاں مناتے ہوئے آ گئے۔لوطؑ نے کہا کہ یہ ہمارے مہمان ہیں خبردار ہمیں بدنام نہ کرنا اور اللہ سے ڈرو اور رسوائی کا سامان نہ کرو۔

۵۔مہمان نوازی:

﴿وَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ قَالَ ائْتُونِي بِأَخٍ لَكُمْ مِنْ أَبِيكُمْ أَلاتَرَوْنَ أَنِّي أُوفِي الْكَيْلَ وَأَنَا خَيْرُ الْمُنْزِلِينَ﴾ (سورۂ یوسف، آیت ۵۹)

اور جب ان کا سامان تیار کر دیا تو ان سے کہا کہ تمہارا ایک بھائی اور بھی ہے اسے بھی لے آؤ کیا تم نہیں دیکھتے ہو کہ میں سامان کی ناپ تول میں برابر رکھتا ہوں اور مہمان نوازی بھی کرنے والا ہوں۔

روایات:

۱۔ مہمان پر خرچ کرنے کی فضیلت:

قَالَ رسولُ اللّٰہ: مَنْ اَکْرَمَ الضَّیْفَ فَقَدْ اَکْرَمَ سَبْعِیْنَ نَبِیًّا وَ مَنْ اَنْفَقَ عَلَی الضَّیْفِ دِرْھَمًا فَکَاَنَّمَا اَنْفَقَ اَلْفَ اَلْفَ دِیْنَارٍ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ تعالیٰ (ارشاد القلوب ج ۱، ص ۱۳۸)

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے مہمان کا اکرام کیا گویا اس نے ستر نبیوں کا اکرام کیا اور جس نے مہمان کے لیے ایک درہم خرچ کیا گویا اس نے اللہ کی راہ میں ہزار ہزار دینار خرچ کیے۔

۲۔ مہمان کا اکرام:

قال امیر المومنینؑ: اَکْرِمْ ضَیْفَکَ وَ اِنْ کَانَ حَقِیْراً (غرر الحکم ج ۱، ص ۸۰۴)

حضرت علیؑ نے فرمایا: مہمان کا اکرام و عزت کرو اگر چہ وہ حقیر ہی کیوں نہ ہو۔

۳۔ مومن کا اکرام خدا کا اکرام:

قال الصادقؑ: مَنْ اتاہ اخوہ المسلم فاکرمہ فانما اکرم اللّٰہ عزوجل (کافی ج ۲، ص ۲۰۶)

امام صادقؑ نے فرمایا: جس نے اپنے مسلمان برادر کا اکرام کیا گویا اس نے خدا عزوجل کا اکرام کیا۔

۴۔کھانا کھلانا:

قال الصادقؑ: مَا اَرٰی شَیْئًا یَعْدِلُ زِیَارَةَ الْمُؤمِنَ اِلَّا اِطْعَامُهٗ وَ حَقٌّ عَلَی اللّٰهِ اَنْ یُطْعِمَ مَنْ اَطْعَمَ مُؤمِنًا مِنْ طَعَامِ الْجَنَّةِ (کتاب الشافی ج ۴، ص ۱۲۶)

امام صادقؑ نے فرمایا: سوائے مومن کو کھانا کھلانے کے کوئی اور چیز ثواب میں زیارت مومن کے برابر نہیں اللہ کے لیے سزاوار ہے کہ وہ جنت کا کھانا اس شخص کو دے جو کسی مومن کو کھانا کھلائے۔

۵۔ضیافت:

قال امیر المومنینؑ: اَلضِّیَافَةُ رَأْسُ الْمُرُوَّةِ (غرر الحکم ج ۱، ص ۸۰۴)

مولا علیؑ نے فرمایا: ضیافت و مہمان نوازی مروّت و مردانگی کا کی اَساس ہے۔

تشریح:

مہمان نوازی کا بہت بڑا اجر و ثواب ہے۔ آپ کو روایت پڑھ کر اندازہ ہو گیا ہو گا کہ مہمان نوازی کا کتنا اجر ہے۔ مہمان درحقیقت خدا کا دوست ہوتا ہے جب مہمان گھر میں آتا ہے تو اپنے ساتھ رحمتیں و برکتیں لے کر آتا ہے اور جب مہمان گھر سے جاتا ہے تو میزبان اور اس کے گھر والوں کے گناہ لے جاتا ہے۔

مہمان کے لیے ضروری ہے کہ جب کسی کے یہاں جائے تو پہلے اجازت طلب

کرے اگر اجازت مل جائے تو گھر میں داخل ہوتے ہی سب سے پہلے سلام کرے اور میزبان کو چاہیے کہ مہمان کا احترام و اکرام کرے اور اپنی استطاعت کے مطابق مہمان نوازی کرے اور دستر خوان پر بیٹھے تو پہلے کھانا کھانا شروع کرے اور سب سے آخر میں ختم کرے اور مہمان کو چاہیے کہ میزبان کے حق میں دعا کرے اور اس کی وسعت رزق کے لیے خصوصاً دعا کرے۔

خدا سے دعا ہے بحقِ چہاردہ معصومین ؑ ہمیں مہمان نوازی کرنے کی توفیق عطا فرما۔ (آمین)

واقعات:

۱۔ حضرت ابراہیم ؑ کی ضیافت:

حضرت ابراہیم ؑ اعلیٰ درجہ کے مہمان نواز تھے، آپ اکیلے کھانا کھانے کے عادی نہیں تھے اگر ان کے ہاں کوئی مہمان نہ آتا تو آپ خود راستوں، چوراہوں پر کھڑے ہو جاتے تھے اور مسافروں کو کھانا کھانے کی دعوت دیتے تھے۔

ایک مرتبہ آپ مہمان تلاش کرنے کے لیے ایک شاہراہ پر گئے وہاں انہیں ایک ایسا مہمان ملا جو کافر تھا۔ آپ نے اسے کھانا کھانے کی دعوت دی اور اس نے دعوت قبول کر لی۔ آپ اسے اپنے مہمان خانہ لے آئے اور اس کے ہاتھ دھلائے اور پھر اس کے سامنے روٹی رکھی۔

مہمان نے جیسے ہی لقمہ توڑنے کے لیے ہاتھ بڑھایا تو آپ نے اس سے فرمایا: دوست! کھانا شروع کرنے سے پہلے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھو۔ مہمان جو کافر تھا اس نے کہا: میں کسی کو رب نہیں مانتا اور میں کسی کا نام لے کر ابتدا کرنے کا قائل نہیں ہوں۔

ابراہیمؑ نے بڑا اصرار کیا کہ بسم اللہ پڑھے لیکن مہمان اپنی ضد پر قائم رہا۔ اس پر حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا: پھر تم یہاں سے چلے جاؤ۔ ہمارے پاس تمہارے لیے کوئی کھانا نہیں ہے۔ مہمان اٹھ کر وہاں سے چلا گیا۔ اس وقت ابراہیمؑ پر اللہ کی وحی نازل ہوئی:

"اے ابراہیم! تم نے اپنے مہمان کو کیوں بھگایا؟ یہ پہلے دن سے ہی ہمارا منکر ہے مگر ہم تو اسے ستّر سال سے مسلسل رزق دے رہے ہیں۔ تمہارے دروازے پر تو یہ آج پہلی بار آیا ہے مگر تم نے اسے دھتکار دیا۔"

ابراہیمؑ کو اپنے طرزِ عمل پر شدید ندامت محسوس ہوئی اور آپ دوڑ کر مہمان کے پیچھے گئے اور اس سے اصرار کیا کہ وہ واپس آئے اور کھانا کھائے۔

کافر مہمان نے کہا: میں اُس وقت تک واپس نہیں آؤں گا جب تک مجھے اس کا سبب نہ بتاؤ گے۔

حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا: جس خدا کی محبت میں، میں نے تجھے بھوکا اٹھا دیا تھا اس خدا نے مجھ سے کہا ہے کہ یہ شخص روزِ اوّل سے ہی ہمارا منکر ہے مگر ہم نے اس کا رزق بند نہیں کیا اس کے حصے کی روشنی بند نہیں کی۔ اس کی اولاد بند نہیں کی۔ ہم تو ستّر

سال سے اسے رزق دے رہے ہیں آج یہ زندگی میں پہلی مرتبہ تمہارے پاس آیا ہے تو تم نے اسے دستر خوان سے اٹھا دیا۔ جاؤ اور اسے راضی کر کے کھانا کھلاؤ۔

میرا بندہ خواہ میرا نام لے یا نہ لے وہ بھوکا نہیں رہنا چاہیے۔ اگر نبی کے دروازے سے کوئی بھوکا چلا گیا تو یہ ہماری شان رزّاقی کی توہین ہوگی۔

جب کافر نے یہ بات سنی تو شرمندگی سے اس کی گردن جھک گئی اور کہنے لگا کہ ''میں بھی کتنا نالائق ہوں کہ اتنے عرصہ سے اتنے مہربان خدا سے غافل رہا۔''

اس کے بعد اس نے کلمہ پڑھا اور مسلمان ہوگیا۔ کچھ عرصہ کے بعد اس کا شمار صالحین میں ہونے لگا۔ (کشکول دستغیب ج ا، ص ۶۸)

۲۔احترامِ صالحین:

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ ایک شخص اپنے بیٹے کے ساتھ حضرت علیؑ کا مہمان ہوا۔ آپؑ نے اٹھ کر مہمانوں کا استقبال کیا۔ انہیں صدرِ مجلس میں جگہ دی اور خود ان کے پہلو میں بیٹھ گئے۔ جب کھانے کا وقت ہوا تو آپ نے مہمانوں کے سامنے طعام رکھوایا۔ جب مہمان کھانا کھا کر فارغ ہوئے تو آپؑ نے غلام قنبرؓ سے فرمایا: تولیہ لاؤ اور لوٹے میں پانی لاؤ۔

قنبرؓ دونوں چیزیں لے آئے۔ آپؑ نے پانی کا لوٹا لیا اور ان میں سے جو باپ تھا اس کے ہاتھ دھلانے کا ارادہ کیا۔ اس شخص نے عرض کی کہ مولا: آپ امیر المومنینؑ اور خلیفۃ المسلمین ہیں، آپ میرے ہاتھ نہ دھلائیں لیکن آپؑ نے فرمایا: کوئی حرج نہیں تم ہمارے مہمان ہو، میں ہی تمہارے ہاتھ دھلاؤں گا۔

جب آپ اس کے ہاتھ دھلا چکے تو آپؑ نے اپنے فرزند محمد بن حنفیہؓ سے کہا: بیٹا! اگر اس شخص کا بیٹا اکیلا میرے ہاں مہمان ہوتا تو اس کے ہاتھ بھی میں خود دُھلاتا لیکن خدا نہیں چاہتا کہ باپ بیٹے دونوں یکساں ہوں۔ میں نے باپ کے ہاتھ دُھلائے ہیں تم اس کے بیٹے کے ہاتھ دُھلاؤ۔ (کشکول دستغیب ج ۲، ص ۲۴)

(۴۸)

نماز

آیات:

۱۔مشکلات میں نماز سے مدد طلب کرنا:

﴿وَاسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلاةِ وَإِنَّهَا لَكَبِيرَةٌ إِلَّا عَلَى الْخَاشِعِينَ ﴾ (سورۂ بقرہ، آیت ۴۵)

صبر اور نماز کے ذریعہ مدد مانگو نماز بہت مشکل کام ہے مگر ان لوگوں کے لیے جو خشوع اور خضوع والے ہیں۔

۲۔نماز برائی سے روکتی ہے:

﴿إِنَّ الصَّلاةَ تَنْهَى عَنْ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ ﴾ (سورۂ عنکبوت، آیت ۴۵)

نماز ہر برائی اور بدکاری سے روکنے والی ہے۔

۳۔نماز جماعت:

﴿وَ أَقِيمُوا الصَّلاةَ وَ آتُوا الزَّكَاةَ وَارْكَعُوا مَعَ الرَّاكِعِينَ ﴾ (سورۂ بقرہ، آیت ۴۳)

نماز قائم کرو، زکوٰۃ ادا کرو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو۔

۴۔ نماز نہ پڑھنے کا انجام:

﴿مَا سَلَكَكُمْ فِي سَقَرَ ☆ قَالُوا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّينَ﴾ (سورۂ مدثر، آیات ۴۳،۴۴)

آخر تمہیں کس چیز نے جہنم میں پہنچا دیا وہ کہیں گے کہ ہم نماز گزار نہیں تھے۔

۳۔ اطمینان کے ساتھ نماز پڑھو:

﴿فَإِذَا اطْمَأْنَنتُمْ فَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ﴾ (سورۂ نساء، آیت ۱۰۳)

جب اطمینان حاصل ہوجائے تو باقاعدہ نماز قائم کرو۔

روایات:

۱۔ شیطان سے بچنے کا راستہ:

قال امیر المومنینؑ: اَلصَّلَاةُ حِصْنٌ مِنْ سَطَوَاتِ الشَّيْطَانِ (غرر الحکم ج۱، ص۷۸۲)

حضرت امیر المومنینؑ نے فرمایا: نماز شیطان کے حملوں سے بچنے کے لئے ایک قلعہ ہے۔

۲۔ رحمتِ خدا:

قال علی بن ابی طالبؑ: اَلصَّلَاةُ تَسْتَنْزِلُ الرَّحْمَةَ (غرر الحکم ج۱، ص ۷۸۲)

حضرت علی بن ابی طالبؑ نے فرمایا: نماز رحمتِ خدا کو کھینچتی ہے۔

۳۔اس قدر رحمتیں:

قال امیر المومنینؑ: لَوْ یَعْلَمُ الْمُصَلِّی مَا یَغْشَاهُ مِنَ الرَّحْمَةِ لَمَا رَفَعَ رَاْسَهُ مِنَ السُّجُوْدِ (غرر الحکم ج۱،ص۷۸۳)

امام علیؑ نے فرمایا: اگر نمازی کو یہ معلوم ہو جائے کہ اس وقت اس پر کتنی رحمتیں نازل ہو رہی ہیں تو وہ سجدے سے کبھی سر نہ اٹھائے۔

۴۔نماز کو سبک سمجھنا:

قال الصادقؑ: اِنَّ شَفَاعَتَنَا لَا تَنَالُ مُسْتَخِفًّا بِالصَّلٰوةِ (وسائل ج۴،ص ۲۶)

امام صادقؑ نے فرمایا: جس نے نماز کو سبک (کم) سمجھا وہ ہماری شفاعت سے محروم رہے گا۔

۵۔آخری نماز:

قال امیر المومنینؑ: اِذَا قَامَ اَحَدُکُمْ اِلَی الصَّلَاةِ فَلْیُصَلِّ صَلَاةَ مُوَدِّعٍ (غرر الحکم ج۱،ص۷۸۲)

امام علیؑ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی نماز کے لیے کھڑا ہو تو اس کو یہ سمجھ کر نماز پڑھنی چاہیے کہ یہ میری آخری نماز ہے۔

تشریح:

جس کے ذہن میں نماز کا فلسفہ لقائے الٰہی ہے اور اُجر وثواب کا یقین ہے اس کے لئے صبح، دوپہر، شام کوئی وقت مشکل نہیں ہے اور خدا ذہن سے نکل جائے تو پھر ہر وقت مشکل ہے۔ نماز ایک فریضہ ہے اور وقتِ معین کے ساتھ فریضہ ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ نماز پابندی وقت کے ساتھ ادا کرنا چاہیے، وقتِ نماز میں کوتاہی کرنا اصلِ نماز میں کوتاہی کرنے کے مرادف ہے اور اسی لیے علماء اسلام نے بلا عذر نماز قضا کر دینے کو حرام قرار دیا ہے۔ عذر کی تفصیل بھی احکام شریعت سے دریافت کرنی چاہیے، خود ساختہ خیالات کا نام عذر شرعی نہیں ہے۔ انسان کو یقین ہو جائے کہ رات کو دیر تک جاگنا نمازِ صبح کے قضا ہو جانے کا باعث ہوگا تو سوجانا ضروری ہے اور جاگنا حرام ہے۔ اس کے لئے کارِ خیر کا عذر بھی کارگر نہیں ہوسکتا۔ نماز پڑھنے سے رزق میں برکت، پریشانیاں دور اور اطمینان وسکون حاصل ہوتا ہے۔ جب نماز شروع کرو تو یہ کہو کہ یہ دنیا میں میری آخری نماز ہے اور یہ خیال کرو کہ جنت تمہارے سامنے اور جہنم تمہارے پیروں کے نیچے، ملک الموت پیچھے، انبیاء دائیں طرف، فرشتہ بائیں طرف اور خدا سر کے اوپر سے دیکھ رہا ہے۔ پس دیکھو کہ تم کس کے سامنے کھڑے ہو، کس سے مناجات کر رہے ہو اور تمہیں کون دیکھ رہا ہے؟

خدا سے دعا کرتے ہیں بحقِ مظلومِ کربلا حضرت امام حسینؑ ہمیں نماز اور اگر ہمارے ذمے قضا نمازیں ہوں تو انہیں پڑھنے کی توفیق عطا فرما۔ (آمین)

واقعات:

ا۔ دو رکعت نماز دنیاوی خیال سے خالی:

تفسیر برہان میں بروایت ابن شہر آشوب ابن عباس سے منقول ہے کہ ایک دفعہ رسول خدا ﷺ کے پاس دو اونٹنیاں بطور ہدیہ آئیں۔ آپؐ نے اصحاب سے فرمایا کہ تم میں سے جو شخص ایسی دو رکعتیں ادا کرے جس میں کوئی دنیاوی خیال دل میں نہ گزرے تو میں ان میں سے ایک اونٹنی اس کو دے دوں گا۔ حضور اکرم ﷺ نے یہ اعلان تین بار دہرایا۔ کسی کو لبیک کہنے کی جرأت نہ ہوئی۔ پس حضرت علیؑ نے لبیک کہا چنانچہ جب دو رکعت نماز پڑھ چکے تو جبرائیل نازل ہوئے اور فرمایا: خدا تحفہ درود وسلام کے بعد فرماتا ہے حسبِ وعدہ ایک اونٹنی علیؑ کے حوالے کر دیجیے۔ آپؐ نے فرمایا: میں نے شرط لگائی تھی کہ دل میں خیال نہ گزرے لیکن علیؑ نے حالتِ تشہد میں یہ خیال کیا تھا کہ ان میں سے کون سی لوں؟ تو جبرائیلؑ نے دوبارہ پلٹ کر عرض کی کہ خدا فرماتا ہے علیؑ کا وہ خیال دنیاوی نہ تھا بلکہ میری خوشنودی کے لئے تھا کیونکہ علیؑ نے سوچا تھا کہ ایسی اونٹنی لوں گا جو زیادہ موٹی ہوتا کہ اس کو نحر کر کے مساکین پر صدقہ کروں۔ پس خوشی کے مارے رسول اللہ ﷺ پر گریہ طاری ہوا اور وہ دونوں اونٹنیاں حضرت علیؑ کے حوالے کر دیں اور یہ آیت اتری۔

﴿إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَذِكْرَىٰ لِمَنْ كَانَ لَهُ قَلْبٌ﴾ (سورۂ ق، آیت ۳۷)

اس واقعہ میں نصیحت کا سامان موجود ہے اس انسان کے لیے جس کے پاس دل ہو۔

۲۔تارک الصّلاۃ کیوں کافر ہے؟

مسعدہ صحابی امام صادقؑ ایک دفعہ امامؑ کے پاس آیا اور آکر سوال کیا: یابن رسول اللہؐ، کیا وجہ ہے کہ بدکار کو بعنوان کافر معرفی نہیں کرائی گئی جب کہ تارک الصّلاۃ کو کافر کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اس کی دلیل کیا ہے؟

امامؑ نے فرمایا: کیونکہ بدکار اور اس کی طرح کے دیگر افراد اس کام کو جنسی شہوت کی وجہ سے انجام دیتے ہیں لیکن تارک الصلاۃ نماز کو ترک نہیں کرتا مگر فقط اور فقط سبک سمجھتے ہوئے۔ مرد بدکار عورت کی طرف نہیں آتا مگر لذت کی وجہ سے لیکن جو شخص نماز کو ترک کرتا ہے اس کو کوئی لذت نہیں ہوتی۔ جب لذت نہ ہو تو معلوم ہوتا ہے کہ نماز کو سبک شمار کرنا باعث بنا کہ نماز کو ترک کرے۔ ''اذا وقع الاستخفاف وقع الکفر'' جب نماز کو سبک شمار کیا تو کفر آگیا۔ (داستانھای اصولِ کافی ص۵۰۹)

(۴۹)

ہمسایہ

آیات:

ا۔ احسان:

﴿وَاعْبُدُوا اللہَ وَلاتُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَبِذِى الْقُرْبَى وَالْيَتَامَى وَالْمَسَاكِينِ وَالْجَارِ ذِى الْقُرْبَى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ وَابْنِ السَّبِيلِ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ إِنَّ اللہَ لايُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُورًا﴾ (سورۂ نساء، آیت ۳۶)

اور اللہ کی عبادت کرو اور کسی شئے کو اس کا شریک نہ بناؤ اور والدین کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو اور قرابتداروں کے ساتھ، یتیموں مسکینوں، قریب کے ہمسایہ، دور کے ہمسایہ، پہلونشین، مسافر غربت زدہ، غلام وکنیز سب کے ساتھ نیک برتاؤ کرو کہ اللہ مغرور ومتکبر لوگوں کو پسند نہیں کرتا۔

۲۔ پڑوسی کی مدد:

﴿وَيَمْنَعُونَ الْمَاعُونَ﴾ (سورۂ ماعون، آیت ۷)

اور معمولی ظروف بھی عاریت پر دینے سے انکار کرتے ہیں۔

۳۔ہمسایہ سے جدائی:

﴿يَوْمَ لايُغْنِي مَوْلًى عَنْ مَوْلًى شَيْئًا وَلاهُمْ يُنصَرُونَ﴾ (سورۂ دخان، آیت ۴۱)

جس دن کوئی دوست دوسرے دوست کے کام آنے والا نہیں ہے اور نہ ان کی کوئی مدد کی جائے گی۔

۴۔شیطان کہتا ہے:

﴿و انی جار لکم﴾ (سورۂ انفال، آیت ۴۸)

(شیطان نے کہا: میں تمہارا مددگار (پڑوسی) ہوں۔

۵۔ہمسایہ مومن ہو:

﴿الَّذِينَ يَتَّخِذُونَ الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ أَيَبْتَغُونَ عِنْدَهُمُ الْعِزَّةَ فَإِنَّ الْعِزَّةَ لِلَّهِ جَمِيعًا﴾ (سورۂ نساء، آیت ۱۳۹)

جو لوگ مومنین کو چھوڑ کر کفار کو اپنا ولی اور سرپرست بناتے ہیں کیا ان کے پاس عزت تلاش کر رہے ہیں جب کہ ساری عزت صرف اللہ کے لئے ہے۔

روایات:

ا۔ ہمسایوں کی معلومات:

قال امیر المومنینؑ: سَلْ عَنِ الْجَارِ قَبْلَ الدَّارِ (غرر الحکم ج ۱، ص ۲۰۲)

حضرت علی بن ابی طالبؑ نے فرمایا: گھر لینے سے پہلے ہمسایوں کے بارے میں معلوم کرو۔

۲۔ ہمسایوں کی کثرت:

قال علی بن ابی طالبؑ: مَنْ حَسُنَ جِوَارُهُ کَثُرَ جِیْرَانُهُ (غرر الحکم ج ۱، ص ۲۰۲)

مولا علیؑ نے فرمایا: جس کا پڑوس اچھا ہوتا ہے، اس کے ہمسایوں کی کثرت ہو جاتی ہے۔

۳۔ پڑوسیوں کی خدمت:

قال علیؑ: مَنْ اَحْسَنَ اِلٰی جِیْرَانِهِ کَثُرَ خَدَمَهُ (غرر الحکم ج ۱، ص ۲۰۳)

حضرت علیؑ نے فرمایا: جو اپنے پڑوسیوں کی خدمت کرتا ہے اس کے خدمت گزار زیادہ ہو جاتے ہیں۔

۴۔ رزق میں برکت:

قال الصادقؑ: حُسْنُ الجِوَارِ یَزِیْدُ فِی الرِّزْقِ (کافی ج ۲، ص ۶۶۶)

امام صادقؑ نے فرمایا: ہمسایوں سے نیکی رزق و روزی میں اضافہ کرتی ہے۔

۵۔ہمسایہ کی حدود:

كُلُّ اَرْبَعِيْنَ دَارًا جِيْرَانٌ، مِنْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَ مِنْ خَلْفِهِ وَ عَنْ يَمِيْنِهٖ وَ عَنْ شِمَالِهٖ (کتاب الشافی ج۵،ص۴۱۶)

رسول خدا ﷺ نے فرمایا: چالیس گھر چاروں طرف سے ہمسایہ میں داخل ہیں۔

تشریح:

ہمسایہ، پڑوسی اچھا ہو تو انسان کی زندگی سکون واطمینان سے گذر جاتی ہے ورنہ روز روز کی بڑبڑ اور چیخ وپکار، تکلیف واذیت کا باعث بنی رہتی ہے اس لئے روایت میں ہے کہ گھر لینے سے پہلے پڑوسیوں کے بارے میں معلومات کرلو کہ پڑوسی کیسے ہیں کیونکہ برا پڑوسی بڑی سختی اور عظیم ترین بلا ہے اور اچھا پڑوسی ایک نعمت ہے کیونکہ پڑوسی اہل خانہ کے حکم میں ہوتا ہے لہٰذا آدمی کو اس سے آدمیت، انسانیت کی توقع ہوتی ہے لیکن جب وہ برا ہو جاتا ہے تو اسے بہت دکھ ہوتا ہے خواہ اس نے اسے اذیت بھی نہ دی ہو۔ بہر حال ہمسایوں کے ساتھ نیکی کرنا ان کے ساتھ اچھے سلوک سے پیش آنا عمر، آبادی، رزق میں اضافہ کا باعث ہے۔کوشش کریں کہ ہم سے ان کو کوئی تکلیف نہ پہنچے۔

خدا سے دعا کرتے ہیں بحق ائمہ طاہرین ؑ ہمیں پڑوسیوں کے ساتھ حُسن سلوک سے پیش آنے اور ان کی خدمت کرنے کی توفیق عطا فرما۔ (آمین)

واقعات:

۱۔ پہلے ہمسایہ:

امام حسن -فرماتے ہیں: بچپنے میں ایک رات میں کافی دیر تک جاگتا رہا میں نے دیکھا کہ میری والدۂ ماجدہ نماز شب میں مشغول ہیں، مسلسل آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہیں، بدن میں لرزہ طاری ہے۔ نماز کے بعد آنکھوں میں اشک، ہاتھ آسمانوں کی طرف اٹھے ہوئے اور مومنین کے لئے دعائے خیر ایک ایک کا نام لے کر کر رہی ہیں۔ میں نے چاہا کہ دیکھوں۔ اپنے لئے کس طرح دعا کر رہی ہیں لیکن میں نے دیکھا کہ مادرِ گرامی نے مومنین کے لئے تو اس قدر دعائیں کیں اور اپنے لئے کوئی دعا نہ کی۔ کل میں نے اپنی والدۂ گرامی سے سوال کیا: کیوں آپؑ نے سب کے لئے دعائیں کیں اور اپنے لئے کوئی دعا نہ کی؟

آپؑ نے فرمایا: يَا بُنَيَّ! اَلْجَارُ ثُمَّ الدَّار

اے میرے بیٹے پہلے ہمسایہ پھر اپنا گھر۔ (سیرت حضرت فاطمہ زہراؑ ص ۴۳۷)

۲۔ ہمسایہ سے بے خبری:

آقائے سیّد جواد عاملیؒ مذہب اہل بیتؑ کے معروف فقیہ، صاحب کتاب ''مفتاح الکرامۃ'' ایک شب کھانے میں مصروف تھے کہ آپ کے کانوں میں دروازہ بجنے کی آواز آئی جونہی آپ کو معلوم ہوا کہ دروازے پر استادِ معلم آقائے سیّد مہدی بحر العلوم کی طرف سے آدمی آیا ہے تو وہ جلدی سے دروازے کی طرف آئے۔ دروازے پر پیغام

موصول ہوا کہ استاد نے فوراً طلب فرمایا ہے اور فرمایا ہے اس وقت تک کھانا شروع نہیں فرمائیں گے جب تک آپ نہ آجائیں گے۔

سیّد جوادؒ اپنا کھانا چھوڑ کر جلدی سے استاد بحر العلومؒ کی منزل کی طرف روانہ ہوئے۔ جونہی ادھر پہنچے تو استادِ معظم انہیں دیکھتے ہی ان پر برس پڑے فرمایا: سیّد جواد خدا سے خوف نہیں کھاتے ہو اور غصہ بھرے لہجہ میں فرمایا: تمہیں اپنے خدا سے شرم نہیں آتی؟

سیّد جواد حیرت کے دریا میں ڈوب گئے اور پھر پوچھا: اگر ممکن ہو تو بتا دیں کہ ناچیز سے کیا غلطی ہوئی ہے۔ اُستاد نے فرمایا: سات دنوں سے تیرا فلاں ہمسایہ اہل وعیال سمیت بھوکا ہے۔ نہ گندم، نہ چاول، ان کے گھر میں کچھ بھی نہیں ہے وہ سات دنوں سے اپنی گلی کے سبزی فروش سے قرض لے کر گزارہ کر رہا ہے۔ آج جب وہ پھر سے ادھار لینے گیا تو دکاندار نے اُسے دیکھتے ہی کہا: آپ کے قرضے کی رقم زیادہ ہوگئی ہے۔ ہم آپ کو قرضہ نہیں دے سکتے ہیں۔ وہ یہ سنتے ہی شرم سے واپس آگیا۔ آج شام اس کے لئے اور اس کے اہل وعیال کے لئے کھانے کو کچھ نہیں ہے۔

سیّد جوادؒ نے عرض کیا: استاد معظم! بخدا مجھے اس بارے میں کچھ خبر نہیں ہے، اگر مجھے معلوم ہوتا تو میں ان کی ضرور خبر گیری کرتا۔

اُستاد صاحب نے فرمایا: میرے شور کرنے کا مقصد صرف اور صرف یہ ہے کہ آپ اپنے ہمسایوں کے احوال سے کیونکر بے خبر رہتے ہیں۔ سات دن گزر جائیں اور ان کا یہ حال ہو۔ تمھیں معلوم بھی نہ ہو، آخر کیوں؟ اور وہاں اگر باخبر ہوتے ہوئے بھی

ان کے لئے کچھ نہ کرتا تو پھر تو مسلمان بھی نہ رہتا۔

سیّد جواد نے عرض کیا: حکم فرمایئے، اب میں کیا کروں؟

علامہ بحر العلومؒ نے فرمایا: میرا خادم کھانے کا یہ طشت اٹھا کر آپ کے ساتھ اس کے دروازے تک جائے گا اور آپ کو پہنچا کر واپس آجائے گا۔ آپ خود دروازہ بجائیں گے اور یہ لو یہ رقم ہے ساتھ لے جاؤ۔ یہ آہستہ سے ان کے کسی تکیہ کے نیچے رکھ دینا ان کے ساتھ مل کر کھانا کھانا۔ کھانے کے بعد ان سے معذرت خواہی کرنا۔ یہ طشت ادھر ہی رہنے دینا۔ جب تک یہ کام انجام دے کر واپس میرے پاس نہیں آؤ گے میں آپ کے آنے تک کھانا نہیں کھاؤں گا۔ مجھے واپسی پر احوال سے مطلع کرو کہ اس مردِ مومن کا کیا ہوا؟

سیّد جوادؒ استاد کے احکام کے مطابق اس مردِ مومن کے گھر گئے اور دروازے پر اجازت طلب کی، اندر داخل ہوئے، دستر خوان بچھایا گیا۔ سیّد جوادؒ کی معذرت طلبی پر صاحبِ خانہ نے کھانا کھانا شروع کیا۔ پہلے لقمے پر کھانے کے ذائقے سے اسے محسوس ہوا کہ یہ کھانا سیّد جواد کے گھر کا نہیں ہے کیونکہ سیّد جواد عرب ہیں اور یہ کھانا عرب کے گھر کا نہیں ہے۔ فوراً کھانا کھانے سے ہاتھ روک لیا اور پوچھا یہ کھانا کہاں سے آیا ہے؟ آپ جب تک نہیں بتائیں گے کھانا نہیں کھاؤں گا۔

سیّد جواد نے جتنا اصرار کیا وہ شخص نہ مانا بالآخر ناچار سارا ماجرا سنایا۔

اس شخص نے کھانا شروع کیا اور تعجب کے ساتھ کہا: میں نے اپنا راز کسی کو نہیں بتایا تھا نہ جانے سیّد بحر العلوم کو کیسے معلوم ہوا۔ (موضوعی داستانیں ص ۱۳۱)

(۵۰)

یتیم

آیات:

۱۔ یتیم کو کھانا کھلانا:

﴿أَوْ إِطْعَامٌ فِي يَوْمٍ ذِي مَسْغَبَةٍ ☆ يَتِيمًا ذَا مَقْرَبَةٍ ﴾(سورۂ بلد، آیت ۱۴،۱۵)

یا بھوک کے دن کھانا کھلانا کسی قرابتدار یتیم کو۔

۲۔ یتیم پر قہر و غصہ نہ کرو:

﴿فَأَمَّا الْيَتِيمَ فَلَا تَقْهَرْ ﴾(سورۂ ضحیٰ، آیت ۹)

لہٰذا اب یتیم پر قہر نہ کرو۔

۳۔ یتیم کا مال کھانا:

﴿إِنَّ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ أَمْوَالَ الْيَتَامَى ظُلْمًا إِنَّمَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ نَارًا وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيرًا ﴾(سورۂ نساء، آیت ۱۰)

جو لوگ ظالمانہ انداز سے یتیموں کا مال کھا جاتے ہیں وہ درحقیقت اپنے پیٹ میں

آگ بھر رہے ہیں اور عنقریب واصلِ جہنم ہوں گے۔

۴۔ یتیم کو دھکے مت دو:

﴿أَرَأَيْتَ الَّذِي يُكَذِّبُ بِالدِّينِ ☆ فَذَٰلِكَ الَّذِي يَدُعُّ الْيَتِيمَ ﴾

(سورۂ ماعون، آیات ۲،۱)

کیا تم نے اس شخص کو دیکھا ہے جو قیامت کو جھٹلاتا ہے یہ وہی ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے۔

۵۔ یتیموں کے بارے میں سوال:

﴿وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْيَتَامَىٰ قُلْ إِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ وَإِنْ تُخَالِطُوهُمْ فَإِخْوَانُكُمْ وَاللَّهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ ﴾ (سورۂ بقرہ، آیت ۲۲۰)

اور یہ لوگ تم سے یتیموں کے بارے میں سوال کرتے ہیں تو کہہ دو کہ ان کے حال کی اصلاح بہترین بات ہے اور اگر ان سے مل جل کر رہو تو یہ بھی تمہارے بھائی ہیں اور اللہ بہتر جانتا ہے کہ مصلح کون ہے اور مفسد کون ہے۔

روایات:

۱۔ نیکی کرو:

قال امیر المومنینؑ: بَرُّوا اَيْتَامَكُمْ (غرر الحکم ج ۲، ص ۷۸۶)

امام علیؑ نے فرمایا: اپنے یتیموں کے ساتھ نیکی کرو۔

۲۔خدا کے نزدیک معزز و مکرم:

قال علی ابن ابی طالبؑ: کَافِلُ الْیَتِیمِ وَ الْمِسْکِیْنِ عِنْدَ اللّٰہِ مِنَ الْمُکْرَمِیْنَ (غررالحکم ج۲،ص۷۸۷)

حضرت علیؑ نے فرمایا: یتیم و مسکین کی کفالت کرنے والا خدا کے نزدیک معزز و مکرم ہے۔

۳۔یتیم کا خیال کرو:

قال امیر المومنینؑ: مَنْ رَعَی الْاَیْتَامَ رُعِیَ فِیْ بَنِیْہِ (غررالحکم ج۲،ص۷۸۷)

امیر المومنینؑ نے فرمایا: جو یتیموں کا خیال رکھتا ہے اس کی اولاد کا خیال رکھا جائے گا۔

۴۔یتیموں سے بہترین سلوک:

قال رسولُ اللّٰہؐ: کُنْ لِلْیَتِیْمِ کَالْاَبِ الرَّحِیْمِ (میزان الحکمۃ ج۴،ص۳۷۰۸)

رسولِ خدا ﷺ نے فرمایا: یتیموں کے ساتھ مہربان باپ جیسا سلوک کرو۔

۵۔یتیموں کے سر پر ہاتھ رکھنے کا اجر:

قال امیر المومنینؑ: مَا مِنْ مُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَۃٍ یَضَعُ یَدَہٗ عَلٰی رَأْسِ یَتِیْمٍ اِلَّا کَتَبَ اللّٰہُ لَہٗ بِکُلِّ شَعْرٍ مَرَّتْ یَدَہٗ عَلَیْھَا حَسَنَۃً (میزان الحکمہ ج۴، ص۳۷۰۸)

حضرت علیؑ نے فرمایا: کوئی بھی مومن مرد یا عورت جب اپنا ہاتھ یتیم کے سر پر پھیرتا یا رکھتا ہے تو پروردگار اس کے لئے ہر بال کے بدلے ایک نیکی لکھ دیتا ہے۔

تشریح:

یتیم کی کفالت کرنا ایک عظیم عبادت ہے۔ جو شخص یتیم کی کفالت کرتا ہے خدا ایسے اسباب مہیا کرتا ہے کہ اس کے بچوں کی کفالت کی جائے گی۔ قرآن و روایات میں یتیم کے ساتھ اچھا برتاؤ اور نیکی کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور یتیم کے مال کی دیکھ بھال اور اس کے مال کو نہ کھانے کا امر کیا گیا ہے۔ یتیموں کی دیکھ بھال، ان پر انفاق اور کھانا کھلانے وغیرہ کا بہت اجر و ثواب ہے۔ جنت میں ایک عالی شان باغ ہے، جس میں صرف وہ لوگ جائیں گے جو مومنین کے یتیموں کو دنیا میں خوش کیا کرتے تھے۔ یتیم کے سر پر ہاتھ رکھنا یا ان کے سر پر ہاتھ پھیرنے کا بھی اجر و ثواب ہے۔ جتنے بال ہاتھ پھیرنے کے نتیجے میں ہاتھ کے نیچے آئیں گے تو ہر بال کے عوض ایک نیکی لکھی جائے گی۔ یتیموں کا خیال رکھیں یہ نہ ہو کہ یتیموں کے نام پر ہم مال جمع کریں اور پھر خود ہی کھا جائیں۔ جو ایسا کرتا ہے یا کرے گا اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ یتیموں کے ساتھ اپنے بچوں جیسا سلوک کریں جس طرح ہم چاہتے ہیں ہمارے بچے خوشحال اور اچھے طریقے سے رہیں، اسی طرح یتیموں کے بارے میں سوچیں۔

خدا سے دعا کرتے ہیں بحق محمدؐ و آلِ محمدؐ یتیموں کا خیال رکھنے اور اُن کے ساتھ نیک سلوک کرنے کی توفیق عطا فرما۔ (آمین ثُمّ آمین)

واقعات:

ا۔ مولا علیؑ اور یتیم پروری:

حضرت علی -نے ایک خاتون کو کندھے پر پانی کا مشکیزہ اٹھائے جاتے ہوئے دیکھا۔ آپؑ نے آگے بڑھ کر اس سے مشکیزہ لے لیا اور خود اٹھایا۔ اسے اس کے گھر تک پہنچایا اور اس سے اس کے حالات معلوم فرمائے۔

عورت نے کہا: میرے شوہر کو حضرت علی بن ابی طالبؑ نے کسی ضروری شرعی کام کے لئے بھیجا تھا وہ اُدھر شہید ہو گیا۔ اپنے بعد میرے لئے چند چھوٹے یتیم بچے چھوڑ گیا ہے۔ میرے وسائل محدود ہیں۔ بچوں کی سرپرستی نہیں کر پاتی ہوں۔ ضرورت کی وجہ سے میں لوگوں کے گھروں میں خدمت کرتی ہوں۔

حضرت علیؑ وہاں سے واپس لوٹے اور خوراک کا سامان اٹھایا، اس عورت کے گھر کو چلے، جب آپؑ وہ خوراک کا سامان اٹھا کر جا رہے تھے تو راستے میں آپؑ کو آپؑ کے صحابہ عقیدت مند مجبور کر رہے تھے کہ سامان ہم اٹھاتے ہیں۔

آپؑ فرماتے ہیں: آج تو تم اٹھاؤ گے لیکن قیامت کے دن میرا بار کون اٹھائے گا؟

آپؑ اس خاتون کے دروازے پر پہنچے، دق الباب کیا، اندر سے خاتون نے پوچھا: کون ہے؟

آپؑ نے جواب دیا کہ وہی جس نے کل آپ کا مشکیزہ اٹھانے میں مدد کی تھی۔

اب آپ کے بچوں کے لئے خوراک لایا ہوں، دروازہ کھولیں۔

عورت نے دروازہ کھولا، کھانے کا سامان لے لیا اور دعا کی۔ خداوند متعال آپ سے راضی اور علی بن ابی طالبؑ سے باز پرس کرے۔

آپؑ نے اجازت چاہی کہ اگر اجازت ہو تو اندر آجاؤں۔ اس نے اجازت دی، آپؑ نے فرمایا: میں آپ کے گھریلو کاموں میں آپ کی مدد کرنا چاہتا ہوں۔ بتاؤ بچوں کو بہلاؤ گی یا روٹی پکاؤ گی؟

عورت نے کہا: میں کھانا بنانے کا کام زیادہ بہتر جانتی ہوں۔ آپ ذرا میرے بچوں کو بہلا دیں۔

خاتون آٹا خمیر کرنے لگی تو حضرت علیؑ جو گوشت لائے تھے اس کے کباب بنانے لگے وہ کباب اور کھجوریں بچوں کو کھلانے لگے اور ساتھ ساتھ فرماتے: اے بچو تم علیؑ سے راضی ہو جاؤ۔ اگر علیؑ سے تمہارے حق میں کوئی کمی واقع ہوئی ہے تو راضی ہو جاؤ۔

جب عورت نے آٹا خمیر کر لیا تو دیکھا کہ تنور روشن ہو گیا ہے، حضرت علیؑ نے تنور جلا دیا۔ آپؑ جب تنور پر کھڑے ایندھن ڈال رہے تھے تو آگ کی حرارت محسوس کرتے تو فرماتے: ذرا اس گرمی کو برداشت کرو، آپ کس طرح اس بیوہ اور یتیم بچوں سے بے خبر رہے۔

اس دوران ایک اور عورت جو حضرت علیؑ کو جانتی تھی گھر میں داخل ہوئی جونہی اس کی نظر حضرتؑ پر پڑی تو جلدی سے اُس بیوہ عورت سے کہا: یہ کیا ہوا اے عورت؟

افسوس ہے کہ تو اہلِ اسلام کے پیشوا اور ملک کے سربراہ حضرت علی بن ابی طالبؑ سے گھریلو کام کروا رہی ہے۔

عورت شرمندگی میں ڈوب گئی اور جلدی سے آنحضرتؑ کے پاس پہنچی عرض کیا: اے امیر المومنینؑ مجھے آپؑ سے شرمندگی ہے، مجھے معاف کر دینا۔

حضرت علیؑ نے فرمایا: میں آپ سے اور آپ کے بچوں کے حق میں بے خبر ہونے پر معذرت خواہ ہوں۔ (بحار الانوار ج ۹، ص ۵۳۶، موضوعی داستانیں، ص ۳۶۷، گنجینۂ معارف ج ۱، ص ۷۸۹)

۲۔ یتیموں سے مہربانی:

بصرہ کے علاقے میں ایک شخص کی وفات ہوئی، چونکہ وہ شخص گناہ گار تھا اس کی میت اٹھانے میں کوئی شریک نہ ہوا۔ اس کی بیوی نے اجرت پر چند مزدور منگوا کر اس کا جنازہ اٹھوایا۔ غسل و کفن کے بعد اس کی نماز جنازہ میں شریک ہونے بھی کوئی نہ آیا۔

جب میت قبرستان کی طرف روانہ ہوئی تو لوگوں نے دیکھا کہ ایک زاہد و پارسا شخص راستے میں کھڑا اس میت کا انتظار کر رہا تھا۔ جب میت اس کے نزدیک پہنچی تو وہ خود بھی جنازہ پڑھنے کے لیے کھڑا ہو گیا اور ساتھ والوں کو بھی شریک ہونے کا کہا۔ سب نے مل کر نماز جنازہ پڑھی۔ دیکھنے والوں کو اس پر تعجب ہوا تو انہوں نے اس پارسا سے پوچھا، اس نے بتایا کہ مجھے خواب میں حکم ہوا ہے کہ فلاں جگہ جاؤ۔ ایک جنازہ آئے گا جس کے ساتھ صرف ایک خاتون ہوگی تم جا کر اس کی نماز جنازہ پڑھو،

کیونکہ اُس کی بخشش ہوگئی ہے۔

پھر اُس پارسا شخص نے مرحوم کی بیوی سے اُس کے حالات معلوم کیے، عورت نے جواب دیا کہ میرا شوہر علی الاعلان کثرت سے شراب پیتا تھا۔ نیک شخص نے پوچھا، کیا اُس کا کوئی اچھا عمل بھی تھا؟

عورت نے کہا: ہاں وہ صرف تین اچھے کام کرتا تھا۔ ا۔ جب شراب کا نشہ ختم ہوتا ہے تو روتا ہے اور کہتا ہے خدایا! کیا معلوم تیری جہنم کے کس گوشے میں میرا ٹھکانہ ہوگا۔ ۲۔ صبح سویرے غسل کرتا ہے، لباس تبدیل کر کے نماز میں مشغول ہو جاتا ہے۔ ۳۔ وہ ہمیشہ ہر وقت تین چار یتیم بچوں کو اپنے گھر میں رکھتا تھا اور اپنی اولاد سے زیادہ ان سے محبت کا اظہار کرتا تھا۔ (موضوعی داستانیں ص ۳۶۶)

تمّت بالخیر و الحمد للّٰہ ربّ العالمین

۱۵ شعبان المعظم ۱۴۳۱ ھ ق

اے میرے مالک، قبول اُفتد سعی
عاجزانہ نذر یہ تالیف ہے

منابع وماٗخذ

قرآن مجید — ترجمہ: علامہ ذیشان حیدر جوادی صاحب

نہج البلاغہ — ترجمہ: علامہ مفتی جعفر حسین صاحب

صحیفۂ کاملہ — ترجمہ: علامہ مفتی جعفر حسین صاحب

۱۔ آمال الواعظین — سیّد ابراہیم لیلانی

۲۔ احسن المقال — مولانا صفدر حسین نجفی

۳۔ اصول کافی — محمد یعقوب کلینیؒ

۴۔ ارشاد القلوب — آقائے دیلمیؒ

۵۔ امالی — شیخ طوسیؒ

۶۔ الارشاد — شیخ مفیدؒ

۷۔ انسان ساز واقعات — سیّد علی افضل زیدی

۸۔ بحار الانوار — علامہ مجلسیؒ

۹۔ بکھرے موتی — آیت اللہ دستغیبؒ

۱۰۔ بیست گفتار — شہید مطہریؒ

۱۱۔ پندِ تاریخ — موسیٰ خسروی

۱۲۔ توبہ آغوشِ رحمت — استاد انصاریاں

۱۳۔ توبہ از منظر قرآن وروایات — استاد اعتماد

۱۴۔ تہذیب زندگی — سیّد شہنشاہ حسین نقوی قمی

۱۵۔ تفسیرِ نمونہ — آیت اللہ مکارم شیرازی

۱۶۔ تفسیرِ مجمع البیان	حسن طبریؒ
۱۷۔ تفسیرِ برہان	آقائے بحرانی
۱۸۔ چہل حدیث	رسول محلاتی
۱۹۔ حیات القلوب	علامہ مجلسیؒ
۲۰۔ خصال	شیخ صدوقؒ
۲۱۔ خزینۃ الجواہر فی زینۃ المنابر	علی اکبر نہاوندی
۲۲۔ داستانہای اصولِ کافی	محمد محمدی اشتہاردی
۲۳۔ سیرتِ حضرت فاطمہ زہراؑ	محمد سلیم علوی
۲۴۔ سفینۃ البحار	شیخ عباس قمی
۲۵۔ شرحِ زیارت امین اللہ	رسول محلاتی
۲۶۔ شرح حدیث جنود عقل و جہل	امام خمینیؒ
۲۷۔ عاقبت و کیفر گناہگاراں	سیّد جواد رضوی
۲۸۔ غرر الحکم (اُردو)	سیّد حسین شیخ الاسلامی
۲۹۔ عبرت انگیز واقعات	محمد حسین تہرانی
۳۰۔ فیروز اللغات اردو	مولانا فیروز الدین
۳۱۔ قرآنی لطیفے	سیّد تمیز الحسن رضوی
۳۲۔ کتاب الشافی	قبلہ ظفر حسن امروہوی
۳۳۔ کنز العمال	ملا متقی ہندی

۳۴۔ کشکول	شیخ بہائی
۳۵۔ کشکول دستغیب	آیت اللہ دستغیب
۳۶۔ گنجینہ معارف	محمد رحمتی شہرصفا
۳۷۔ گنجہائی بہشتی	علی محمد حیدر نراقی
۳۸۔ میزان الحکمۃ	آقائے ری شہری
۳۹۔ معجزات آلِ محمدؑ	سیّد ہاشم بحرانی
۴۰۔ مناقب آل ابی طالب	ابن شہر آشوب
۴۱۔ مجالسِ بنی ہاشم	سیّد اشتیاق حسین کربلائی
۴۲۔ موضوعی داستانیں	کاظم سعید پور
۴۳۔ وسائل الشیعہ	شیخ حر عاملیؒ
۴۴۔ ہزار و یک حکایت اَخلاقی	محمد حسین محمدی
۴۵۔ یک صد و پنجاہ موضوع از قرآن کریم و احادیثِ اہلِ بیتؑ	اکبر دہقان
۴۶۔ علمی اُردو لغت	وارث سرہندی
۴۷۔ وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ	سید ذوالفقار حسین نقوی

اور مختلف اخبارات ورسائل، کتب، انٹرنیٹ سے استفادہ